إن الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بأنفسهم (قرآن حکیم)

خدائے عزوجل درحقیقت کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ
قوم کے لوگ اپنی حالت کو آپ نہ بدلیں،

خطابِ مصر

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
التذکرہ پبلی کیشنز
المشرقی ہاؤس، ۳۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور — ۵۴۶۰۰

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (قرآن حکیم)

خدائے عزوجل درحقیقت کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ
قوم کے لوگ اپنی حالت کو آپ نہ بدلیں،

خطابِ مصر

گوھن

— یعنی —

موتمر خلافت قاہرہ مصر میں عربی تقریر
جو
۱۳ مئی ۱۹۲۶ء کو صاحبِ تذکرہ نے کی۔

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

التذکرہ پبلی کیشنز المشرقی ہاؤس ۳۴۔ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور
فون نمبرز: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ - ۰۴۲ ⊙ فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حقوق تصنیف و طبع و ترجمہ حسب ضابطہ پبلشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام ---------- خطاب مصر

مصنف ---------- حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی علیہ الرحمۃ

مطبوعہ (پہلی بار) ---------- 1926ء

(کے بعد دیگر متعدد ایڈیشن شائع ہوئے)

طباعت (موجودہ) ---------- 16 نومبر 1997ء

پبلشر ---------- خاکسار حمید الدین احمد ابن علامہ مشرقی علیہ الرحمۃ

(پروپرائیٹر التذکرہ پبلیکیشنز)

مطبع ---------- رفائی پرنٹرز --- ریٹی گن روڈ، لاہور

ڈسٹری بیوٹرز ---------- التذکرہ پبلیکیشنز، 34۔ ذیلدار روڈ ○ اچھرہ۔ لاہور

ٹائٹل ---------- خورشید عالم گوہر قلم۔ ظہور کاظمی آرٹسٹ

کمپوزنگ ---------- حاجی ثناء اللہ قصوری
طیبہ کمپوزنگ سنٹر اچھرہ، لاہور

سائز ---------- 23x36/16

ضخامت ---------- 192 صفحات

ہدیہ ---------- 150 روپے

التذکرہ پبلیکیشنز

◉ المشرقی ہاؤس، ۳۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور ۵۴۶۰۰

فون نمبرز: ۷۱۱۲۲۸ ☆ ۷۱۵۱۱۶ - ۰۴۲ ◎ فیکس: ۰۴۲-۷۵۸۷۳۹۴

ترتیب

خطاب مصر ـــــــ مصنف: حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	از ٹائٹل خطاب مصر	1
2	پرنٹ لائن	2
3	ترتیب ـــــ خطاب مصر	3
4	تصویر شرکاء موتمر خلافت قاہرہ مصر	4
5	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ جہاد سے فرار کا نتیجہ (شعر)	5
6	علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ کون؟	6
7	تصویر حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ	7
8	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصانیف کا مختصراً تعارف	8-10
9	جہاں حکمت و دانش کا تاجدار	11
10	احیاء اسلام کی تڑپ	16
11	خاکسار تحریک کا پس منظر	24
12	تذکرہ کا اشتہار	38
13	خاکسار تحریک کی ابتداء	39
14	تحریک منزل تک کیوں نہ پہنچی	61
15	معاصرین کا نقطہ نظر	66
16	اشتہار ـــــ مولوی کا غلط مذہب	76
17	پیش لفظ ـــــ حمید الدین المشرقی	77-78
18	دیباچہ ـــــ خطاب مصر ـــــ از حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ	79-84
19	خطاب مصر ـــــ اردو ترجمہ تقریر مصر (قاہرہ) ـــــ علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ	85-114
20	عربی نظم	114-116
21	ترجمہ ـــــ عربی نظم	116-117
22	خطاب مصر کا پس منظر ـــــ ماخوذ "المشرقی رحمۃ اللہ علیہ"	118-125
23	تصویر شرکاء کانفرنس ـــــ موتمر خلافت قاہرہ	126
24	خطاب مصر (عربی)	127
25	عشق کا انتخاب دیکھ کوشش رائیگاں نہ دیکھ	128
26	تقریر مصر (قاہرہ) ـــــ (عربی زبان میں)	129-156
27	اشتہار ـــــ دیگر مصنفین کی کتب	157
28	چودھویں صدی ہجری کے قیامت خیز واقعات سے مسلمانوں کی بے خبری	158-185
29	تعارف ـــــ تصانیف حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ	186-192

موتمر خلافت قاہرہ کے مندوبین اور مصنف خطاب مصر حضرت علامہ مشرقیؒ بھی تشریف فرما ہیں۔

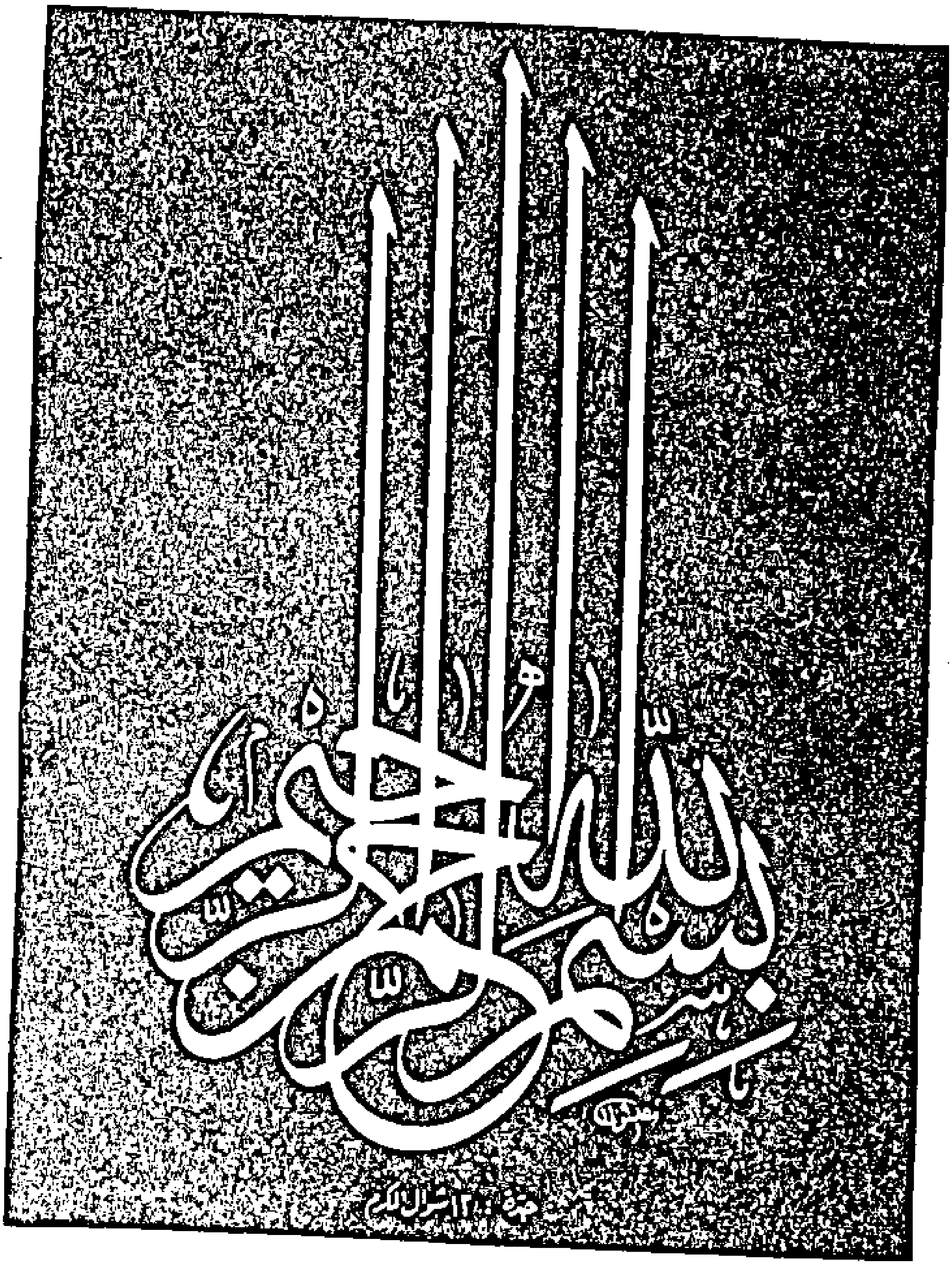

جہاد سے فرار کا نتیجہ

ملک پر ملک نکلتے گئے قبضہ سے تیرے
اصل دین سے نہ ہوا، پر تو ذرا ہم آہنگ
غلغلہ تیرا سما تک تھا! پر مکاروں نے
اصل دیں چھوڑ، لگایا، تیری تلوار کو زنگ

حضرت علامہ مشرقیؒ

علامہ مشرقیؒ کون؟

ایم اے پنجاب۔ ایم اے کیمبرج۔ بی ایس سی بی ای بی او ایل' ایف آر ایس اے' ایف جی ایس (پیرس) ایف آر آئی بی اے' آئی ای ایس رینگلر سکالر' فاؤنڈیشن سکالر' بیچلر سکالر' پرنسپل اسلامیہ کالج' سنٹرل ٹریننگ کالج' حکومت ہند محکمہ تعلیم کا اول انڈر سیکرٹری' ممبر دہلی یونیورسٹی بورڈ' ایک ریاست کے وزیر اعظم کی پیشکش' سفارت کی پیشکش' سر کے خطاب کی پیشکش' صدر میتھمیٹیکل سوسائٹی' مصنف تذکرہ' شہرۂ آفاق محققین کی رائے میں قومی تعمیر کا انتہائی کامیاب قانون' الٰہی معاشرت کا بے خطا انکشاف' مذہبی تحریرات کے لق و دق صحرا میں واحد نخلستان' یادگار شاہکار' (رائل سوسائٹی آف آرٹس)' مندوب اعلیٰ موتمر خلافت قاہرہ (۱۹۲۶ء) بانی خاکسار تحریک (۱۹۳۰ء) مندوب فلسطین عالمی کانفرنس' صدر ورلڈ فیتھس کانفرنس (۱۹۳۰ء) گولڈ میڈلسٹ ورلڈ سوسائٹی آف اسلام (پہلے حاصل کرنے والے صرف مصطفیٰ کمال پاشا صدر جمہوریہ ترکیہ' رضا شاہ پہلوی صدر جمہوریہ ایران' ممبر انٹرنیشنل کانگریس اورینٹلسٹس (لائیڈن) ۱۹۳۱ء بانی اسلام لیگ' مصنف حدیث القرآن' مصنف تکملہ (سیرت رسول) پیدائش ۱۸۸۸ء وفات ۱۹۶۳ء مدفون: ۳۴۔ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

وہ ——————

- وہ پہلا ہندوستانی طالب علم جس نے نہ صرف ۱۸ برس کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے (ریاضی) میں اول پوزیشن حاصل کی بلکہ آج تک ان کا قائم کردہ ریکارڈ کوئی طالب علم اب تک نہ توڑ سکا۔ کیوں---؟
- برصغیر کا وہ مسلم طالب علم جس نے دنیائے علم کے تین ٹرائی پوز آنرز کیمبرج یونیورسٹی سے رینگلر سکالر، بیچلر سکالر اور فاؤنڈیشن سکالر کی صورت میں اعلیٰ پوزیشن معہ وظائف حاصل کیے۔ ان اعلیٰ تعلیمی اعزازات کو دنیا بھر میں آج تک کوئی طالب علم بیک وقت حاصل نہ کر سکا تو کیا وجہ---؟
- عالم اسلام کا وہ پہلا مسلمان جس نے مسلمانان عالم کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغام اخیر اور تسخیر کائنات کا عظیم الشان پروگرام کتاب "تذکرہ" میں دیا تو وہ پروگرام کیا---- ہے؟
- دنیائے اسلام کا پہلا نوعمر فرزند جس نے مسئلہ خلافت پر قاہرہ (مصر) میں منعقدہ عالم اسلام کے سربراہان اور علمائے کرام کی کانفرنس کی صدارت کا اعزاز حاصل کیا۔ جس میں موجود عالم اسلام کی عالم آراء ہستیوں نے ان کے پرمغز خطاب کو سننے کے بعد "علامہ مشرقی" یعنی "مشرق کے عالم" کا خطاب دیا تو وہ عظیم الشان خطاب کیا تھا---؟
- تیرہ سو برس بعد پہلا انقلابی مسلمان جس نے برصغیر میں "خاکسار تحریک" کے ذریعہ قرن اول کا سماں باندھ کر چالیس لاکھ گھرانوں سے وابستہ افراد کی زندگیوں میں حقیقی مومنانہ کردار پیدا کر دیا۔
- سائنسی ترقی کو بے جان مشینوں کے چنگل سے نکال کر تسخیر کائنات کے عظیم الشان مقاصد کی طرف موڑنے والا "پہلا سائنس دان" جس نے کائنات کو مسخر کرنے والے پروگرام کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی اور اس کی روح کو کنٹرول کرنے کے بارے میں راز فاش کیا--- وہ کیا راز ہے؟
- ہندوستان کا پہلا "عالم دین" جس نے اپنے حسابی اندازوں سے دو ٹوک اور برملا کہہ دیا کہ برصغیر پاک و ہند میں گذشتہ تین سو برس میں بننے والی چند ایک مساجد کے سوا تمام "مسجدوں کے قبلے" غلط ہیں۔ کیسے---؟
- مسلمانوں کا پہلا شاعر جس نے شعر کی قرآنی تشریح کی تو "پانچ ہزار شعراء" نے شعر کہنا چھوڑ دیا---
- پہلا سیاسی رہنما جس نے "مروجہ یورپی جمہوریت" کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے سرمایہ داری و جاگیرداری نظام کا حصہ قرار دیا اور کہا کہ اس "طریق انتخاب" سے ۸۰ فیصد غرباء اور ۱۵ فیصد درمیانہ طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی موت ہے۔ لہٰذا انہوں نے "طبقاتی طریق انتخاب" کا عظیم الشان حقیقی جمہوری اور اسلامی پروگرام پیش کیا جس سے غریب کی حکومت قائم ہو سکتی ہے وہ کس طرح---؟
- تقسیم ہند کے بعد پہلا رہنما جس نے بھارتی سازشوں یعنی دریاؤں کے رخ موڑنے، دریاؤں پر ڈیم تعمیر کرنے، متعصبہ کشمیر کے مسئلہ کو کھٹائی میں ڈالنے، مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں بھیجنے کی شدید مخالفت کرنے، معاشی و اقتصادی بدحالی، رہنماؤں کی سازشوں، حکومتوں کی وعدہ خلافیوں کا پردہ چاک کرنے کے ساتھ ساتھ ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۶ء کو لاہور میں منعقدہ جلسوں میں پیش گوئی کر دی تھی کہ ملکی قیادت مضبوط ہاتھوں میں نہ ہونے کے باعث "۷۱-۱۹۷۰ء میں مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کٹ جائے گا۔" بھارت دریاؤں کے رخ موڑ دے گا وغیرہ، مگر کسی نے توجہ نہ دی تو قصوروار کون---؟

مرکز اعلیٰ: خاکسار تحریک ○ 34- ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور - 54600
فون نمبر: 042-411228 ○ 042-415116

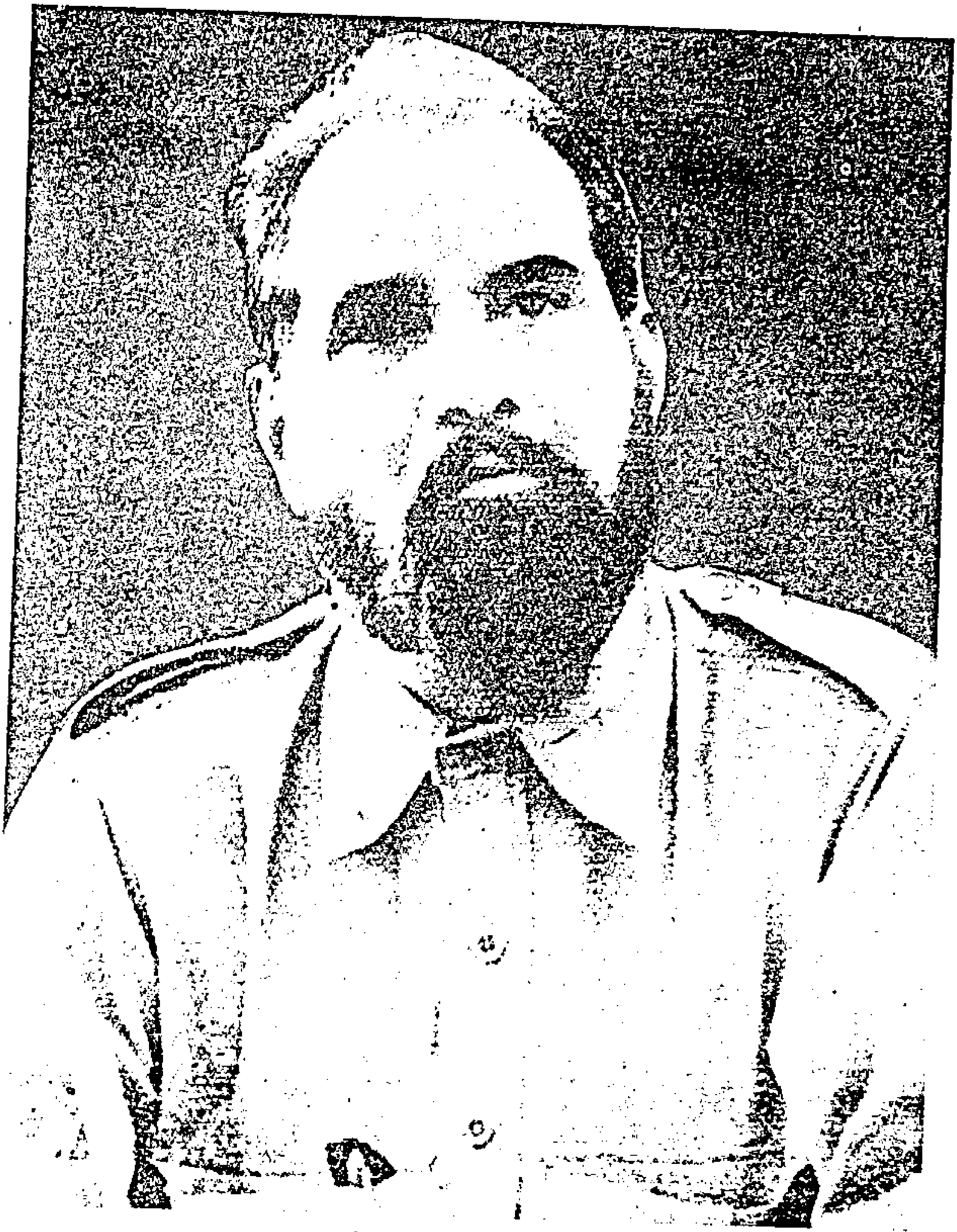

اتمام قول رب تو ہے، تعمیل ہو نہ ہو!
میں سب سچائیوں کو سرراہ سجا گیا
صدیوں تلک سمجھ نہ سکو گے جو یوں رہے
اللہ کی بات مشرقیؔ جو کچھ سجھا گیا

حضرت علامہ مشرقیؒ

روئے زمین پر تہلکہ مچا دینے والی کتب..... جن کی تعلیم زندہ اقوام کیلئے ابد الاباد تک پیام حیات

حضرت علامہ مشرقیؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	سن اشاعت	بعنوان
(۱)	خریطہ	دیباچہ۔اردو شاعری۔فارسی	۱۹۰۲ تا ۱۹۰۹ء ۷ فروری ۱۹۲۴ء	۱۴ برس کی عمر میں ۱۳۶ رباعیوں اور ۱۰۷ اشعروں پر مشتمل فارسی شاعری
(۲)	تذکرہ (جلد اول دوم سوم ودیگر جلدیں)	دیباچہ۔افتتاحیہ اردو و عربی	۱۰ مارچ ۱۹۲۴ء ۱۰ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ	مسلمانان عالم کو ان کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغام اخیر۔ الٰہی حکمت کا حیرت انگیز مرقع
(۳)	خطاب مصر	عربی / اردو	۱۳ مئی ۱۹۲۶ء	امت مسلمہ کو آنے والے خطرات سے بچانے کے لئے عالمگیر پروگرام
(۴)	اشارات	اردو	یکم اگست ۱۹۳۱ء	مسلمانوں کو پھر طاقتور بنا دینے کا واحد طریقہ اور لائحہ عمل
(۵)	قول فیصل	"	۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء	قوموں کا زوال اور اس کا علاج خاکسار تحریک کے پروگرام کی مکمل تشریح
(۶)	مقالات (جلد اول دوم)	"	جلد اول ۷ جنوری ۱۹۳۷ء جلد دوم ۲ ستمبر ۱۹۴۳ء	ہفت روزہ "الاصلاح" میں چھپے حضرت علامہ مشرقی کے وہ عظیم الشان مقالات جنہوں نے خاکسار تحریک کو ملک گیر کر دیا
(۷)	مولوی کا غلط مذہب (مقالات)	"	۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء تا ۲۸ اگست ۱۹۳۸ء	مسلمانان عالم کے مذہبی اختلافات اور مولویوں کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل کا پر تحقیق اور ناقدانہ جائزہ
(۸)	صراط المستقیم	(تصویری البم)	۱۹۳۸ء	غلبہ اسلام، تحریک آزادی اور خدمت خلق کے لئے خاکسار تحریک کی جدوجہد کا تصویری البم
(۹)	خاکسار آئین	(انگریزی)	۲۵ مارچ ۱۹۴۵ء اشاعت اکتوبر ۱۹۴۵ء	انگریزی اقتدار کا چیلنج کہ ایسا "سیاسی آئین" جس پر تمام عناصر متفق ہوں تو ہندوستان کو آزاد کر دیں گے کو قبول کرتے ہوئے تحریر کیا۔

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	سن اشاعت	بعنوان
(۱۰)	حریم غیب	اردو (نظم)	۲۷راکتوبر ۱۹۵۲ء	مذہب کا آخری مقصد
(۱۱)	دہ الباب	" (نظم)	۱۰رنومبر ۱۹۵۲ء	مسائل زمین، فراجیات
(۱۲)	حدیث القرآن	" (نثر)	۳۰رمئی ۱۹۵۱ء ۲۵رنومبر ۱۹۵۲ء	مقصد پیدائش کائنات ○ مقام خدا مقام انبیاء۔ مقام الکتاب۔ مقام فطرت
(۱۳)	ارمغان حکیم	" (نظم)	۲۳رنومبر ۱۹۵۲ء	غزل پر آخری کلام
(۱۴)	انسانی مسئلہ	انگریزی راردو	۱۹۵۵ء	بیس ہزار سائنسدانوں کے نام تسخیر کائنات کا عظیم الشان پیغام جس کے بعد وہ پیدائش کائنات اور تسخیر کائنات کی طرف رجوع ہوئے۔
(۱۵)	تکملہ (سیرت رسول اللہ ﷺ)	اردو	۴رمئی ۱۹۶۰ء جلد اول (جلد دوم)	اقرا باسم ربک الذی کی پہلی وحی سے الیوم اکملت لکم دینکم کی آخری وحی تک رسالت مآب ﷺ کی ۲۳ برس کی مکی اور مدنی زندگی اور قرآن کی تشریح
(۱۶)	علم القرآن	"	زیر طبع	قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت علامہ مشرقی کے قلم سے
(۱۷)	سیاہ کار لیڈر	"	۴۶-۱۹۴۵ء	جس میں واضح طور پر بتلایا گیا ہے کہ موجودہ سیاہ کار لیڈر قوم کو دھوکہ دے کر کس طرح مفادات حاصل کرتے ہیں ان کی سیاہ کاریاں کیا ہیں؟
(۱۸)	قرآن الارض	"	۱۹۵۲ء	جس میں زمین کے موجودہ دس اہم مسئلوں اور ان کے حل کا انکشاف کیا گیا ہے۔
(۱۹)	قرآن حکیم کی مسلسل کہانی	"	۱۹۵۱ء	قرآن حکیم کی تعلیم کے ماحصل کو مسلسل طور پر سمجھنے کی تشریح مع قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو؟
(۲۰)	بیگم کے نام خطوط	"	(غیر مطبوعہ)	بیگم سعیدہ علامہ مشرقی کے نام جیلوں سے قید کے دوران تحریر کردہ خطوط

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	سن اشاعت	بعنوان
(۲۱)	خاکسار تحریک کا دستور العمل	اردو	یکم دسمبر ۱۹۳۶ء	جس نے لکھو کھہا انسانوں میں اخوت' اتحاد' جہاد اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا کر کے محلوں کی سطح پر روزانہ بلالحاظ مذہب وتفریق ایک قطار میں کھڑا کر کے انقلاب برپا کر دیا۔
(۲۲)	مقالات مشرقی	"	۱۹۳۷ء تا ۱۹۶۳ء	قیام پاکستان سے قبل اور بعد کے مقالات' تقاریر اور دیگر تحریریں۔
(۲۳)	قرآن حکیم کی تعلیم کا خلاصہ	"	۱۹۵۱ء	اس میں نوع انسان کو اس کا مقام ومقصد بتایا گیا ہے اور فلسفہ تسخیر کائنات ولقائے رب کو تاریخ عالم میں پہلی بار قرآن حکیم کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔
(۲۴)	کشمیر اور علامہ مشرقی	"	۱۹۹۴ء	حضرت علامہ مشرقی کی کشمیر کے بارے میں تمام تجویزوں' کوششوں' تنبیہوں' حسابی اندازوں اور جدوجہد کو یکجا کر دیا گیا۔
(۲۵)	ارشادات علامہ مشرقی	اردو	۱۹۹۷ء	حضرت علامہ مشرقی کی تصانیف' خطبات اور مقالات کا اختصار۔

میری تصانیف کا مقصد اس قدر ہے کہ

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مسلمان میں پیدا ہو جائے اور وہ آگے بڑھنے کے قابل ہو۔ یہی امید ہے جو مجھے کھینچے لئے جا رہی ہے اور کیا عجب کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی ملک میں پیدا ہو جائے تو مسلمان کی بگڑی فوراً بن سکتی ہے۔ (حضرت علامہ مشرقی)

التذکرہ پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس

۴۳۔ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

فون نمبرز: ۲۱۱۲۲۸ ☆ ۲۱۵۱۱۶ ـ ۰۴۲ ○ فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

جہان حکمت و دانش کا تاجدار

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ امرتسر (بھارت) کے علمی خانوادہ اور معزز گھرانے جس کو جمال الدین افغانیؒ (۱۸۹۷ء۔ ۱۸۳۹ء) جیسے مسلمان عالمی لیڈر کی میزبانی کا شرف حاصل تھا خان عطا محمد خاںؒ کے ہاں ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ متحدہ ہندوستان کے مسلمان عالم اور سیاسی شخصیت شیخ الفاضل ابو الکلام آزاد عطا محمد خاںؒ کے اخبار وکیل کے مدیر رہے آپ کا خاندان کئی پشتوں سے مغل دربار میں خاصہ با اثر رہا۔ نو سال کی عمر میں عنایت اللہ خاں نونہال نے چھٹی جماعت میں پہلی دفعہ سکول جا کر داخلہ لیا۔ غیر معمولی ذہانت اور قابلیت کی بنیاد پر وظیفہ کے حقدار قرار دیئے گئے۔ ۱۹۰۰ء میں آٹھویں جماعت کے امتحان میں ضلع بھر میں اول رہے۔ ۱۹۰۲ء میں گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر سے میٹرک کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ حساب اور فارسی زبان میں خصوصی تعریفی سرٹیفکیٹ ملا۔ چرچ مشن کالج امرتسر سے ۱۹۰۴ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا بعد میں لاہور ایف۔ سی کالج (فارمن کرسچن کالج) میں داخلہ لیا کئی تعلیمی اعزازت حاصل کیے۔ ایم اے ایک سال میں ہی ۱۹۰۷ء میں پاس کیا اور اعزاز حاصل کیا۔ جس میں فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ آپ نے اس امتحان میں ۶۰۰ نمبروں میں سے ۴۴۳ نمبر حاصل کر کے یونیورسٹی ریکارڈ قائم کیا۔

انیس سال کی عمر میں انگلستان میں کرائسٹ کالج میں داخلہ لیا ۵ سال کی مختصر مدت میں ۱۲ سالہ کورس کے چار ٹرائی پوز آنرز کے امتحانات اعزاز کے ساتھ پاس کیے۔ ایک سال کی مدت میں ریاضی کے مقابلہ کا امتحان دے کر اعلیٰ پوزیشن لے کر فاؤنڈیشن سکالر کا اعزاز پایا۔ ایک سال میں ریاضی

میں ٹرائی پوز آنرز کا امتحان فرسٹ کلاس میں پاس کر کے رینگلر کا خطاب پایا۔ دو سالوں میں فزکس' جیو گرافی اور مشرقی زبانوں عربی' فارسی میں ٹرائی پوز آنرز کے امتحانات اعلیٰ پوزیشن میں پاس کر کے اہل برطانیہ کو حیران کر دیا جس پر برطانیہ کے وقت کے موقر جرائد نے بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ ڈیلی ٹیلی گراف' ڈیلی مرر' دی ٹائمز' انڈین سٹوڈنٹ لندن' ویسٹ منسٹر گزٹ' کیمبرج ڈیلی نیوز' دی سٹار' ایوننگ نیوز' یارک شائر پوسٹ' ویسٹ منسٹر ریویو' ایمپائر ریویو' میتھمیٹیکل ریویو وغیرہ تمام نے کھلے دل سے آپ کی بے مثال کامیابیوں کو سراہا۔ جنوری ۱۹۱۳ء میں واپس وطن لوٹے تو مہاراجہ الور کی طرف سے ریاست کی وزارت عظمیٰ کی پیش کش ہوئی۔ لیکن آپ نے ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں وائس پرنسپل کی حیثیت سے ملازمت کو ترجیح دی۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو نیو دہلی میں اسسٹنٹ سیکرٹری کی آسامی پر تعینات ہوئے۔ آپ نے ملازمت میں بھی اپنے خیالات کو پیش نظر رکھا جس کو برطانوی انتظامیہ نے محسوس کیا۔ اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو آپ کو IES ہونے کے باوجود گورنمنٹ ہائی سکول پشاور میں بطور ہیڈ ماسٹر تعینات کیا۔ یہ حکومت کی طرف سے دباؤ ڈالنے کا ایک اوچھا طریقہ تھا۔ لیکن یہ سب کچھ حضرت علامہ مشرقیؒ کے آہنی عزائم کے سامنے ریت کا بند باندھنے کے مترادف تھا۔ کیونکہ محکمہ تعلیم میں ملازمت کے دوران انہوں نے ارادۃً اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے اس کی منصوبہ بندی کی اور کسی نہ کسی عنوان سے مذہبی تعلیم کا اہتمام کیا جو انگریزی حکمرانوں کو ایک آنکھ نہ بھایا۔

۱۹۲۴ء کے وسط تک آپ کی شہرہ آفاق کتاب "تذکرہ" شائع ہوئی جس میں قوموں کے عروج و زوال پر سیر حاصل بحث تھی۔ شیخ الفاضل محمد علی

جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) نے ۱۹۲۱ء میں آپ کو جامعہ ملیہ میں ریاضی کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کی آسامی کی پیشکش کی لیکن آپ نے تذکرہ کی اشاعت کے باعث معذرت کرلی۔ جن مقاصد کے لیے محکمہ تعلیم میں آئے انہی مقاصد نے انہیں تذکرہ لکھنے پر مجبور کیا۔ تذکرہ کے متعلق ایک یورپین سکالر ڈاکٹر ذیمر (DR. ZWEMER) کو لکھا کہ اگرچہ تذکرہ دس جلدوں پر مشتمل ہوگا جس کی چھ جلدیں اشاعت کے لیے تیار ہیں۔ لیکن پہلی جلد کے بعد میں سمجھتا ہوں انسانیت کے لیے ایک مشترکہ سائنٹیفک مذہب کی جس طرح ضرورت ہے اس کی وضاحت اس میں کردی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی تشنگی نہیں رہ گئی۔ تذکرہ میں آپ نے مذاہب عالم کا سائنسی تجزیہ پیش کیا۔ قرآن حکیم کی تعلیم کو سائنس کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے دلائل پیش کیے۔ اقوام عالم کے اندر اس قسم کی یہ پہلی کامیاب کوشش تھی۔ پہلے سائنسدان تو سائنس پڑھنے کے بعد مذہب سے بیگانہ ہو جاتے تھے۔ اور غیر مسلموں کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے مذہب سے پہلو بچاتے تھے۔ مگر آپ نے اس کو بھی غلط ثابت کر دیا اور آپ کے مذہبی رجحانات بدل نہ سکے۔ بلکہ پختگی آئی دوسری طرف اہل مذہب سائنس کو مذہب کے خلاف سمجھتے تھے لیکن حضرت علامہ مشرقیؒ کا یہ موزوں تر تجزیہ تھا کہ "میں اگرچہ خدا کا بھیجا ہوا تو نہیں لیکن قرآن حکیم کے ریاضی کے کلیات کی مانند حسابی اندازوں کو درست طور پر دیکھ رہا ہوں اور قرآن حکیم سے جو سائنسی کلیات میں نے حاصل کیے ہیں۔ یہ کام ایڈیسن (1847 -1931 ALVA EDISON THOMAS) اور اسٹیفنسن (1781-1848 GEORGE STEPHENSON,) سے بھی زیادہ مفید طور پر کر گذرا ہوں۔ میں نے

حساب کی زبان میں قرآن حکیم کو سمجھا۔ عرصہ دراز سے یہ سوال میرے ذہن پر سوار تھا کہ مذہب کی حقیقت کیا ہے۔ مدت العمر مشاہدہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مذہب کی سائنسی حقیقت اتنی ہے کہ اس سچائی پر انسانیت کو متحد کیا جا سکتا ہے اور اس سچائی کا مدعا بھی یہی ہے" ان خیالات کا اظہار انہوں نے مغربی سکالر سرتھامس ہالینڈ (SIR THOMAS HOLLAND) سے لندن میں ۱۹۲۴ء میں ایک خط میں کیا۔ زور دے کر ثابت کیا کہ قرآن حکیم کے اندر قوموں کے عروج و زوال کا قانون ناقابل رد سائنسی انداز میں موجود ہے۔ اور کہا کہ تمام مذاہب کا پیغام انسانوں کو متحد کرنا تھا اور اسی پر تذکرہ میں بہ دلائل تبصرہ کیا۔ مذہب کا منتہا امن' ترقی اور ارتقاء ہے۔ اور کہا کہ جب دلائل سے مذہب کے حقائق کو سائنسی بنیادوں پر سچ ثابت کر دیا جائے تو اندھی تقلید کا دور ختم ہو جائے گا اور پھر لوگ صرف حقائق کا ہی کھوج لگائیں گے۔ اور یہی عمل آپ کو ایک نقطہ نظر پر متحد کر دے گا۔ اپنے نظریات کا آپ نے عالمی سائنس دانوں اور سکالروں سے بار بار ذکر کیا یہی لگن اور جذبہ آپ کو موتمر عالم اسلام منعقدہ مصر بمقام قاہرہ مئی ۱۹۲۶ء میں لے گیا۔ وہاں اگرچہ آپ ذاتی حیثیت میں شامل ہوئے تھے لیکن اس وقت تک تذکرہ کی بدولت عالم اسلام کے سکالروں میں آپ کی خاصی شہرت ہو چکی تھی۔ اس لیے موتمر کے مندوبین نے خاصے اہتمام سے آپ کا استقبال کیا ۲۶ اپریل ۱۹۲۶ء کو بحری جہاز رنپورہ میں سوار ہو کر ۳ مئی ۱۹۲۶ء کو پورٹ سعید پہنچے۔ شیخ الاسلام جامع ازہر کی طرف سے اور وزیر جنگ مصر موسیٰ فواد پاشا اور شاہی خاندان کے رکن اعظم عمر طوسون کی طرف سے وفود نے بندرگاہ پر استقبال کیا جس کے متعلق علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے خاصہ اطمینان ہوا کہ تذکرہ کے

مندرجات سے وہ خاصے متاثر ہیں۔ یہاں سے بذریعہ ریل قاہرہ پہنچے تو علماء ازہر کا جم غفیر استقبال کے لیے وہاں اسٹیشن پر موجود تھا۔ علامہ شیخ حسین ولی سیکرٹری موتمر وہاں موجود تھے۔

بعد ازاں ہوٹل کے قیام میں موسیٰ فواد پاشا‘ شیخ الاسلام قاہرہ‘ محمد ادریس سنوسی جو لیبیا کے امام سنوسی کے صاحبزادے تھے ملنے تشریف لائے۔ آپ نے موتمر میں مندوبین کو اس بات پر قائل کرلیا کہ ”خلافت فرد واحد کی نہیں اقوام کی ہوتی ہے۔ اور خلافت اسی کو سجتی ہے جس کا حکم مانا جاتا ہو۔ رسمی خلافت بیکار محض ہے“۔ اس پر موتمر نے اتفاق کیا۔ اور دین اسلام کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا اس کو بے حد سراہا گیا۔ وہاں بھی آپ نے احیاء اسلام کا وہی دستور العمل پیش کیا جو بعد میں ۱۹۳۱ء میں خاکسار تحریک کی بنیاد بنا۔ پورے عالم اسلام میں محلہ واری نظام کے بعد مربوط ملکی نظام قائم کر کے اسے موتمر سے منسلک کرنے کی تجویز دی اور تجویز کیا کہ موتمر کے اجلاس باری باری تمام مسلم ممالک میں ہوں اور وہ ان ممالک میں اپنی طرف سے روحانی اور اخلاقی رہنمائی کا فریضہ عملی طور پر ادا کرے۔ اور کہا کہ آج یہ موتمر اعلان کرے کہ وہ کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتی صرف مسلمان ہے اور خوبصورت دلیل دی کہ چار فقہوں کو مسلمہ تسلیم کرنے والا صرف ایک فقہ اختیار کرتا ہے اور بقیہ تین سے انکار کرتا ہے۔ اگر چوتھے کو بھی نظر انداز کر دے تو کون سی قیامت آ جائے گی۔ مسلمان پسماندہ اور نیم خود مختار تھے عملی پیش رفت نہ ہو سکی۔ ۱۹۳۱ء میں آپ نے ”اشارات“ لکھ کر اپنے متعینہ دستور العمل کی تشہیر کی۔ اور بعد ازاں ۲۵ اگست ۱۹۳۱ء کو اسی دستور العمل پر خاکسار تحریک کا اجراء کیا۔ آپ کی شہرہ آفاق تصانیف میں تذکرہ‘ اشارات‘

قول فیصل، تکملہ دو جلد، حدیث القرآن، مولوی کا غلط مذہب، انسانی مسئلہ شامل ہیں منظوم کتب میں وہ الباب، ارمغان حکیم، حریم غیب اور خریطہ ہے اس کے علاوہ مقالات دو جلدوں میں شائع کیے۔

احیاء اسلام کی تڑپ

عالم اسلام کے اندر انحطاط شروع تھا اور یورپین اقوام سائنس، ٹیکنالوجی اور مربوط ایڈمنسٹریشن کی بنیاد پر اقوام عالم کے ساتھ تجارتی لین دین کی غرض سے یورپ سے باہر نکلیں اور دیکھتے ہی دیکھتے عالمی تاجر بن گئیں۔ متعدد ممالک میں انہوں نے باقاعدہ وہاں کی انحطاط پذیر حکومتوں کے اندر اپنی مداخلت بھی شروع کر دی۔ غیر ممالک میں سب سے زیادہ زد میں مسلم ممالک آئے۔ (انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک) چونکہ یورپین اقوام کے گھر سے نکلتے ہی مسلم حکومتوں سے ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا یورپ کی اقوام اپنی بہترین منصوبہ بندی اور تنظیم کے باعث ان پر غلبہ پاتی چلی گئیں۔ مسلم ممالک نے انہیں بطور حکمران تسلیم نہ کیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یورپین کسی تعمیر کی غرض سے ان ممالک میں نئی تہذیب اور تمدن لے کر نہیں آئے تھے بلکہ وہ صرف تجارت کی غرض سے آئے اور مداخلت کرتے کرتے حکمران بن گئے۔ اسی غاصبانہ انداز فکر کی وجہ سے پہلے حملہ آوروں کے برعکس کسی بھی مفتوحہ قوم نے دل و جان سے انہیں تسلیم نہیں کیا تھا۔ تو غالب اقوام کو دانستہ یا نادانستہ وہ طریقہ کار اختیار کرنا پڑا جس سے اعتماد مجروح ہوتا چلا گیا اور غالباً" تاجرانہ شہنشاہیت میں یہی ایک بنیادی خامی تھی جس کا وہ تین صدیوں میں متبادل پیش نہ کر سکے۔ نہ اس بداعتمادی کو ختم کر سکے۔ بلکہ گٹھ جوڑ اور جوڑ

ڈالنے سے بچے۔" اس کے بعد مغربی اقوام نے مرعوبیت یافتہ طبقہ پیدا کرنا

کر دیا ہے جس سے نفرت اور کشیدگی بڑھتی چلی گئی پھر اس رجحان کی طرف

سے حکمرانوں کی حمایت اور فراخدلی میں ان کا مذہب بھی آڑے آیا تو

انہوں نے اس ضرورت کے لیے عیسائی مشنریوں کی منظم مہمات میں توسیع

شروع کی۔ اس سے مسلمان حکومت اور عیسائی مشنریوں کے درمیان مستقل

کشیدگی پیدا ہو گئی۔ اس کی وجہ سے کئی صدیوں میں عیسائی مشنریوں نے بڑی قدر

کوشش کر کے مسلمانوں کو عیسائی بننے کی دعوت دی مگر کوئی خاطر خواہ

کامیابی نہ ہوئی بلکہ عیسائیت کو ایک سچائی تسلیم کرنے والے کسی بھی رسول کے

صاحب علم طبقے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ البتہ محروم اور پسماندہ طبقہ کو تحفظ

فراہم کر کے انہوں نے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا جو یہاں رہ کر مذہبی

نقطہ نظر سے عیسائیوں کے دفاع کرنے کے قابل نہ تھے۔ پھر غلبہ کی برکت

عیسائی مشنریوں کو حاصل تھی۔ انہوں نے دلیری سے اسلام اور عیسائیت کے

درمیان فرق ظاہر کرنے میں مسلمانوں سے اپنی سابقہ شکستوں کے زخم

بھی کرید ڈالے۔ جب اس طرح کی رنجشیں جنم لے لیں تو معقولیت رہ ہی

نہیں سکتی۔ عیسائیوں نے باور کرانا شروع کیا کہ اسلام تلوار سے پھیلا تھا اور

کہ رسول ﷺ عربی ایک چھوٹے طبقہ میں جنم لے کر عسکریت کے بل

پر غالب آ گئے اور اس غلبہ کے لیے انہوں نے جائز اور ناجائز ہر حربہ استعمال

کیا۔ اس نے مسلمانوں کو قدرتی طور پر مشتعل کر دیا۔ اگر تاریخ اسلام اور

رسول اللہ ﷺ کی وہ سوانح عمریاں جو اس دور کے مسلمان عالموں نے

لکھی تھیں کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں اس غیر ضروری موضوع کو سرفہرست

رکھ کر بلا ضرورت اس کا دفاع کر کے اصلی بات کو مزید الجھا کر رکھ دیا تھا۔

عیسائیت چونکہ عملاً" صرف رہبانیت تک محدود تھی اور دوسری طرف مسلمانوں میں بھی تصوف نے یہی شکل اختیار کر رکھی تھی انہوں نے باور کرانا شروع کر دیا کہ عیسائیت میں زیادہ روحانیت موجود ہے جبھی تو عیسائی اقوام میں اعلیٰ اخلاقی اقدار موجود ہیں اور چونکہ اسلام میں روحانیت نام کی کوئی چیز نہیں اسی وجہ سے مسلمانوں کے اندر اخلاقی اقدار موجود نہیں۔ تجزیہ دلائل کے لحاظ سے درست تھا اور حالات بھی اس کی تصدیق کرتے تھے لیکن اصل بات صرف اتنی تھی کہ عیسائی غالب تھے اور مطمئن تھے اسی لیے ان میں اعلیٰ اقدار بھی لازماً" موجود تھیں۔ مسلمان مغلوب تھے۔ غیر مطمئن تھے۔ معقولیت اس کے باعث کم تھی اور اعلی اقدار غائب ہو گئیں۔ بہرحال عیسائی مشنریوں کی محاذ آرائی خود غالب طاقتوں کے لیے نقصان دہ رہی۔ اور انہیں چین سے حکومت کرنے میں مددگار نہ بن سکیں۔ الٹا مسائل کو الجھا کر رکھ دیا۔

غالب یورپین مسلمانوں کے عام انحطاط سے فائدہ اٹھا کر اپنی بہترین صلاحیتوں کی بنیاد پر یہاں قابض ہوئے۔ عیسائیت پھیلانا یا اس کی برکات سے مغلوب اقوام کو آگاہ کرنا ان کا مقصود نہ تھا۔ اور فی الحقیقت عیسائیت کے پاس ایسا مواد تھا بھی نہیں کہ لوگ اس کو قبول کر لیتے اس کے برعکس تازہ دم مسلمانوں کے پاس ایک سے زیادہ دلائل تھے کہ اسلام ایک نظام حیات ہے جس کی برکات نے ابتداء میں مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک مختلف ثقافتوں کے اندر ایک قوم ہونے کا احساس ضرور پیدا کر دیا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ جس دور میں انہیں ایسا باور کرانا پڑا اس وقت تمام مسلمان ممالک مغلوب یا نیم خودمختار تھے۔ اور اسلام بحیثیت نظام کہیں رائج نہ تھا۔ محمد بن عبدالوہاب (۱۷۰۳ء۔ ۱۷۸۷ء) نے احیاء اسلام کے لیے جدوجہد ضرور کی لیکن مقصد

اندرونی اصلاح تھا اور ساتھ ساتھ یورپین اقوام کے خلاف تھوڑی بہت جدوجہد ضرور کی لیکن زیادہ وقت بدعتوں اور رہبانیت کے خلاف صرف کیا۔ لیکن اس کے بالمقابل جو طریقہ کار بدعتوں سے پاک قرار دیا گیا تھا وہ خود انہی اولین سکالروں کا ترتیب دیا ہوا تھا جن میں سے کچھ نے ان بدعتوں کو عین اسلام قرار دیا ہوا تھا۔ جمال الدین افغانیؒ ایک شعلہ بیان مقرر تھے۔ مقناطیسی کشش کے مالک تھے۔ ہندوستان سے مصر' یورپ' برطانیہ ' روس' ترکی اور مشرق وسطیٰ میں بگولے کی طرح گھومے' مسلمان حکمرانوں کو ترغیب دی اور جس نے ان جذباتی مشوروں پر دھیان نہ دیا اس کے خلاف محاذ کھڑا کر دیا۔ جہاں سے بالاخر انہیں جلاوطن ہونا پڑا۔ ان کو گمان تھا کہ لوگ اصلی اسلام پر آجائیں تو ان کے حالات بدل سکتے ہیں۔ لیکن ان کے پاس اس کا عملی طریقہ کار موجود نہیں تھا۔ محض جذبات تھے۔ یہی خود فریبی اکثر مسلمان دردمند راہنماؤں کو رہی کہ اسلامی رسم و رواج پر عمل کرنے سے حالات درست ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اصل بات یہ تھی کہ جن اعمال سے اور صلاحیتوں سے ان کے قومی وقار میں اضافہ ہو گا وہی اسلامی ہوں گی۔ بہرحال جذبات سے نہ کچھ ہونا تھا نہ ہوا۔ انہوں نے ابتدائی کام کیے بغیر پان اسلام ازم کا اونچا سا نعرہ لگایا کہ مسلمان حکمران متحدہ قوت بن جائیں یہ کبھی ممکن نہ تھا کیونکہ مسلمان تنزل پذیر تھے۔ ان کا وفاق بن کیونکر ہو سکتا تھا۔ اور پھر اگر بن بھی جاتا تو یہ سر دردی ہمیشہ موجود رہتی کہ اگر متعدد حکومتیں مضبوط ہوتیں' تو وفاق کمزور ہوتا' اور اگر وفاق مضبوط ہوتا تو حکومتیں کمزور ہو کر ہاتھ پاؤں مارتیں یہ اس وقت ایک جذباتی بات تھی۔ ان کے بعد ان کے باصلاحیت شاگرد مفتی محمد عبدہ (۱۸۴۹ء - ۱۹۰۵ء) نے اسلام میں جن اصلاحات کا آغاز کیا اس سے کوئی مثبت

نتیجہ نہ نکلا۔ بلکہ ایک الگ مذہبی فرقہ پیدا ہو گیا۔ جس طرح محمد ﷺ ابن عبدالوہاب نے پیدا کر دیا تھا ان بزرگوارم نے بھی اسلام کی حقانیت کو مغربی افکار کے بالمقابل پیش ضرور کیا۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ محض اس علم کی اطلاع کہ اسلام میں مغربی افکار کے بالمقابل زیادہ خوبیاں ہیں کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔ کیونکہ اسلام اپنے ابتدائی دور میں بھی صرف اسی وقت ہی ایک سچائی نظر آیا تھا جب اسلام کے نام لیوا غالب آ چکے تھے۔ اسی صف کے رشید رضا (۱۹۳۵ء۔ ۱۸۶۵ء) نے بھی اسلام کے اندر انہی مسائل کو زیر موضوع رکھا جن پر اجماع، اجتہاد، قیاس کی ضرورت تھی۔ حالانکہ یہ فقہی مسائل اسلامی عدالتوں کے لیے تو ایک موضوع ہو سکتا تھا ان مسائل کا دین اسلام اور احیاء اسلام کے منصوبوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ انڈونیشیا میں ولندیزیوں نے زیادہ زور دے کر عیسائی مشنریوں کو وہاں اپنے مقبوضات میں استعمال کیا۔ اس سے وہاں علماء کا ایک مضبوط مزاحمتی گروہ ضرور پیدا ہو گیا، مگر اس کے علاوہ نہ ولندیزیوں کو کچھ حاصل ہوا اور نہ مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچا۔ اس لیے کہ سیاست دانوں کے ایسے حالات میں اپنے مفادات ہوتے ہیں۔ جو اکثر و بیشتر حکمرانوں سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ اور خود بخود ایک ہی قوم کے اندر سیاست دان اور علماء آمنے سامنے آ جاتے ہیں۔ اس سے غالب حکمرانوں کو ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ ان مسلم نوجوانوں کی ہنگامہ خیز جماعتوں نے مستقبل کے لیے قد آور شخصیات ضرور پیدا کر دیں۔ ۱۹۳۲ء میں عبدالقادر نے الجزائر میں بھی اسی قسم کے اقدام کیے اور اعلان کر دیا کہ مسلمانوں پر حملہ آوروں کے خلاف جب جہاد کا اعلان ہو جائے تو جو مسلمان ممالک ان کے خلاف دوسروں کی مدد کریں گے وہ کافر قرار دے دیئے

جائیں گے یہ بھی ایک جذباتی بات تھی کافر قرار دینے کی ان کے پاس اتھارٹی نہ تھی۔ ان جذباتی باتوں سے تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ مصر میں اخوان المسلمین، پاکستان میں جماعت اسلامی، انڈونیشیا میں مسجومی پارٹی، مراکو میں فصیح اللہ کی قیادت میں اور ایران میں آیت اللہ خمینی (۱۹۸۹ء۔ ۱۹۰۰ء) کی سرپرستی میں، جو جدوجہد ہوئی وہ صرف ان اسلامی شعائر کو نافذ کرنے کے نقطہ نظر سے کی گئی جو پہلے بھی کم و بیش انہی عقائد کے ساتھ موجود تھے۔ اس طریقے سے کچھ لوگ ان کے قریب ضرور آئے۔ لیکن یہ کسی عنوان سے پچھلی تین چار صدیوں کی مسلمان زعماء کی غلطیوں، خود فریبیوں اور غلط فہمیوں کے اعادہ کے سوا کوئی نئی قابل عمل شے پیش نہ کر سکیں۔ یونہی سہی کہ یورپ کی غالب قوتیں عیسائی تھیں۔ لیکن یہ ایک بین اور ناقابل رد حقیقت ہے کہ وہ عیسائیت کی بنیاد پر غالب نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے نئے نظام میں نئے معاشی، سیاسی، اقتصادی نظریات، تعلیمی نظام، عدالتی اور انتظامی منصوبوں کی بنیاد پر غالب آ رہے تھے۔ جبکہ یہ سب باتیں مسلم ممالک میں بالخصوص اور پسماندہ ممالک میں بالعموم موجود ہی نہ تھیں پھر سائنسی اور صنعتی ترقی کی برکات اس کے علاوہ ان کے ہاتھ میں تھیں۔

حضرت علامہ مشرقیؒ ان سب سے مختلف نتائج پر پہنچے۔ انہوں نے دین اسلام کو صرف ایک نظام حیات کے طور پر لیا اور مستقبل کی اقوام عالم کے لیے اس نظام کو اپنے علم کی بنیاد پر ناگذیر قرار دیا۔ جبکہ دوسرے عالم حسن عقیدت سے سمجھتے تھے کہ یقیناً" اسلام انہی متنوع اسلامی شعائر کی بنیاد پر غالب تھا۔ اور اگر انہی شعائر کو آج سنجیدگی سے نافذ کر دیا جائے تو وہی سماں لوٹ آئے گا۔ یہ درست نہ تھا، کوتاہ بینی تھی۔ دوسری حقیقت جو حضرت

علامہ مشرقیؒ کے پیش نظر تھی اور ان سابقون سے مختلف تھی کہ اصلاح کی ایک حد تک گنجائش ہوتی ہے۔ اس کے بعد انقلاب کے بغیر اصلاح ممکن نہیں ہوتی۔ اسی لیے انہوں نے ایک طرف تو قرآن حکیم سے تعمیر اقوام کے عوامل پر تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا اور تذکرہ کے طول و عرض میں اس پر بحث کی اور دوسری طرف ایک نئے انداز سے ایک نئے دستور العمل پر ایک جماعت ترتیب دے کر احیاء اسلام کی عملاً" بنیاد رکھ دی۔ اور وہ لوگ اس دستور العمل پر چل کر ہی چند ہی سالوں میں سنجیدہ انقلابی نظر آنے لگے۔ دیگر مذہبی جماعتیں جہاں صرف مذہبی شعائر کو اپنانے پر زور دے رہی تھیں۔ حضرت علامہ مشرقیؒ نے اس پر خط تنسیخ پھیر دیا اور علی الاعلان کہا کہ اگر توحید کا شرعی اعتقاد امت کے اعضاء میں جذب دل' وحدت اور عصبیت قائم نہیں کرتا' خدا کا یقین' ہیبت اجتماعی' پابندی عمل' من و عن قائم نہیں کرتا۔ صلواۃ حاضرہ جماعت کے ہر رکن میں تکرم اخلاق پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ زکواۃ سے قوت اور امن' حج سے تمرکز و اتحاد' صوم سے تزکیہ نفس' تقویٰ سے ضبط و تربیت کی عادت پیدا نہیں ہوتی تو پھر یہ اسلام قطعا" اسلام نہیں' توحید قطعا" توحید نہیں۔ تب یہ صلواۃ نری اٹھک بیٹھک ہے۔ یہ زکواۃ ہوائی سنگریزے ہیں۔ یہ حج دشت پیمائی ہے۔ پاؤں میں چکر ہے۔ صوم مقاطعہ جوعی ہے۔ یہ اماس سر کی دوا ہو تو ہو صوم نہیں بلکہ یہ سب نصاب عمل کفر کے مترادف ہے۔ بلکہ اگر یہ اسلام عالمگیر حیثیت اختیار کر کے اعلون کے درجہ تک نہیں پہنچتا تو اسلام اسلام نہیں کفر کی پریشان حالی ہے۔ (تذکرہ کی چوتھی جلد سے ہفت روزہ البلاغ نے شائع کیا) انہی شعائر اسلامیہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا (تذکرہ افتتاحیہ عربی صفحہ (۵۶) میں خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں

124739

اسلام کی بنیاد ان باتوں پر نہیں جو تم گمان کرتے ہو۔ کلمہ' روزہ' نماز' حج' زکواۃ جن کو آپ ارکان اسلام کا نام دے رہے ہیں یہ تو محض امت محمدیہ کے وہ ظواہر و مناسک ہیں جو اسے دوسری امتوں سے ممیّز کرتے ہیں' لیکن اسلام کی بنیاد ان پر ہرگز نہیں رکھی گئی اور نہ ہی یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ ان سے کوئی شے جنم نہیں لیتی' نہ اس کے کرنے میں قومی فلاح کا راز مضمر ہے۔ اور نہ یہ ان باتوں میں شامل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ نہ نبیوں کو ان کی وصیت کی' نہ قرآن حکیم کے اندر کلمہ شہادت کا تعین کیا گیا' نہ نماز کی رکعتوں کا تعین ہے۔ نہ مال کے انفاق کا کوئی قاعدہ کلیہ بتایا گیا' نہ ارکان حج کی تفصیل دی گئی' اور یہ سب باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صوابدید پر چھوڑ دیں۔" لیکن اسلام کی بنیاد ان دس اصولوں پر یقیناً" ہے۔ توحید فی العمل زبان کے علاوہ وحدت امتہ' اطاعت امیر' جہاد بالمال' جہاد بالسیف اور بالنفس' ہجرت' استقامت' مکارم اخلاق' علم' ایمان بالاخرت اور یہ دس خوبیاں ان متذکرہ پانچ شعائر قائم کرنے سے حاصل ہوتی ہیں جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے جس قوم کے اندر مجموعی طور پر یہ دس خوبیاں داخل ہو جائیں گی وہی غالب ہے اور ان میں سے چار پانچ خوبیاں اقوام یورپ میں آج بھی موجود ہیں۔ جس کی بنیاد پر وہ ان پر غالب ہیں جن میں متذکرہ دس میں سے ایک بھی موجود نہیں۔ اپنے ان نظریات کو آپ نے اپنی بقیہ عمر کی سرگرمیوں کی بنیاد بنا لیا اور "خاکسار تحریک" کو محض ان مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا۔

خاکسار تحریک کا پس منظر

غلبہ اسلام کی تڑپ محض تذکرہ کی اشاعت تک ہی محدود نہ تھی۔ ۱۹۲۶ء مئی میں موتمر عالم اسلام منعقدہ مصر میں جہاں مندوبین نے آپ کے تذکرہ کی شہرت کی وجہ سے بھرپور استقبال کیا۔ وہاں اس موتمر میں آپ نے چار تجاویز پیش کیں۔ ○ پہلی یہ تھی کہ پورے عالم اسلام میں محلہ کی سطح سے ایک تنظیم پیدا کی جائے۔ جو بتدریج اسلامی ممالک میں اپنی امارت قائم کرے۔ جو مسلمانوں کے روحانی اور عام معاملات میں مداخلت کی مجاز ہو۔ ○ دوسرا یہ کہ یہی موتمر عالم اسلام کی نمائندہ بنائی جائے اور اس کے اجلاس باری باری معینہ مدت میں ہر اسلامی ملک میں منعقد کیے جائیں۔ ○ تیسرے بیت المال قائم کیا جائے۔ ○ اور چوتھی تجویز یہ تھی کہ موجودہ موتمر اس چھت کے نیچے کھڑے ہو کر کھلے دل سے اعتراف کرے کہ وہ حنفی، مالکی، شافی اور حنبلی وغیرہ نہیں بلکہ صرف مسلمان ہے۔ اور اس کے لیے دلیل دی کہ ایک شخص جو امام ابو حنیفہ کا اتباع کرتا ہے ظاہر ہے کہ دیگر تین آئمہ کے اتباع سے منکر ہے، ایسے میں اگر چوتھے کے اتباع سے انکار کر دے تو کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ بہرحال اکثریت نے ان تجاویز سے اتفاق کیا لیکن اگلا قدم اٹھانے کا حوصلہ کسی میں نہ تھا۔

ایک دو سال تک مزید غور کرنے کے بعد غلبہ اسلام کی تڑپ نے انہیں مجبور کر دیا کہ یکا و تنہا اس کام کو شروع کریں۔ آپ نے خود ہی اعتراف کیا کہ جو منصوبہ میں نے پیش کیا ہے یہ چند سالوں میں نہیں بلکہ کئی عشروں میں بھی مکمل ہو جائے تو بڑا غنیمت ہے۔ اس کام کے لیے صدیاں درکار ہیں اور کئی مراحل سے گزر کر یہ کام مکمل ہو گا۔ لیکن میں اس یقین کے باوجود

بیکار بیٹھے رہنا گناہ سمجھتا ہوں اور مجھے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔

غور کا مقام ہے کہ عہد نبویؐ میں مکہ کے اطراف میں قریش کے بارہ مختلف قبائل آباد تھے اور صدیوں سے وہاں ایک بہترین قبائلی نظام موجود تھا اور اسی وجہ سے اس دور کے عرب مشرق و مغرب کے درمیان کامیاب تاجر بن کر ابھرے اور بڑی مدت تک اس بناء پر اہل مغرب سمجھتے تھے کہ عرب میں ہاتھی دانت' ریشم اور گرم مصالحے بافراط پیدا ہوتے ہیں مکہ کی اسی عالمی منڈی میں کعبۃ اللہ اطراف عرب کا روحانی مرکز بھی تھا۔ قبائلی بے حد منظم تھے۔ اور سب نے اس مرکز سے متعلقہ ذمہ داریاں اپنے اندر تقسیم کر رکھی تھیں۔ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خاندان اس مرکز میں خون بہا کی وصولی کا منصب سنبھالے ہوئے تھا) لیکن اس قبائلی نظام کے اندر سب سے بڑی بنیادی خرابی یہ ہوتی ہے کہ وہاں جو طاقت ور کہے وہی قانون ہوتا ہے۔ اسی پیدائشی خامی سے بے راہ روی اور من مانی جنم لیتی ہے۔ جو سوسائٹی کے اندر خرابیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیتی ہے۔ اور اصلاح کی گنجائش کم ہو جاتی ہے صرف انقلاب ہی راہ راست پر لا سکتا ہے۔ ان کی تنظیم عملاً'' اس قدر مکمل تھی کہ ابرہ جیسا سپہ سالار ہاتھیوں کی کثیر فوج کے باوجود مکہ سے بے نیل و مرام لوٹا اور منہ کی کھائی' ان قبائلیوں پر قابو نہ پا سکا۔ یہی خصوصیت آج بھی قبائل کی زندگی کا طرہ امتیاز ہے۔ ہمارے شمال کے قبائلی ۱۰۰ سال میں برطانوی حکمرانوں سے نہ دب سکے۔ کرد آج بھی عراق میں بے لگام ہیں۔ تو ایسے حالات میں وہاں انقلاب لانا معجزہ سے کم نہیں۔ بلکہ عام حالات میں ممکن نہیں تھا اسی عالمگیر اصلاحی انقلاب کے لیے ۱۳ سالہ مکی دور میں ایک جاندار انقلابی تحریک پیدا ہوئی جس نے ہجرت کر کے اپنے دوسرے اور آخری مرحلہ

پر کام شروع کیا اور دس سال کے اندر انقلاب نے اپنے پاؤں جما لیے۔

اس نقطہ نظر سے اصلاحی انقلاب کے لیے حضرت علامہ مشرقیؒ نے ۱۹۳۱ء میں اشارات کے ذریعے مسلمانان ہند کو انقلابی تحریک کی دعوت دی۔ ملازمت کے دوران ہی ۲۵ اگست ۱۹۳۱ء کو ضلع لاہور کے گاؤں پانڈوکی میں اس کی بنیاد رکھی۔ اگلے سال جب رضا کاروں کا ایک تربیت یافتہ دستہ مارچ کرتا ہوا پشاور کے بازاروں میں گھوما تو انتظامیہ کے اعلیٰ حکام کو تشویش ہوئی اور اس پر اعتراض کیا کہ ایسی تنظیم کسی بھی لمحے حکومت کے لیے مشکلات پیدا کر سکتی ہے۔ حکم دیا کہ اس کی سرگرمیاں محدود کر دی جائیں علامہ صاحب کو مشورہ دیا کہ اگر ایسا ہی ارادہ ہے تو ملازمت ترک کر دیں۔ چند ہفتوں بعد آپ ملازمت چھوڑ چکے تھے تو تحریک کی سرگرمیوں کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

مکہ میں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوریدہ سر اور ضرورت کی حد تک منظّم قبائل کے اندر عالمگیر اصلاحی تحریک کا شروع کرنا یقیناً" ایک ناممکن العمل اقدام تھا۔ وہ لوگ باقاعدہ فوج کے آگے بھی نہ جھکے۔ تو ان کے اندر انقلاب لانے کا ایک ہی فطری اور سائنٹیفک طریقہ کار تھا کہ تنظیم پیدا کی جائے۔ جس سے کارکنوں کے اندر اتحاد عمل پیدا ہو۔ اس سے ایک مستقل حرکت شروع ہوئی اور کارکنوں کے اندر اعلیٰ اخوت قائم ہو گئی۔ وحی نے اپنے طلسماتی اثر سے ان کے اندر بے پناہ استقلال پیدا کر دیا چند صد افراد کی یہ مختصر جماعت وقف شدہ کارکنوں کی اعلیٰ اخلاقی صلاحیتوں کی بدولت صرف ۳۰۰ افراد کی قربانی سے ایک عظیم الشان اصلاحی انقلاب ۲۳ سال میں لانے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ بنیادی اراکین اعلیٰ اخلاقی قدروں کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔

جس کے بل پر اہل عرب کے اس روحانی اور عالمی تجارتی مرکز پر جنگ کے بغیر قبضہ ہو گیا۔ وہ ابو سفیان جو بیس برس تک رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین مخالفین میں سے تھا اور جو غزوہ احزاب کے موقع پر اپنی قائدانہ صلاحیتوں کی بناء پر پورے مشرکین عرب کا متحدہ محاذ بنا کر رسولؐ خدا کے مقابلہ میں لے آیا۔ مسلمانوں کی اعلیٰ اخلاقی اقدار اور ہمہ گیر بھائی چارہ سے متاثر ہو کر مکہ پر مسلمانوں کے داخلہ کے وقت مزاحمت سے ارادۃً" باز رہا۔ رسولؐ خدا سے انتہائی فراخدلی کی توقع تو کی جا سکتی تھی' لیکن یہ سب کچھ تنظیم اور جماعت کی کرامات تھیں۔ جس نے اس حد تک سائنسی نتائج پیدا کیے کہ گھروں سے چند سال پیشتر نکالے گئے ہر قطع کے مسلمانوں نے بھی اپنے مخالفین اور دشمنوں کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ ان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر تحریک کے مقاصد کو آگے بڑھایا۔ بعد میں حضرت ابو سفیانؓ اور ان کے خاندان کی تعمیری جدوجہد بھی نمایاں اور قابل تعریف تھی۔ جس نے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں نے جو فطری طریقہ کار اپنایا ہے اس نے سائنسی نتائج پیدا کیے۔ اس سے مواخات کا اٹوٹ رشتہ استوار ہو گیا اور سب مخالف مخالفت ترک کر کے بھائی بھائی بن گئے۔

دنیا میں اکثر ممالک میں جنگ و جدال کے ذریعے انقلاب آتے ہیں مگر مخالفین کے ساتھ یہ عفو درگزر' یک جہتی اور اعتماد کا یہ نظارہ' تاریخ انسانی نے پہلی بار دیکھا تھا۔ یہی قرآن حکیم کی تعلیم کا سائنسی پہلو ہے کہ دیگر کلیات کی طرح اس کی تعلیم سے متعینہ مقاصد توقع کے عین مطابق نکلے۔ اسی تربیت پر بھروسہ رکھ کر صلح حدیبیہ کا بظاہر مورال گرانے والا معاہدہ کر لیا۔ اور مسلمان کم شرائط پر بھی رضامند اس لیے ہو گئے تھے کہ انہیں یقین تھا کہ معاہدہ کے

مطابق اگر کوئی مسلمان دوبارہ کفار میں چلا گیا' اور اسے واپس نہ بھی کیا گیا' تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ فرد اس حد تک تربیت یافتہ ہے کہ وہاں جا کر بھی اپنے مقاصد کو ہی سامنے رکھے گا۔ اور کفار کا جو فرد مسلمانوں میں چند دن رہ کر واپس چلا جائے گا وہ مسلمانوں کے عمل اور اخلاق سے یقیناً" متاثر ہو کر کفار میں پہنچ کر ابلاغ کا ذریعہ بنے گا۔ یہ سب اس دستور العمل اور اس کے حوالے سے پیدا شدہ تربیت پر اعتماد کا اظہار تھا۔ حالیہ تاریخ میں جن راہنماؤں نے کارکنوں کی کسی حد تک تربیت کی انہوں نے اسی حد تک صحت مند انقلاب برپا کیا جہاں تربیت نہ تھی غداری اور وطن و قوم دشمنی کے حوالے سے منفی نتائج پیدا ہوئے۔ تاریخ تصدیق کرتی ہے کہ ملکہ کیتھرائن (۱۷۲۹ء۔ ۱۷۹۶ء) کی عیاشیوں اور زار الیگزینڈر (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۸۱ء) کے غلط اقدامات کے باعث روس میں عدم تحفظ کا احساس بڑھا استاریکوف جیسے قد آور لوگ لینن (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۲۴ء) کی جاندار قیادت نے پیدا کیے تاریخ نفی کرتی ہے کہ بالشویک راہنماؤں نے سطح مرتفع یورال کی پر پیچ گھاٹیوں میں اصلاح کی غرض سے روس کی اٹھتی جوانیوں کو کبھی مارکس (۱۸۱۸ء۔ ۱۸۸۳ء) کی تھیوری پڑھائی ہو کبھی ان کے سامنے اشتراکی فلسفہ دان پلیخانوف کا فلسفہ بیان کیا ہو کبھی ٹالسٹائی (۱۸۲۸ء۔ ۱۹۱۰ء) کی نظمیں اور گورکی (۱۸۶۸ء۔ ۱۹۳۶ء) کے افسانے یاد کرائے ہوں انہوں نے روسی نوجوانوں کے سامنے صاف اور دو ٹوک الفاظ میں فطرت کے یہی دس اصول رکھے تھے۔ اجتماعیت کا عظیم فلسفہ آتش زیر پالیڈر کی بے غل و غش اطاعت کا جذبہ' وحدت عمل' تنظیم سے وفاداری کا استقلال' تحریک کی آن پر مر مٹنے کا حوصلہ' جہاد بالسیف' موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے اور مشکلات پر صبر کا بلند قرآنی کریکٹر پیدا کیا۔ عزت

نفس، آزادی کا صحیح شعور پیدا کیا۔ ان اصولوں پر عمل کر کے عشروں تک یہ حریت پسند موت سے کھیلتے کھیلتے تحریک کو اس کی منزل تک لے آئے۔ اس طرح چین کے حالیہ انقلاب ۱۹۴۹ء کے پس منظر میں پہلا انقلاب جو مانچو شہنشاہیت کے خلاف بپا کیا گیا' اس میں سیاسیات کو پیش نظر رکھا گیا اور کارکنوں کی مناسب تربیت نہ ہو سکی' جس سے ۱۹۱۱ء کے ڈاکٹر سن یات سین (۱۸۶۰ء۔ ۱۹۳۵ء) کی سربراہی میں لائے گئے انقلاب سے منفی نتائج پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۴ء کے بعد ماوزے تنگ (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۶ء) کی عظیم القدر قیادت میں جو ٹیم ۱۹۴۹ء تک تیار ہوئی' اس کی اعلیٰ اخلاقی تربیت کی گئی' ان کے اندر انقلاب لانے کا جذبہ پیدا کیا' ان کی شاندار تنظیم کی گئی اور عشروں تک موت سے کھیلنے والے تربیت یافتہ کارکن پیدا کیے۔ اور صرف اس تربیت یافتہ جمعیت کے باعث ہی مثبت نتائج پیدا کرنے والا انقلاب آیا۔ ۱۹۴۹ء کے انقلاب نے جس میں امکانی حد تک اخلاقی تربیت اور تنظیمی قوت پیدا کرنے سے اصلاح عام کا دور دورہ شروع کر دیا۔ دو عشروں میں انہوں نے اپنے بنیادی مسائل کا نوے فیصد حصہ حل کر لیا تھا۔ ان کے اندر اطاعت گزار فرمانبرداری اور ڈسپلن نے دو عشروں میں ان سے بار بار معجزے ہی پیدا کروائے۔

انقلاب کے لیے شرط اول اصلاح نفس اور تنظیم ہے حالیہ تاریخ میں انقلاب لانے والوں نے کم و بیش اسی کلیہ کو اپنایا۔ روس کے ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے پس منظر میں عظیم راہنما لینن کا یہی نقطہ نظر تھا کہ انقلاب کے لئے ان لوگوں کی ضرورت ہے ' جو جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان عمل میں نکلیں۔ چین کے ۱۹۴۹ء کے انقلاب کے رہنما ماوزے تنگ کا کہنا تھا' کہ

انقلاب کا راستہ بندوق کی نالی سے ہو کر گزرتا ہے۔ ۱۹۳۹ء کے جرمنی کے ہیرو ایڈولف ہر ہٹلر (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۴۵ء) نے بھی یہی کہا کہ کسی عالمگیر تحریک کو کامیاب طور پر چلانے کے لئے ان بہادروں کی ضرورت ہوتی ہے جو ملک اور قوم کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر سکیں۔ اسی طرح انقلابی جذبات اور قربانی کے علاوہ اخلاقی تربیت بھی سب کے پیش نظر تھی۔ اور مقدور بھر کی گئی۔ اور جس حد تک کی اس حد تک فطرت سے انعام بھی پایا۔ ولاڈی میر لینن (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۲۴ء) کا قول تھا کہ انقلاب کے لیے اعلیٰ کردار کے حامل لوگ چاہیں۔ ماؤزے تنگ کا بھی قول تھا کہ ہتھیار جنگ میں اہم ضرور ہیں لیکن فیصلہ کن کردار عوام کی منظم قوت سرانجام دیتی ہے۔ یہی نقطہ نظر ہٹلر کا تھا کہ کسی قوم کا بلند اخلاق اور اس کی نسل کا علو مرتبت ہونا قومی تعمیر کے لیے مقدم ہے۔ اقتصادیات کا نمبر دوسرا یا تیسرا ہے۔ اور یہی نقاط نظر المشرقیؒ کے پیش نظر تھے کہ پہلے دشمن کی طرح مضبوط ہو جاؤ پھر دشمن سے ٹکرا جاؤ اور مزید یہ کہ وہی انقلاب کامیاب ہو سکتا ہے جو بلند کردار عوام کی منظم قوت سے پیدا ہو۔ اس سے پہلے ٹائرس نے سوکل تحریک کے ذریعہ چیک نوجوانوں میں جسمانی صحت اور چستی، تحمل اور استقامت، اس طور پیدا کر دی کہ پورے چیکو سلواکیہ کو فوجی کیمپ کی صورت میں ڈھال دیا۔ علیٰ ہذا ہنی بال (۲۴۷۔ BC۱۸۳) نے فنیقی جوانوں کے اندر وہ عسکری قوت اور مضبوط کریکٹر بھر دیا تھا کہ انہوں نے ایلپس کی برفانی گھاٹیوں کو عبور کر کے قیصر روم کو گرفتار کر لیا۔ جارج واشنگٹن (۱۷۳۲ء۔ ۱۷۹۹ء) نے حصول آزادی کے لیے امریکی جوانوں کے ہاتھ میں ہتھیار دے کر انہیں آڑے آنے والے آباؤ اجداد کے ساتھ قتال پر آمادہ کر دیا۔ ٹوجو نے جاپانی بچوں میں بھی روح حیات

پیدا کردی کہ وہ موت سے بے خوف ہو گئے۔ تو انقلاب لانا سیاست دانوں اور مصالحانہ مداخلت کے بہانے تلاش کرنے والوں کے ذریعے ممکن ہی نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں جب جزائر برطانیہ کے بحری قذاق پرتگیزی ڈاکو البوکرک (۱۵۱۵ء) اور فرانسیسی لٹیروں ڈوپلے (۱۷۶۴ء) اور لالی (۱۷۸۰ء) کو ہندوستان کے جنوبی ساحل سے پیچھے دھکیل کر آگے بڑھے تو زوال یافتہ قوم کے میر جعفر، اوما چند، میر صادق، محمد علی جاہ والا، چندا صاحب ملہار، راؤ ہلکر، نظام الملک آصف جاہ، حکیم احسن اللہ خان، سر سید احمد خاں، نواب عبداللطیف خاں، پروفیسر صلاح الدین خدا بخش اور تاؤمل بنئے جیسے خود ساختہ مصلحین استقبال کے لیے موجود تھے اور بعد میں انہی کے جانشین ساری زندگی رولٹ ایکٹ سائمن کمیشن، راؤنڈ ٹیبل کانفرنس، منٹو مارلے اصلاحات اور انگریزی حکومت کے پھینکے ہوئے ہوم رول کے کھلونوں پر آپس میں گتھم گتھا ہوتے رہے اور جو کچھ یوں بچ گیا اسے آزادی کے کھاتے میں ڈال دیا انقلاب لانے کا طریقہ کار صرف یہی ہے کہ تنظیم کے ذریعے اعلیٰ کردار پیدا کیا جائے اگر انقلاب نہیں آیا تو اس کی وجہ محنت میں کمی تو ہو سکتی ہے طریقہ کار یہی ہے اور کامیاب انقلاب انہی بنیادوں پر آئے۔

برصغیر میں خاکسار تحریک کے آغاز سے قبل اصلاح احوال کے لیے دانشور علماء کرام اور نیم پخت سیاسی اکابرین، پیغام خدا کے برعکس مغرب کے سیاسی انقلابی فلسفوں کے ذریعے اپنا سب کچھ لٹا چکے تھے اور ان غلط اقدامات کی وجہ سے آپس میں پھٹ چکے تھے۔ اور محکمہ قضا و قدر ان پر محکومیت، ذلت و مسکنت کی مہر ثبت کر چکا تھا۔ مولوی کے توحید شکن مذہب کے بالمقابل کئی درجن فرقوں میں بٹ کر اپنی افادیت کھو بیٹھے تھے۔ دوسری طرف

خود ساختہ راہنماؤں بلکہ انگریز کے اپنے ہاتھوں سے گھڑ کر بنائے ہوئے اور اپنے رعب سلطنت سے مسلمانوں کے کندھوں پر زبردستی سوار کیے ہوئے نام نہاد مصلح، قوم کی عزت، حمیت اور غیرت کو انگریز کے قدموں پر نچھاور کرنے والوں کو محافظ اسلام قرار دے رہے تھے۔ جب محکوم مسلمانوں کا مذہب محمڈن لٹریری سوسائٹیاں قائم کر کے ماڈرن بنایا جا چکا تھا۔ جب شاہ ولی اللہ اور شاہ ابو اسحاق کا قومی اور ملی فلسفہ علی گڑھ کے ناکارہ اور غلام گر فلسفے سے بدل چکا تھا۔ جب سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل بریلوی اور تیتو میر بنگالی سر میدان قتل ہو چکے تھے۔ جب شیخ الہند محمود الحسن اور عبیداللہ سندھی ملک بدر ہو چکے تھے۔ جب رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی کافر قرار پا چکے تھے۔ جب تحریک ریشمی رومال بے حس قوم کی شان بے نیازی کے نذر ہو چکی تھی۔ جب خلافت اور ہجرت کی جوشیلی تحریکیں اپنے منطقی انجام تک پہنچ چکی تھیں۔ جب وحدت الوجود کے علمبردار پیران طریقت انگریز کے حاشیہ نشین بن کر اپنے آٹھ آنے یومیہ والے مریدین باصفا کے بازوؤں پر ترکوں کی گولیوں سے محفوظ رہنے کے تعویذ باندھ کر خلافت اسلامیہ ترکیہ کا علم سرنگوں کرا چکے تھے، جب مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا نوحہ خواں شاعر اقبال اپنا نام تاج برطانیہ کے وفاداروں کی فہرست میں درج کروا کر اسی طرح مرثیے لکھ لکھ کر شعر و ادب میں چاشنی پیدا کر رہا تھا جس طرح آل عباس کی تباہی پر سعدی، آل عدنان کی تباہی پر ابن بدروں اور آل تیمور و بابر کی ہلاکت پر داغ نے مرثیہ گوئی کر کے شعر و ادب میں نکھار پیدا کیا۔ تو ان مایوس کن حالات میں مسلمانوں کو منظم کرنے، نشاۃ ثانیہ اور غلبہ اسلام کی تڑپ نے مشرقیؒ کو اگلا قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ ۱۴۹۶ء تک متحدہ ہندوستان کے ساتھ تجارت

میں عرب سب سے آگے تھے جب اسی سال واسکوڈے گاما نے یورپ اور ہند کے درمیان جنوبی افریقہ کے راستہ بحری راستہ دریافت کیا تو اس کے بعد یورپین تاجروں کا براہ راست ہند کی طرف تجارت کا رخ ہو گیا۔ ہندوستان کے مغربی ساحل پر اتفاق سے مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بہت ہی کم تھا اسی طرح مشرقی گھاٹ پر یہ تناسب مزید کم تھا۔ مغرب کے تاجر اور مغل ایک ہی عہد میں ہندوستان آئے ۱۵۲۶ء میں بابر نے مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ان کا یہ غلبہ ۱۷۰۷ء تک اورنگ زیب عالمگیر کی وفات تک رہا۔ پونے دو سو سال کے اس عرصہ میں مغربی تہذیب تجارت کے اصول اور ان کی تعلیم کو ان دونوں ساحلوں تک پہنچا دیا۔ جہاں ہندو کی اکثریت پہلے سے ہی موجود تھی۔ ظاہر ہے ہندو کو تجارت اور مغربی تہذیب اور مغربی تعلیم، مسلمان کے بالمقابل تقریباً" دو صدیاں پہلے سے حاصل تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد زوال شروع ہوا۔ کچھ تو اورنگ زیب کے بیس سال تک مرہٹوں سے نزاع نے اور کچھ احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ ابدالی کے بے مقصد حملوں نے مغلیہ سلطنت کے کمزور جانشینوں کو مزید کمزور کر دیا۔ ۱۷۵۷ء کی پلاسی کی جنگ نے اہل برطانیہ کا اقتدار بنگال میں قائم کر دیا اور اگلے سو سال میں پورا ہندوستان ان کی گود میں تھا۔

انگریزوں کے اقتدار سے پہلے ہندوستان میں جتنے لوگ حملہ آور ہوئے وہ یہاں کے ہو کر رہ گئے۔ آریہ آئے یونانی آئے مسلمان آئے' ترک اور مغل آئے سبھی یہاں کے باسی بن گئے اور یہاں کی رعایا میں مدغم ہو گئے۔ ان میں سے باصلاحیت لوگوں نے جب جب اپنی حکومتیں قائم کیں اہل ہند کی اقوام نے بلا لحاظ مذہب سب کے ساتھ وفاداری قائم رکھی۔ سولھویں صدی

کے یورپین آباد کار صرف تجارت کی غرض لے کر آئے تھے۔ ۱۴۹۶ء سے لے کر ۱۷۰۷ء تک انہوں نے بظاہر اقتدار ہند کو حاصل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ کی صرف باضابطہ تجارتی کمپنیوں کے ذریعے یہاں تاجر بن کر رہے۔ ہندوستان کے اندر انحطاط عام اور پے در پے کمزور حکومتوں نے اسے تقسیم در تقسیم کر کے رکھ دیا۔ اس کا یورپین تاجروں نے فائدہ اٹھایا اور پاؤں پھیلانے شروع کر دیئے۔ انہوں نے بہتر صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تو اہل ہند کا اقتدار ختم کر کے ۱۸۵۷ء کے بعد اہل برطانیہ کا اقتدار قائم کر دیا وہ سابقہ حملہ آوروں یا ملک کے اندر ہجرت کر کے آنے والوں کے برعکس یہاں ایک دن بھی رہنے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھے اور صرف تاجرانہ شہنشاہیت کے منصوبے پر کام کرتے رہے۔ ان کا مرکز برطانیہ تھا اور متحدہ ہندوستان میں زرعی نظام، آبپاشی کا نظام، آمدورفت کے وسائل، ڈاک، تعلیم وغیرہ کے نظام، صرف برطانوی مفادات کو سامنے رکھ کر قائم کیے۔ یہی نو آبادیاتی نظام تھا۔ جو اہل مغرب نے پندرھویں صدی کے بعد اپنے مقبوضات میں رائج کیا۔ اس نظام کو نیک نیتی سے بھی چلایا جاتا تو اہل ہند کو خسارہ تھا۔ کیونکہ انگریز تاجر یہاں رہ کر روپیہ کماتے اور اس کمائی اور منافع سے مغرب میں اپنی مصنوعات یا خام مال بھیجتے تو عملاً" ان برآمدات سے اہل ہند کو زرمبادلہ نہیں ملتا تھا۔ تو اس لحاظ سے دو سو سال میں جو برآمدات ہوئیں ان کی کمائی کا روپیہ بھی مغرب میں ہی رہ گیا۔ اور ہندوستان جو کبھی سونے کی چڑیا مشہور تھا کنگال ہو گیا۔ اس کے برعکس اہل مغرب نے یہاں سرمایہ کاری ایسی مدات میں کی مثلاً ریلوے، نہری نظام، عسکری نظام، مواصلات کا نظام، تعلیم کا نظام، صحت اور ڈاک کا نظام اگرچہ یہ نظام ضروری تھے، لیکن یہ پیداواری مدات نہ تھیں۔

خام مال یہاں کھپا کر یورپ میں پہنچانے کا اہتمام ہوتا تو یہ پیداواری منصوبہ تھا۔ اس سے ملک کی معاشی حالت سدھر سکتی تھی بظاہر نیک نیتی پر مبنی اس منصوبہ بندی نے عملاً" اہل ہند کو مفلوک الحال بنا کر رکھ دیا وہ لوگ جو تاجر پیشہ تھے انہوں نے برطانوی حکمرانوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ اور یہی تاجر اکثر و بیشتر ہندوستان کے سیاسی راہنماؤں پر اثر انداز ہوتے تھے۔ ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک برصغیر میں جتنے بھی نام نہاد راہنما انگریز کے ساتھ سمجھوتہ کے ساتھ منظر عام پر آئے وہ درحقیقت دانستہ یا نادانستہ برطانوی حکمرانوں کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے۔ ان سب کے سیاسی افکار ایک غلام قوم کے درباری اکابرین کے افکار تھے۔ ہندوستان کو غیر ملکی سامراج کے پنجے سے چھڑانا ان کا براہ راست مقصد نہیں تھا۔ ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس جو بظاہر ہندوستانیوں کے حقوق کی علمبردار بن کر منظر عام پر آئی اور ہندوستان کے اندر متحدہ قومیت پیدا کر کے انہیں ایک قوم بنا دینا چاہتی تھی' ان کے راہنماؤں کے ذہنی افلاس نے برطانوی شاطروں کے اشاروں پر سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا اور برطانوی حکمرانوں سے ہندوستانیوں کے حقوق کے لیے مہذب طریقہ کار اپنا کر حکمرانوں کو ان کے حصول کے لیے مودبانہ ریزولیوشنوں سے آگاہ کرنا شروع کیا تو یہ سیاسی پروگرام انڈین نیشنل کانگریس کے بنیادی مقصد کے سامنے ایک درمیانی رکاوٹ بن گیا۔ وہ اسی لکیر کو پچاس سال تک پیٹتے رہے۔ ۱۹۴۲ء تک حالت یہ تھی کہ کانگریس نے جنگ عالمگیر دوم میں برطانوی حکومت کی اپیل پر ہندوستان کی طرف سے فوجی مدد کی بھرپور مخالفت کی انگریز پھر بھی دو کروڑ افراد ہندوستان سے بھرتی کر کے لے گیا۔ آزاد ہند فوج کے ساتھ درپردہ کانگریس کی ساز باز کے باوجود انگریز حکمرانوں نے آزاد ہند فوج کا تہس نہس کر

کے بھی کانگریس کو اپنی ناراضگی کا احساس نہ ہونے دیا۔ ان پے در پے اقدامات کے بعد یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ انڈین نیشنل کانگریس ہندوستان کو صحیح معنوں میں آزاد کرانے کی کوئی سنجیدہ جماعت تھی۔ بلکہ کانگریس کے وجود نے ہندوستان میں فرقہ واریت کی داغ بیل ڈالی اور وہ تعصبات پیدا کر دیئے جو آج تک بڑھوتری کی طرف ہی جا رہے ہیں، کم نہیں ہوئے۔ یا یوں کہیئے کہ برطانوی لٹیروں کے خلاف نفرت پیدا کر کے اس سامراج سے نجات حاصل کرنے کے برعکس اپنے غلط اور سطحی پروگرام کے باعث ہندو اور مسلمان ہمسایہ اقوام کو ایک دوسرے کا دشمن قرار دے کر آمنے سامنے لا کھڑا کیا۔

مسلم لیگ کی بنیاد مسلمان جاگیرداروں نے ۱۹۰۶ء میں رکھی سر آغا خان، نواب وقار الملک، مولوی مشتاق حسین کے بعد نواب محسن الملک، مولوی مہدی علی کی قیادت کے بعد ۱۹۱۳ء کے بعد شیخ الفاضل محمد علی جوہر، شوکت علی، حسرت موہانی، ڈاکٹر انصاری، ظفر علی خاں، علی امام، سر شفیع، محمد اقبال اور حکیم اجمل خاں مسلم لیگ کے کرتا دھرتا رہے۔ ۱۹۲۹ء میں لیگ کے تین چار ٹکڑے ہو گئے تو شفیع لیگ، آل انڈیا سوشلسٹ مسلم پارٹی اور مسلم لیگ رہ گئے۔ اس وقت تک ہندوستانی سیاسیات میں مسلمانوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی اکثر مسلم قد آور کابرین انڈین نیشنل کانگریس میں تھے جمعیت علماء ہند اور مجلس خلافت ۱۹۱۹ء میں وقتی پارٹیاں ثابت ہوئیں اور جلد انجام تک جا پہنچیں۔ تو اس لحاظ سے مسلمان بے یارو مددگار تھے۔

تیسری طرف مسند ارشاد پر قابض علماء دین اپنی حماقتوں اور فرقہ پرستانہ رجحانات کے باعث مسلمانان ہند کو دیو بند اور بریلی کے مذہبی اڈوں میں

جھونک کر فرقہ واریت کا جہنم قائم کر چکے تھے۔

حضرت علامہ مشرقیؒ تذکرہ کے ذریعہ مروجہ مذہب اور عقائد کو مسلمان کے لیے زہر قاتل قرار دے چکے تھے اور بعد ازاں انہوں نے مولوی کے غلط مذہب کے خلاف خوب تشہیر کی تو اس لحاظ سے آپ عقیدوں والے اسلام سے پہلے ہی تائب ہو چکے تھے۔

ہندوستان میں برطانوی حکمرانوں نے جو نظام جاری کر رکھا تھا اس نظام نے ہی چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو انگریز سے برگشتہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف سیاستدان اسی نظام کے اتباع میں انگریز سے ہندوستانیوں کی نمائندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔ اور تیسری طرف مسلمان بے یارومددگار تھے۔ مسلم لیگ اپنے منطقی انجام کو ۱۹۲۹ء میں پہنچ چکی تھی۔

حضرت علامہ مشرقیؒ نے ان حالات سے استفادہ کرنا ہوتا تو انڈین نیشنل کانگریس، مسلم لیگ اور کئی دوسری جماعتوں میں ان کے لیے دروازے کھلے تھے۔ لیکن وہ ان بیکار باتوں میں پڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کے پیش نظر غلبہ اسلام تھا لیکن وہ اسلام نہیں جس کی موجودگی سے غیر مسلم نفرت کریں۔ قرآنی تعلیم کو انہوں نے بار بار سائنٹیفک اسی لیے ثابت کیا کہ اس پر چل کر قرن اول والا نبویؐ اسلام پھر رائج ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہی اسلام صحیح معنوں میں نفوذ میں آگیا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ غیرمذاہب پہلے کی طرح جوق در جوق اس کو اپنا نہ لیں مروجہ اسلام تو اس حد تک ناقص تھا کہ کوئی شخص اپنے عقیدے کو چھوڑ کر دوسرے فرقے میں جانا گناہ تصور کرتا تھا اہل سنت کا اہل حدیث بن جانا یا اس کے برعکس اہل حدیث کا اہل سنت بن جانا ناممکن العمل تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن اصلی اور نبویؐ اسلام کی یہ خصوصیت تھی کہ اگر ان

معنوں میں اس کو پیش کیا جائے تو غیر مذاہب کے لیے اس کو قبول کر لینے میں کوئی عذر ممکن نہ تھا۔

وحرٰمٌ علیٰ قریۃٍ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون (الانبیا)

"اور جس قوم کو ہم نے ایک دفعہ ہلاک کر دیا اُس کا پھر اُبھرنا محال ہے"

تذکرہ

گوہر

ہرگز نہیں یہ تو ایک عبرت ہے سو جو چاہے اِس سے عبرت پکڑ لے

جس میں مسلمانانِ عالم کو اُن کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغامِ آخر دیا گیا ہے

ناشر

التذکرہ پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس ۳۴ ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور - ۵۴۶۰۰

خاکسار تحریک کی ابتداء

ایسے حالات میں حضرت علامہ مشرقیؒ نے خاکسار تحریک کی ابتداء کی اس کے چودہ نکات میں سے پہلا نکتہ یہ تھا کہ ہم خاکسار نسل انسانی کے تمام فرقہ وارانہ جذبات اور مذہبی تعصبات کو اپنے نیک نفع رساں عمل سے کچل کر (لیکن مذہب کو برقرار رکھ کر) ایک مساوی غیر متعصبانہ' روادارانہ' مگر غالب نظام پیدا کرنے کے درپے ہیں جس میں سب اقوام سے بجا سلوک اور سب کی بجا پرورش ہو۔ اور جس کی بنیاد بے پناہ نیکی' سعی و عمل اور بے پناہ عدل پر ہو۔ یہ ایک عالمگیر اخوت قائم کرنے والی تحریک کا پیش نہاد تھا' نہ اس میں مذہب تھا' نہ سیاست' صرف عالمگیر بھائی چارہ تھا اس لحاظ سے خاکسار تحریک ان تمام سابقہ سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے تفرقہ انگیز دستور العمل سے ہٹ کر قائم کی گئی تھی۔ اور ان غلطیوں سے ارادۃً" اجتناب کیا جو اقوام ہند کے اندر سیاسی دھڑے بندی یا فرقہ واریت پیدا کرنے کا باعث بنی تھیں۔

حضرت علامہ مشرقیؒ خود لکھتے ہیں کہ ۲۵ اگست ۱۹۱۸ء کو صبح کے چھ بج کر دس منٹ پر جبکہ میں پورے تیس سال کا تھا مجھے پہلا انکشاف ہوا کہ "میری تمام زندگی کی الجھن مجھے صبر نہ لینے دے گی اور مجھے تیار ہو جانا چاہیے کہ میں کس مقصد کے لیے زندہ ہوں۔" تذکرہ کی تیاری اسی بے قراری کا ایک حصہ تھی۔

۲۵ اگست ۱۹۲۳ء کو صبح ٹھیک چھ بج کر دس منٹ پر میرے عزم میں پختگی پیدا ہوئی اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ مجھے اب انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ اس آخری واقعہ کے بعد یکم نومبر ۱۹۳۰ء کو معاملات دنیا سے ترک تعلق کر کے ۲۵ اگست ۱۹۳۱ء کو پہلی خاکسار جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ اشارات ۸

جولائی ۱۹۳۱ء کو مکمل ہو چکی تھی۔ فروری ۱۹۳۲ میں لاہور کی جماعت بنی اسی سال ۲ اکتوبر کو پہلا دستہ پشاور پہنچا۔ ۱۹۳۴ کے آخر میں جریدہ الاصلاح جاری ہوا جس نے تمام قائم جماعتوں کے اندر رابطہ پیدا کیا اور تحریک کا سنہری دور شروع ہو گیا۔ صوبہ سرحد کی حکومت نے خاکسار تحریک کی سرگرمیوں کو محدود کرنے کے لیے کئی پابندیاں عائد کیں اور ۲۵ اگست ۱۹۳۷ء کے بعد ان پابندیوں سے آزادی مل گئی۔ ان آزادیوں کو حاصل کرنے کے لیے جلسہ و جلوس توڑ پھوڑ اور احتجاج کی بجائے تحریک کے کارکنوں کے تعمیری پروگرام اور بے ضرر جدوجہد نے حکومت سرحد کو یہ جانتے ہوئے بھی حضرت علامہ مشرقیؒ جیسے جہاندیدہ اور خود سر راہنما کی چلائی ہوئی عسکری تنظیم کسی وقت بھی حکومت کے لیے مشکلات پیدا کر سکتی ہے اور پھر پابندیوں کے باوجود تحریک مسلسل ترقی کی جانب رواں دواں ہے اس کو جاری رہنے دیا ان حالات میں حضرت علامہ مشرقیؒ کا تحریک کو پابندیوں سے آزاد کروا لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ تحریک نہ صرف اپنے طے شدہ پروگرام پر حرف بحرف چل رہی تھی بلکہ اس کے مقاصد بھی کماحقہ پورے ہو رہے تھے۔ حکومت صوبہ سرحد کے سامنے یہ تجاویز بھی پیش کیں کہ زکواۃ کا قانون نافذ کیا جائے۔○ اوقاف کی آمدن جمع کرے۔ اور چونکہ خاکسار تحریک نے عملاً" ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک معاشرتی اصلاحی تحریک ہے ملازمین جو حصہ لینا چاہیں ان کو اجازت دی جائے تحریک کی پذیرائی اور دم خم نے دیگر گروہوں کو راستہ روکنے پر اکسایا۔ اور اکوڑہ خٹک میں سرخ پوشوں نے خاکساروں پر حملہ کر دیا۔ بہرحال تحریک کے بہترین تنظیمی نظام کی بدولت اس خون ریز مڈ بھیڑ کے بعد بغیر کسی مزید تلخی اور عناد کے حالات پر قابو پا لیا گیا اور تحریک آگے بڑھی۔

لواری ضلع حیدر آباد سندھ میں ایک مقام تھا جہاں ذوالحج میں ہر سال دو روزہ میلہ لگتا تھا جس میں شامل ہونے والوں کو حاجی کہا جاتا تھا' بلکہ یہ حج کی تاریخ کو ہی منعقد ہوتا تھا۔ اس آبادی کے قبرستان کو جنت البقیع کہا جاتا تھا۔ اور اس کے کنویں کے پانی کو آب زم زم باور کرایا جاتا۔ الغرض وہ تمام مناسک جو حج کے ساتھ وابستہ ہیں ادا کیے جاتے جو مسلمانوں کے اعتقادات کے صریحا" خلاف تھا۔ یہ حج جملہ علمائے کرام کوشش کے باوجود بند نہ کروا سکے۔ خاکسار تحریک کی تنظیم اور اٹھان کے آگے حکومت سندھ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور صرف مرکز کی طرف سے مطالبہ پر اس پر ہمیشہ کے لیے پابندی لگا کر اس بدعت کو ختم کر دیا۔ یہ اعجاز اس بہترین تنظیم اور سب کے لیے مفید لائحہ عمل کا تھا۔

ریاست جے پور میں مسجد کی فراخی کو بدنہاد راہنماؤں نے اچھال کر ہندو مسلم مسئلہ بنا کر رکھ دیا تھا اور اہل جے پور کے اندر منافرت کا طوفان کھڑا کر دیا مسجد کی سیڑھیوں پر ہی ۳۷ مسلمان شہید ہو گئے۔ خاکسار مرکز نے مداخلت کر کے اس منافرت کو ختم کر دیا' بلکہ ریاست جے پور کے والی کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ سرکاری خرچہ پر مسجد کی سیڑھیوں کو کھلا کیا جائے اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔ یہ بھی خاکسار کے حسن عمل کا اعجاز تھا اور حالات بتا رہے تھے کہ تحریک اپنے مقاصد پورے کر رہی ہے اور ان تمام رکاوٹوں کو تحمل بردباری' اور صبر و استقلال سے عبور کر کے تمام تلخیوں کو زائل کر کے آگے بڑھ رہی ہے۔ ۱۹۳۸ء میں لکھنؤ میں شیعہ سنی فسادات طرفین کے نام نہاد راہنماؤں کی اشتعال انگیزی نے شروع کرائے۔ خاکسار تحریک نے عملی مداخلت کی خاکسار تحریک کے چودہ نکات میں چودھواں نکتہ یہی ہے۔ ہم

خاکسار قوم کو نقصان پہنچانے والے یا قوم سے نفع اٹھانے والے لیڈروں لٹیروں دشمن کے تنخواہ داروں' خلاف قوم ایڈیٹروں اور اخباروں' سے غلط پروپیگنڈہ کرنے والے شخصوں' دشمن سے ملے ہوئے منافقوں ہندوستان کی مختلف اقوام میں منافرت پھیلانے والے شریروں خواہ وہ کسی قوم اور مذہب سے ہوں کے جانی دشمن ہیں اور ان سے انتہائی انتقام لینے کے لیے کھڑے ہیں خواہ اس میں ہمیں انتہائی قربانی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اسی چودہویں نکتہ پر عمل کر کے مداخلت کی۔ اور اعلان کیا کہ قرآن حکیم کے مطابق مسلمانوں کے دو فرقوں کے نزاع میں صلح کرا دو' اگر بات نہ بنے تو جو حق پر ہو اس کا ساتھ دو' موجودہ صورت میں دونوں حق پر نہیں ایک مدح صحابہ پر ضد کرتا ہے' جبکہ دوسرا تبرہ پر ضد کرتا ہے' حالانکہ دونوں ضد کے بغیر اپنے اپنے عقیدہ پر قائم رہ سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ واجب القتل ہیں۔ ان کا راستہ روکنے کے لیے سینکڑوں خاکساروں کو یو پی پہنچنے کا حکم ملا۔ خاکسار تحریک کا پانچواں نکتہ بھی یہی ہے کہ خاکسار کسی فرقہ کے عقاید کو نہیں چھیڑتا اس اعتقادی آزادی کو ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے۔ لیکن سب فرقوں میں اتحاد عمل پیدا کرنے کے لیے کھڑا ہے۔ خاکسار تحریک کا یہ منفرد طریقہ کار بقیہ مسلمانوں سے مختلف تھا وہ سب اس مسئلہ کو عقاید اور فرقہ پرستی کے نقطہ نظر سے دیکھ رہے تھے اور اشتعال پیدا کر کے منافرت اور نزاع کو بڑھا رہے تھے۔

یو پی کے ان فسادات میں خاکساروں کے غیر متعصبانہ مداخلت نے تحریک کی مقبولیت اور قوت میں مزید اضافہ کیا اور تحریک آگے بڑھی۔ لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ خاکسار تحریک نے پوری صوبائی حکومت سے ٹکر لی۔ اس کامیاب کوشش نے ہند میں برطانوی ایوان حکومت میں زلزلہ پیدا کر دیا۔

حکومت پنجاب کے سامنے بھی وہی تجاویز رکھیں جو صوبہ سرحد کی حکومت کے سامنے پیش کیں۔ ○ زکواۃ کا نظام، ○ بیت المال کا قیام اور ○ سرکاری ملازمین کی تحریک میں شمولیت کی اجازت کے علاوہ ○ خاکسار تحریک کے لیے ریڈیو اسٹیشن کے استعمال کی اجازت وغیرہ یہ مطالبات ثابت کرتے ہیں کہ تحریک کے حسب پروگرام آگے بڑھنے کی رفتار توقع سے زیادہ ہے اور مرکزی قیادت ان تمام مراحل سے گزر کر اب اس پوزیشن میں ہے کہ وہ حکومت کے سامنے بلند آواز میں اپنی تجاویز رکھے۔

زمانے کے اتفاقات کچھ اپنے بھی ہوتے ہیں۔ ۱۹۳۹ء تک عالمی سیاست اہل برطانیہ کے ہاتھ میں تھی جنگ عالمگیر دوم ستمبر ۱۹۳۹ء میں شروع ہوئی تو ہندوستان میں بھی ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا اور ساتھ ہی عسکری تنظیموں پر ڈیفنس آف انڈیا رول کے تحت پابندیاں عائد کر دی گئیں انجام کار خاکسار تحریک کی سرگرمیاں بھی ان پابندیوں کی زد میں آ گئیں۔

یو پی حکومت کے ساتھ پہلی مڈ بھیڑ سے تحریک کامیابی سے سرخرو ہوئی تو اس کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ ۱۹۳۹ء تک تحریک کی اٹھان کا نقشہ اس طرح کا ہے کہ متحدہ ہندوستان میں چودہ حلقے بنائے گئے۔ جہاں ایک ایک حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا بلکہ اس کی خوبی یہ تھی کہ ہر حاکم اعلی دوسرے صوبے میں سے لیا گیا۔ ان میں یہ لوگ شامل تھے۔ صوبہ سرحد اور کشمیر کے لیے نواب بہادر یار جنگ، صوبہ پنجاب کے لیے نواب محمد سرور والی بھک سٹیٹ، صوبہ سندھ کے لیے ڈاکٹر نذر محمد، بلوچستان کے لیے رئیس غلام مصطفیٰ خان بھرگری، صوبہ یو پی کے لیے حبیب اللہ خان ایڈووکیٹ، وسطی انڈیا کے لیے غلام احمد ایڈووکیٹ، صوبہ بہار کے لیے محمد اسلم، اوڑیسہ کے لیے شیر بہادر

خان بدرشی، صوبہ بنگال میاں احمد شاہ بیرسٹر، صوبہ بمبئی اور میسور کے لیے ملک محمد افضل، حیدر آباد دکن اور مدراس کے لیے وحید الدین حیدر بیرسٹر، آسام کے لیے محمد سرور خاں طاہر خیلی، برما کے لیے آغا غضنفر علی شاہ ایڈووکیٹ، دہلی اور اجمیر کے لیے ملک محمد اکرم خاں، اور مرکزی سیکرٹریٹ میں ڈاکٹر محمد اسماعیل ناظم تھے ۹۶ ناظمان اعلیٰ مقرر کیئے گئے جس میں گریجویٹ اور صاحب حیثیت لوگوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ اس وقت تک تحریک تقریباً ۳۵۰۰ مراکز میں قائم تھی جہاں رجسٹرڈ خاکساروں کی تعداد اڑھائی لاکھ سے زیادہ تھی جو ہمہ وقت حرکت میں تھے۔

نومبر ۱۹۳۹ء میں اعلان کیا گیا کہ ۱۵ جون ۱۹۴۰ء تک ۲۵ لاکھ خاکساروں کو بھرتی کیا جائے اور حکومت کی خصوصی خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹ کے مطابق ایک ماہ بعد ۶ لاکھ سے زیادہ خاکسار بھرتی ہو چکے تھے۔ اس غیر فرقہ وارانہ اور اصلاحی تحریک کی اس واضح مقبولیت نے ہندوستانی لیڈروں کی نیندیں حرام کر دیں۔

چونکہ اہل ہند اپنے اندر خامیوں کی وجہ سے تیزی سے تنزل کی طرف جا رہے تھے ۱۸۵۷ء میں ہندو اور مسلم مل کر بھی اس انحطاط کو روک نہ سکے۔ اس لیے کہ اس کے لیے نہ کوئی تیاری کی گئی تھی نہ رائے عامہ ہموار کی ایک جوش تھا جو ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے بعد جو ہندوستانی منظر عام پر آئے اور ہندوستانیوں کے نمائندے تصور کیے جانے لگے وہ اسی زوال یافتہ قوم کا ہی ایک حصہ تھے اور جو اقدام بھی انہوں نے کیے اس نے اہل ہند کو مزید پستی کی طرف دھکیل دیا۔ کسی نے قوت نافذہ تیار نہ کی نہ عوام کی حمایت حاصل تھی نہ عوام کو منظم کیا تھا۔ اس لیے وہ حکمرانوں کے درباریوں سے الگ کوئی

کردار پیش نہ کر سکے۔ انہوں نے نیک نیتی سے یا کسی اور نیت سے جو کچھ بھی کیا حکمرانوں کی ہی خواہشات کی تکمیل کرتے رہے۔ حکمران انہیں اپنے پروگراموں اور منصوبوں کے لیے ہی استعمال کرتے رہے۔ ان میں کثرت ان لوگوں کی تھی جو برطانوی حکمرانوں کے نامزد تھے' ان کے پروردہ تھے' ان کی ریاستی مشینری کے کل پرزے تھے' راجے اور نواب تھے' خطاب یافتہ تھے' ریٹائرڈ سرکاری ملازم تھے' مراعات یافتہ تھے' یا کسی اور وجہ سے منظور نظر تھے۔ لیکن ہندوستانیوں کے کسی آزاد نمائندے کو وہ قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتے تھے۔ انہی بھروسے کے خاندانوں میں سے ایک خاندان سر سکندر حیات خاں کا بھی تھا۔ انگریز اسسٹنٹ کمشنر ایل۔ ایچ۔ گریفن کی کتاب "پنجاب کے رؤسا اور قابل ذکر خاندان" میں لکھا ہے۔

۱۸۲۸ء میں کرم خاں نے سوار اور پیدل فوج اکٹھی کر کے' مارگلا کی پہاڑیوں میں ہندوستانی حریت پسندوں کو کچلنے کے لیے' جنرل نکلسن کے حوالے کی تو باغیوں نے طیش میں آکر کرم خان کا گھر جلا ڈالا۔ کرم خان کا بیٹا محمد حیات خاں جنرل نکلسن کا ایڈی کانگ مقرر ہوا۔ ہوتی مردان میں ہندوستانی حریت پسندوں کے ۱۹ویں' ۲۵ویں' ۴۶ویں پیدل فوج کو ترلو گھاٹ پر شکست دی اور تین سو مسلمان حریت پسندوں کو توپ کے دہانے کے ساتھ باندھ کر اڑا دیا۔ یہاں حریت پسندوں کو کچلنے کے بعد محمد حیات خاں دہلی پہنچا دہلی پر قبضہ کے دوران جنرل نکلسن زخمی ہو گیا تو انگریز کے بھروسے کے اس غدار قوم حیات خاں کو نکلسن کی نرسنگ کی ذمہ داری دی گئی۔ ازاں بعد محمد حیات خاں کو ستارہ ہند کا تمغہ دیا گیا اور بعد ازاں اسے نواب بنا دیا گیا۔

نواب محمد حیات خاں کا ایک بیٹا اسلم حیات خاں اور پوتا مسعود حیات

خاں بھی انگریز نوازی میں سب سے آگے نکل گئے۔ پہلی جنگ عالمگیر کے دوران خیبر' عراق' مشرق وسطیٰ کے مختلف محاذوں پر ترکوں کے خلاف مسعود حیات خاں نے اہم خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۱ء میں انڈین جنرل سروس کا تمغہ دیا گیا۔

نواب محمد حیاتؒ کا دوسرا بیٹا سر لیاقت علی خاں ۱۹۰۹ء میں پنجاب پولیس میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بھرتی ہوا۔ حریت پسندوں کی خفیہ باغیوں کی تنظیموں کی سراغ رسانی اس کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۹۲۲ء میں پرنس آف ویلز کی آمد پر لاہور میں شاندار خدمات کے عوض اسے خاں بہادر کا خطاب ملا۔ ۱۹۲۳ء میں اسے نواب بنا دیا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں انگریز پرستی کے عوض اسے سر کا خطاب ملا۔ نواب محمد حیات کا تیسرا بیٹا سکندر حیات خاں فوج میں بھرتی ہوا اور ریکروٹنگ آفیسر مقرر کر دیا گیا۔ انگریزوں کے لیے بھرتی اس کی ذمہ داری تھی تیسری افغان جنگ میں انگریزوں کو خاصی بھرتی دی۔ اس کے عوض ایم۔ بی۔ ای کا اعزاز ملا۔ پنجاب قانون ساز اسمبلی میں اسے جاگیرداروں کا نمائندہ نامزد کر دیا گیا۔ انگریز کا معتمد ہونے کی وجہ سے پرنس آف ویلز کی سیر و سیاحت میں اس کا خصوصی معتمد رہا۔ ان قوم کش اور قوم فروش خدمات کے عوض اسے ۱۹۲۲ء میں سر کا خطاب دیا گیا۔ تاج برطانیہ سے وفاداری کی بناء پر خاں بہادر اور نائب کمانڈر کے اعزازات دیئے گئے۔ اس خاندان کا یہ پس منظر انگریز ہی کی لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اب ذرا قومی حمیت کا فرق ملاحظہ فرمایئے۔ ایک شخص دست خاں فوج میں بھرتی ہوا۔ ۱۹۱۵ء کی جنگ عالمگیر اول کے دوران پیرس میں شاندار فوجی خدمات کی انجام دہی کی وجہ سے اسے بہادری کا سب سے بڑا اعزاز "وکٹوریہ کراس" ملا۔ جارج پنجم نے اسے شاہی

محل میں مدعو کر کے اس کی عزت افزائی کی۔ اور اس موقع کی تصاویر صوبہ سرحد کے تمام تعلیمی اداروں میں تقسیم کر کے دست خاں کے قد کو مزید بڑھایا گیا لیکن جب دست خاں کو ترکوں کے خلاف لڑنے کا حکم ملا تو اس کے اندر کا مسلمان جاگ اٹھا۔ اس نے بغاوت کر دی اور ترکوں کی حمایت میں لڑنے کے لیے وہاں پہنچ گیا۔ (ہفت روزہ الفتح ۱۴ار ۲۲ مئی ۱۹۷۶ء حوالہ کے لیے)

اب ذرا متحدہ ہندوستان کی سیاسی افق پر نظر ڈالیے ۱۹۳۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ منظور ہوا۔ یہ مقبوضہ ہندوستان کے لیے ایک نیم خود مختار آئین تھا اس کے تحت ۱۹۳۶ء میں انتخابات ہوئے۔ ہندوستان میں تقریباً" سولہ صد نمائندوں میں سے صرف پانچ صد سے کم نشستیں مسلمانوں کی تھیں جن میں سے سوا صد کے قریب نشستیں مسلم لیگ کے نمائندوں کو ملیں ان میں بھی کثرت بمبئی اور بنگال والوں کی تھی بقیہ تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی ان نمائندگان میں عوامی نمائندہ ایک بھی نہیں تھا سب جاگیردار اور انگریز کے پروردہ اور مراعات یافتہ تھے تو ان انتخابات کے بعد کسی صوبے میں مسلم لیگ کی وزارت نہ بن سکی اور کانگریس نے اکثریت کے زعم میں برطانوی حکمرانوں کو آنکھیں دکھانی شروع کیں ۱۹۳۸ء میں یو پی میں خاکسار تحریک کی شیعہ سنی فسادات میں تعمیری مداخلت پر حکومت کی خاموشی درپردہ آنکھیں دکھانے کے جواب کے طور پر تھی اس سے پہلے بنگال' آسام اور پنجاب کے مسلمان وزیر اعظموں کو جو انگریز کے خطاب یافتہ اور مراعات یافتہ تھے بلکہ خاندانی طور پر انگریز کے بھروسے کے درباری تھے ان کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا اشارہ دیا جب جا کر مسلم لیگ پہلی بار ملک گیر جماعت بنی۔ اسی اثناء میں یورپ میں جنگ عالمگیر دوم شروع ہو گئی۔ ستمبر ۱۹۳۹ء کے

فوراً بعد جب تاج برطانیہ نے حکومت ہند سے فوجی مدد کی اپیل کی تو کانگریس نے منفی جواب دیا انگریز کو مشرقیؒ مقبوضات کے اس بڑے اڈے کی حفاظت کی فکر دامن گیر تھی انہی دنوں حضرت علامہ مشرقیؒ انہی شیعہ سنی فسادات کے سلسلہ میں بعض پابندیاں توڑنے کے جرم میں یو پی کی جیل میں تھے۔ وہیں سے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کانگریس رویے کے برعکس یہ پیشکش کی کہ ہم ہندوستان کی اندرونی حفاظت کے لیے باقاعدہ تربیت یافتہ ۴۰ ہزار خاکسار اور دس ہزار تربیت یافتہ خاکسار حکومت "ترکیہ" کی مدد کے لیے یورپ میں بھیجنے کے لیے تیار ہیں۔

جیسا کہ سکندر حیات خاں کے خاندانی پس منظر سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاکسار تحریک کی پنجاب میں بڑھتی ہوئی طوفانی مقبولیت نے اور خفیہ اداروں کی رپورٹوں کے حوالے سے کہ خاکسار تحریک تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے ۱۹۴۰ء تک ۲۵ لاکھ بھرتی کرنے کا اہتمام کر رہی ہے یہ بات سر سکندر حیات خاں کی حکومت کے لیے درد سر بن گئی۔ چونکہ بظاہر ایسی کوئی بات نہ تھی نہ خاکسار تحریک کسی غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث تھی۔ نہ قانون کی خلاف ورزی کر رہی تھی۔ نہ فرقہ وارانہ یا گروہی منافرت یا تلخیوں کا باعث بن رہی تھی' اس لیے حکومت کے لیے اس پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہ تھا اس کی یہی ترکیب اختیار کی گئی کہ ۱۹۳۹ء کے ابتدائی مہینوں میں خاکسار تحریک کی نقل میں گینتی دل' ترشول دل' اگنی دل' وغیرہ کئی غیر مسلم رضاکار تنظیمیں آن واحد میں منظر عام پر لائی گئیں جو فرقہ واریت کو ہوا دینے لگی تھیں سر سکندر حیات خاں نے اسی آڑ میں خاکسار تحریک کو سرگرمیاں کم کرنے کا مشورہ دیا۔ سر سکندر حیات خاں مسلم لیگ میں شامل ہو کر عملاً" اس کو انگریزی مفادات کے

تابع چلانے میں مصروف تھا اس کا ثبوت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کا وہ (مارچ ۱۹۴۰ کا) تاریخی تجزیہ تھا جو سر شاہ سلیمان کے سامنے کیا گیا جس میں اس بات کا اظہار کیا گیا کہ کاش سر سکندر حیات خاں ہمارا آدمی ہوتا قائد اعظمؒ نے اپنے پورے سیاسی کیریئر میں مصلحت کے تحت دوسرے سیاست دانوں کی طرح بات چھپانے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی اس لحاظ سے اگر انہوں نے سر سکندر حیات خاں کے متعلق اس رائے کا اظہار کیا تھا تو اس میں کوئی مبالغہ نہ تھا۔ ۱۹۳۷ء کے بعد جب سر سکندر حیات خاں جیسا مراعات یافتہ طبقہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر اسے کانگریس کے بالمقابل ملک گیر جماعت بنانے کا باعث بنا تو اچانک وائسرائے ہند نے یکم نومبر ۱۹۳۹ء کو قائداعظم' ڈاکٹر راجندر پرشاد اور مہاتما گاندھی سے ملاقات کی۔ اور بیان دیا کہ کانگریس نے اپنی اکثریت کی بنیاد پر یہ موقف اختیار کیا ہے کہ وہ ہندوستانیوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے جس میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ وائسرائے نے پہلی بار کانگریس کے اس موقف کو درست تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ ۱۹۰۶ء سے لے کر ۱۹۳۹ء تک برٹش حکومت نے مسلم لیگ کو کبھی بھی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم نہیں کیا تھا اب جبکہ انگریز پرستوں کو مسلم لیگ میں فعال کردار ملا تو آن واحد میں اس کی پذیرائی ہوئی اور کانگریس کی بھرتی کے متعلق آغاز جنگ پر برطانوی حکومت کی طرف سے مدد کی اپیل پر اس اعلان پر کہ جب تک آئینی مراعات کا وعدہ نہیں کیا جاتا مدد نہیں کی جائے گی۔ وائسرائے ہند نے اس کا یہ توڑ کیا کہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا۔ دوسری طرف یہ اپنی جگہ پر ایک مسلمہ بات تھی کہ کانگریس ہندوستانیوں کی اکثریت کی نمائندہ تھی۔ مسلم لیگ کے پاس اس کا

کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن عین اس موقع پر خاکسار تحریک کی طرف سے ایک پمفلٹ منظر عام پر آیا کہ ہندوستان کا کوئی بھی سیاسی فیصلہ کرتے وقت مسلم لیگ کا عددی اکثریت کا فارمولا غلط ہے گزشتہ ایک ہزار سال میں ہندوستان کی حفاظت کے لیے ایک ہندو کے بالمقابل ۱۲۵ مسلمانوں نے اب تک خون دیا ہے اس لیے فارمولا اکثریت کی بنیاد پر نہیں خون کی مقدار کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔

سر سکندر حیات خاں مسلم لیگ میں تھا اور چند ہفتوں بعد پنجاب میں مسلم لیگ کا اہم اجلاس ہونے والا تھا۔ اس بات نے سر سکندر حیات خان کو بوکھلا کر رکھ دیا کہ خاکسار تحریک کے اس موقف کے بعد مسلم لیگ کا اجلاس بے معنی ہو کر رہ جائے گا اس بناء پر سر سکندر حیات خاں نے ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے خون کے اس دعویٰ کو فرقہ واریت کی بو قرار دے کر اس پمفلٹ کو ضبط کر لیا اور اسی بہانے تحریک کو اس کا ذمہ دار قرار دے کر چند دنوں بعد اسے خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ پھر سر سکندر حیات خان فی الحقیقت انگریز کا بھرتی ایجنٹ بھی رہا تھا اور پچاس ہزار تربیت یافتہ رضاکار تو وہ بھی انگریز کی مدد کے لیے نہیں دے سکتا تھا۔ دوسری طرف وائسرائے کی طرف سے مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کر لینے کے بعد یہ بھی سرکاری لیگ بن چکی تھی اور اگر اس کی پذیرائی کم ہو جاتی تو یہ بھی انگریز نواز طبقے کو خاصی گراں گزرتی۔ فیصلہ کر لیا گیا کہ تحریک کو راستہ سے ہٹا دیا جائے۔

سر سکندر حیات خاں نے فروری ۱۹۴۰ء کے آخری ہفتہ میں عسکری تنظیموں پر پابندی لگا دی۔ مسلم زعماء نے سر سکندر حیات خاں اور خاکسار

تحریک کے درمیان کشیدگی ختم کرنے کی بڑی کوشش کی جو کامیاب نہ ہو سکی ۲۷ فروری کو ان اقدامات کے بے نتیجہ ہو جانے کے بعد حضرت علامہ مشرقیؒ وائسرائے سے ملنے دہلی پہنچے مگر کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے جلسے کا اعلان ہو چکا تھا۔ ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو خاکسار تحریک کا ایک دستہ مارچ کرتا ہوا نماز ظہر کے لیے شاہی مسجد جا رہا تھا کہ راستہ میں پولیس سے مقابلہ ہو گیا۔ اس مسلح مقابلہ میں تین درجن کے قریب خاکسار شہید ہوئے۔ ۲۰ مارچ کو شاہی مسجد کے جنوبی حصہ میں کرفیو نافذ کر دیا گیا اور مسجد کے شمالی علاقہ میں مسلمانوں کی ہی دوسری جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کے لیے بہت بڑا پنڈال سر سکندر حیات خاں کی سرکردگی میں اور ذمہ داری پر پورے اعتماد کے ساتھ لگنا شروع ہو گیا۔ اتنے ہنگامی حالات میں اسی جگہ متبادل لیڈر شپ قائم کرنے کے لیے پنڈال کا سچا باعث سر سکندر حیات خاں پر انگریز کی سرپرستی تھا۔ تیسرے دن کے واقعات اس موقف کی مزید تائید کرتے ہیں کہ قائداعظم نے لاہور اسٹیشن پر اترنے کے بعد خاکساروں کی ہسپتال جا کر عیادت کی لیکن جلسہ کے اختتام کے بعد سر سکندر حیات خاں نے منصوبے کے مطابق قائداعظم کی طرف سے خاکساروں کے ساتھ مزید کسی سلسلہ جنبانی کے امکانات کے پیش نظر انہیں خاموشی سے لاہور سے رخصت کر دیا۔ علامہ صاحب تو اس وقت دہلی میں حراست میں تھے۔

ہندوستانی فوج میں نصف سے کم حصہ پنجاب کا تھا اور اس میں بھی ۳/۴ حصہ کے لگ بھگ مسلمان تھے کانگریس کے بھرتی کے بائیکاٹ پر انگریز کے اس دیرینہ بھرتی ایجنٹ ۔ سکندر حیات خاں کی رگ حمیت پھڑکی اس نے قرار

داد لاہور پاس کرا کر کانگریس کے مسلمانوں کے نمائندہ ہونے کا دعویٰ غلط ثابت کرنا تھا ورنہ یہ قرار داد بنگال میں پیش کی جاتی تو زیادہ موزوں تھی اس لیے کہ قد کاٹھ والے مسلم لیگی لیڈروں کا بنگال سے تعلق تھا۔ پنجاب میں تو چند گنے چنے تیسرے درجے کے مسلم لیگی تھے۔ چونکہ سب کچھ سر سکندر حیات خاں کے ایماء پر ہو رہا تھا اس لیے ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو خاکساروں کے خون سے ہولی کھیلنے کے باوجود بڑے آرام اور سکون سے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ اسی متعینہ جگہ پر منعقد ہوا۔ اور قرار داد لاہور پاس ہوئی جو بعد میں کبھی بھی مذاکرات کی میز پر پیش نہ ہوئی۔ اس وقت تک کوئی شخص بھی بیک وقت مسلم لیگ اور خاکسار تحریک کا رکن ہو سکتا تھا اور نواب بہادر یار جنگ اس وقت جہاں خاکسار تحریک کا حاکم اعلیٰ تھا وہاں مسلم لیگ کا بھی کرتا دھرتا تھا۔ لیکن چونکہ جلسہ مسلم لیگ کا ہو رہا تھا اور سر سکندر حیات ہی اس میں اپنا اثر و رسوخ رکھتا تھا' بقیہ لیڈر صرف روایتی لیڈر تھے' اسی لیے اس سانحہ پر قابل ذکر تشویش کا اظہار نہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ خاکساروں کے قتل عام پر پنجاب اسمبلی میں صرف کے۔ ایل گابھا ہی حکومت پر نکتہ چینی کر پائے۔ مسلم لیگ نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ اس وقت اعداد و شمار کے لحاظ سے آٹھ دس لاکھ خاکسار متحرک تھے۔ جبکہ مسلم لیگ ابھی گھٹنوں کے بل چل رہی تھی۔ چند سال ہوئے ۱۹۹۰ء کے لگ بھگ قومی اخباروں میں یہ بحث چل نکلی کہ قرار داد لاہور کا مسودہ کس نے تیار کیا مسلم لیگی زعماء میں سے کچھ کا خیال تھا کہ چوہدری خلیق الزمان صاحب نے تیار کیا تھا جو اکثر انگریزی مسودے تیار کیا کرتے تھے۔ کچھ کا خیال تھا کہ سر سکندر حیات خاں نے تیار کیا۔ ایک موقف یہ بھی تھا کہ یہ مسودہ وائسریگل لاج سے تیار ہو کر آیا تھا۔

چوہدری خلیق الزمان کی کتاب "پاتھ وے ٹو پاکستان" کے صفحہ ۱۹۷ر ۲۹۷ میں بھی یہی ذکر ہے۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کے مطابق جب قرار داد کا اردو ترجمہ شیخ الفاضل ظفر علی خاں نے کیا تو دوسرے کونے سے سر سکندر حیات خاں جھپٹ کر آیا۔ اور اردو ترجمہ کا ایک ایک لفظ پڑھا گیا۔ یہ قرار داد مسلم لیگ زعماؤں اور سر سکندر حیات خاں کے اختلافات کا مرقع تھی۔ کیونکہ اس میں کوشش کی گئی کہ یہ قرار داد صرف آئینی کوشش ہی رہے' آزادی کی ایسی قرار داد نہ بنے' جو انگریز کے ماتھے پر شکن ڈال دے۔ اسی وجہ سے یہ قرار داد ایک قسم کے انتخابی حلقوں کی سرکار کو نشاندہی کی تجویز تھی نہ کہ آزادی کی تجویز۔ چونکہ سرکار کی اعانت سے یہ قرارداد پیش کی گئی اس لیے اس میں اس بات کا اصرار کیا گیا کہ آئینی ریاستیں تشکیل دیتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ مسلم اکثریت کے علاقے میں صرف وہی اقدام مسلمانوں کو قابل قبول ہوں گے جن کے آئینی یونٹ مسلمانوں کی اکثریتی علاقے پر مشتمل ہوں گے۔ اس لحاظ سے اگر حکومت کی طرف سے آئینی اقدامات کا اعلان نہ ہوتا تو یہ قرارداد غیر موثر تھی۔ بلکہ اس قرارداد سے قبل پورے پنجاب' پورے بنگال اور آسام میں مسلمانوں کی وازارتیں پہلے سے موجود تھیں۔ اس قرارداد کے الفاظ سے بنگال اور پنجاب تقسیم کرائے گئے جبکہ لیاقت علی خاں نے ہمیشہ کی طرح یہ مضحکہ خیز بڑھ ہانکی کہ قرار داد کے الفاظ کو عملی جامہ پہنایا گیا تو پنجاب کے حدود یو پی سے آگے چلے جائیں گے اور یہ مسلم لیگی زعماء کی بے خبری کا منہ بولتا ثبوت تھا بلکہ وہ اس قرار داد کے پس منظر سے قطعاً" بے خبر تھے۔

۱۹ مارچ کے خاکساروں کے قتل عام کے بعد ہوم سیکرٹری نے تمام صوبہ جات میں خاکسار تحریک پر پابندی لگانے کے احکامات جاری کیے۔ اس کربلا

لاہور نے جہاں خاکسار تحریک جیسی نوزائیدہ اصلاحی تحریک کا مستقبل تاریک کر دیا اور ساتھ ہی کئی نئے اقدامات کا آغاز ہو گیا۔ علامہ صاحب کو دہلی گرفتار کر کے ویلور جیل (مدراس) میں مقدمہ چلائے بغیر نظر بند کر دیا گیا جہاں آپ نے اپنی ذاتی کوششوں سے جنوری ۱۹۴۲ء میں رہائی حاصل کی۔ اور تحریک کا ایک سنہری دور ختم ہو گیا۔ ان کی واپسی تک عالمگیر جنگ نے تمام حالات بدل کر رکھ دیئے تھے۔ جاپان چار پانچ ہزار میل کا جنوب مشرقی ایشیاء کا علاقہ فتح کر کے برما پر قابض ہو چکا تھا۔ اور ہندوستان کے پہلے دارالحکومت کلکتہ پر اس کی بمباری کے اکا دکا واقعات شروع ہو چکے تھے۔ برطانیہ اور اس کے اتحادی یورپ میں جرمنی فوجوں سے پٹ رہے تھے اہل برطانیہ لنڈن پر روزانہ جرمنی افواج کی بمباری سے سخت تذبذب کا شکار تھے۔ اور جنوب مشرق میں اس کے مقبوضات پر جاپان قبضہ کرتا چلا آ رہا تھا۔ ہندوستان کو بچانا اس کے بس کی بات نہ رہی جبکہ اسی اثناء میں ہندوستانیوں کے بعض نادان راہنماؤں نے آزاد ہند فوج کی بنیاد جاپان کے ایماء پر رکھ کر الٹا ہندوستانی افواج کے لیے مسائل کھڑے کر دیئے تھے۔ اور ہندوستان کو جاپان کے نئے سامراج کے حوالے کرنے کی نیت سے تحفظ کو مخدوش کر دیا تھا۔ ان حالات میں ہندوستان کو جاپان کی یلغار سے روکنا تقریباً ناممکن تھا ہندوستان کی فوج کی کثیر تعداد یورپ اور افریقہ کے ساحلوں پر اتحادی افواج میں شامل تھی۔ حضرت علامہ مشرقیؒ نے جیل سے رہا ہو کر واپس آنے کے بعد پورے ہندوستان میں درجنوں جلسے کیے اور ہندوستانی لیڈروں کو احساس دلایا کہ کریس ہندوستان میں بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ وہ ہندوستان میں امریکی فوج اتارنے کے لیے راستہ ہموار کرے۔ ہندوستان کو اگر جنگ کے بعد آزادی کا وعدہ انگریز کی طرف سے ہو

چکا تھا۔ تو امریکی ہندوستان کی حفاظت کیوں کر کرتے دوسری طرف حالت یہ تھی کہ برطانیہ پہلی جنگ عظیم میں امریکہ کا مقروض ہو چکا تھا اور دوسری جنگ عظیم تو خالص امریکی سرمایہ سے لڑی گئی۔ ۱۴ ملین پونڈ روزانہ کے حساب سے امریکی قرضہ اور جرمنی کی برطانیہ کے ساحلوں پر یلغار نے صورت حال کو بگاڑ کر رکھ دیا۔ ۱۹۴۲ء میں ہی برطانوی قرضے کی ضمانت ہندوستان کی صورت میں مل جانے کے بعد ہندوستان میں امریکی افواج اتریں۔ تو اس کے بعد جاپان کی پسپائی شروع ہوئی۔ اور اگلے دو سال میں جاپان سے تمام مقبوضات خالی کرا لئے گئے۔ اور مئی ۱۹۴۵ء یورپ میں جنگ کے خاتمہ کے بعد ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر جاپانیوں سے جنرل میکارتھر ہتھیار ڈلوانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ حضرت علامہ مشرقیؒ نے بار بار کے اعلان میں ہندوستانی لیڈروں کو اس امریکی مداخلت کے پس منظر اور نئے خدشات سے آگاہ کیا اور یقین دلانے کی کوشش کی کہ ہندوستان اب امریکہ کے آگے گرو درگرو ہو چکا ہے۔ اس کی آزادی کے لیے پہلے اگر پچاس سال درکار تھے تو اب مزید دو سو سال لگیں گے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا اس کی بروقت نشاندہی حضرت علامہ مشرقیؒ کرتے رہے۔ مگر قوم نے سنی ان سنی کر دی۔ اسی جوش میں قوم کو باور کرا دیا کہ خاکسار تحریک کچھ نہیں کر سکی اور فرض کر لیا گیا کہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کا واقعہ اسی بناء پر ہوا کہ خوشحال خاں نے حضرت علامہ مشرقیؒ کی منظوری کے بغیر جیش نکالا۔ جس کا پولیس سے ٹکراؤ ہو گیا۔ جو خاکسار تحریک پر پابندی کا جواز بنا۔ اسے حضرت علامہ مشرقیؒ کی ناسمجھی کے کھاتے میں ڈال کر قیام پاکستان کے وقت اپنے بیس لاکھ کے قتل عام والے منصوبے کو نعمت ایزدی باور کراتی رہی۔ ممکن ہے یہاں کوئی سازش بھی کی گئی ہو۔ لیکن

سیاق و سباق کے ساتھ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اگر کوئی سازش تھی بھی تو صرف اسی قدر کہ مسلمانوں کی راہنمائی مسلم لیگ اور خاکسار تحریک سے چھین کر انگریز کے بھروسے کے لوگوں کے سپرد کر دی جائے۔ سر سکندر حیات خاں جس قدر انگریز کا بااعتماد تھا اسی قدر وہ بااختیار بھی تھا۔ ۱۹۳۸ء میں تحریک کی یو پی میں کامیابی کے بعد کئی درجن جماعتیں عسکری بنیادوں پر منظر عام پر آئیں۔ خاکسار تحریک نے نو برس میں جس طرح خود کو غیر فرقہ وارانہ ثابت کیا وہ ایک شہادت تھی۔ لیکن نئی عسکری تنظیمیں تو وجود میں آنے سے قبل ہی فرقہ وارانہ تھیں اور جو نظم و ضبط خاکسار تحریک نے قائم کیا تھا یہ ان کے بس کی بات نہ تھی۔ سر سکندر حیات خاں کے لیے خاکسار تحریک کو کچلنے کے لیے غالباً اتنے پاپڑ بیلنے کی ضرورت نہ تھی مرکزی حکومت کا وہ معتمد تھا۔ کیونکہ جب تحریک کو پنجاب میں خلاف قانون قرار دیا گیا تو ہوم سیکرٹری نے بعد میں دوسرے صوبوں میں بھی تحریک پر پابندی لگا دی البتہ یہ بات قرین قیاس ہی نہیں بالکل منطقی ہے کہ جنگ کے موقع پر مسلمانوں کی قیادت انگریز اپنے بھروسے کے ہاتھوں سپرد کر کے کانگریس کے عزائم کو خاک میں ملانا چاہتا تھا اس مقصد کے لیے سر سکندر حیات خان کا خانوادہ جو انگریزوں کا تین پشتوں سے خیر خواہ چلا آ رہا تھا موزوں تھا۔ جبھی تو ۱۹۳۷ء میں اس کی مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد اس کی مقبولیت کا گراف تیزی سے اوپر آ گیا۔

پھر پچاس ہزار خاکساروں کی پیش کش اس کے خاندانی منصب پر بھی ایک ناقابل برداشت وار تھا۔ اس بناء پر سر سکندر کی جگہ کوئی اور مراعات یافتہ ہوتا تو وہ بھی یہی کچھ سوچتا اور کرتا اور پھر جس اعتماد کے ساتھ اس نے مسلمانوں کی اس مقبول عام جماعت کو کچل کر اسی روز ایک سطحی جماعت مسلم

لیگ کا پنڈال لگا کر جلسہ عام کروایا تھا۔ ظاہر کرتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی ایک صحیح جماعت کو کچلنے پر اسے معمولی سا بھی افسوس نہ ہوا۔ پھر چوہدری خلیق الزماں کا تذکرہ' ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کا قرار داد لاہور کے اردو ترجمہ پر تبصرہ ثابت کرتا ہے کہ یہ جلسہ اور یہ قرار داد صرف پنجاب میں سر سکندر حیات خاں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے پاس کرائی گئی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ قائداعظمؒ کو لاہور پہنچنے پر خاکساروں کے قتل عام کا دکھ ہوا تو وہ سیدھے ہسپتال پہنچے۔ لیکن بعد کے دو دن کے قیام کے دوران خاموش رد عمل اور لاہور سے خاموشی سے رخصتی اور قائداعظمؒ کا یہ بیان کہ کاش سر سکندر حیات خاں اپنا آدمی ہوتا ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ خاکسار تحریک انتہا پسندوں کی تحریک تھی اس لیے ان کا اشتعال میں آ جانا ممکن تھا' یہ بات بھی درست نہیں نو سال کی سخت تربیت کے بعد دوسری جماعتوں اور طبقوں کی طرف سے مسلسل اشتعال انگیزی کے باوجود اس عرصہ میں خاکساروں کی طرف سے ایک ہنگامہ' ایک بلوہ' ایک راست اقدام' ایک ہنگامہ آرائی' توڑ پھوڑ یا گالی گلوچ یا جلوس بازی کا واقعہ کہیں نظر نہیں آتا۔ بلند شہر جیل میں خاکساروں پر پولیس کی فائرنگ سے چھ خاکساروں کی شہادت نے خاکساروں میں تلخی پیدا نہیں کی جو اکثر ایسے مواقع پر نظم و ضبط سے عاری جماعتیں پیدا کرتی ہیں۔ یو پی کے سنی شیعہ فسادات میں مداخلت نے کسی نئے فتنے کو جنم اس لیے نہیں دیا تھا کیونکہ خاکسار منظم تھے' ایسے منظم لوگوں کو انتہا پسند کہنا درست نہیں اور نہ ہی نظم و ضبط انہیں کسی اشتعال میں آنے دیتا ہے۔ ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ تحریک کے جرمنی کے ساتھ روابط تھے اور وہیں سے انہیں امداد ملتی تھی۔ اس

لیے انگریز نے اسے کچلنے کا ارادہ کرلیا یہ بات درست نہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ خاکسار تحریک بغیر چندہ کے جاری تھی۔ پھر حکومت کی خفیہ ایجنسیاں ہمہ وقت کھوج میں رہتی تھیں لیکن وہ بھی حضرت علامہ المشرقیؒ کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہ کرسکیں اور دو سال تک بغیر مقدمہ چلائے نظربند رکھا گیا۔ یہ بھی ثبوت ہے کہ ان الزامات میں کوئی سچائی نہیں۔

بانی تحریک نے جو قرآنی لائحہ عمل اختیار کیا تھا اس میں جماعت کے اندر کریکٹر اور نظم و ضبط کو کامیابی کے لیے شرط اول قرار دیا گیا تھا۔ یہ گٹھ جوڑ بے دست و پا سیاسی جماعتیں کرتی ہیں۔ ہاں اخبارات سٹیٹسمین اور سول اینڈ ملٹری گزٹ نے ۱۹۳۹ء کے وسط میں یہ پروپیگنڈہ کیا ضرور تھا۔ لیکن اس پروپیگنڈہ کے درپردہ کوئی اور جماعتیں ہوں گی جن پر یہ جماعت سبقت لے جا رہی تھی۔

ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ انگریز اس نیم عسکری جماعت کو چلنے نہیں دینا چاہتا تھا یہ بات بھی صحیح نظر نہیں آتی۔ انگریز اپنے تمام مقبوضات میں مقبوضہ اقوام کو آئینی اختیارات تسلسل کے ساتھ دیتا چلا آ رہا تھا۔ یہ اس کی بنیادی پالیسی کا حصہ تھا وہ یہاں مستقل رہنے اور آباد ہونے کی غرض نہ رکھتا تھا صرف تجارت غرض تھی۔ یا پھر سیاسی سرمایہ' ذہنی طور پر وہ چلے جانے کے لیے تیار تھا اور ویسے اس نے اپنے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے ہندوستان کی ایک چوتھائی آبادی کو نوابوں اور مہاراجوں کی تحویل میں پہلے ہی دے رکھا تھا۔ اور رائے عامہ کے موثر افراد کو مراعات دے کر برطانوی حکمرانوں کا دعاگو طبقہ پیدا کر رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عملاً" نوے سالوں میں ہندوستان کی کوئی جماعت اسے نیچا نہیں دکھا سکی۔ اس کے باوجود ۱۸۹۲ء سے وہ ہندوستان میں

آئینی اختیارات بانٹتا چلا آ رہا تھا۔ دیگر یورپین اقوام کے مقابلہ میں اس کا یہ کردار بھی بڑی حد تک اس کی عالمگیر سلطنت کے بنانے کا بنیادی طور پر باعث بنا۔ خاکسار تحریک پہلے دن سے ہی ۱۹۳۱ء میں پشاور کے اعلیٰ حکام کی توجہ کا باعث بنی۔ لیکن جب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ ایک پر امن جماعت ہے اور فرقہ واریت کو ہوا نہیں دیتی تو ۱۹۳۷ء میں اس پر سے پابندیاں اٹھا دی گئیں۔ اس تحریک نے صوبہ سرحد اور پنجاب میں بڑے زور آور مطالبات رکھے تھے جس میں یہ بھی تھا کہ چونکہ خاکسار تحریک فرقہ وارانہ جماعت نہیں اس لیے سرکاری ملازمین کو اس میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے۔ اس کے باوجود خفیہ ایجنسیاں ایسی بات کی نشاندہی نہ کر سکیں کہ یہ جماعت حکمرانوں کے خلاف ہے۔ خود حضرت علامہ مشرقیؒ اس پھکڑ بازی کے طریقہ کار کو پسند نہیں کرتے تھے خاکسار تحریک کے چار سالہ جائزہ میں خود لکھتے ہیں (قول فیصل)

"چار سال میں تحریک کئی اہم مراحل سے گذر چکی ہے۔ داخلی کامیابیاں یہ ہیں۔

۱۔ ہم نے مسلمان کے دل میں صدیوں بعد ہتھیار رکھنے کی محبت پیدا کر دی ہے۔

۲۔ لاکھوں میں سپاہیانہ زندگی کا ارمان پیدا کر دیا۔

۳۔ صدہا سالار پیدا کر کے انہیں حکومت کرنے کا ڈھنگ سکھا رہے ہیں۔

۴۔ ہم نے مسلمان کے سامنے بادشاہت اور وراثت زمین کا جیتا جاگتا نصب العین پھر پیش کر دیا ہے۔

۵۔ ہم پابندی وقت اور اطاعت امیر کا تکلیف دہ اخلاق پھر پیدا کر

رہے ہیں۔

۶۔ ہم خاکسار کو اصلی اور نبویؐ اسلام پر چلا کر دلوں میں تسلی اور مذہب سے الفت پیدا کر رہے ہیں۔

خارجی کامیابیاں یہ ہیں۔

۱۔ حکومت سرے سے اس تحریک کو چلنے ہی نہ دیتی۔ یہ منزل گذر چکی ہے طاقت اور نظام پیدا کرنا ہر قوم کا حق ہے۔ انگریز ہمارے منظم ہونے پر ناخوش نہیں ہو سکتا ہم اس منزل سے گزر چکے ہیں۔

۲۔ سکھوں نے کرپان کے لیے بڑی قربانیاں دیں۔ میں نے صرف ملازمت قربان کی مسلمان کا ہتھیار آزاد ہو گیا۔

۳۔ تیسری کامیابی یہ ہے کہ غافل مسلمان کو مشکل اور تکلیف دہ تحریک سے آشنا کر دیا اب تحریک کی توسیع اس کا مکمل ثبوت ہے۔

۴۔ چوتھی اور آخری کامیابی یہ تھی کہ ہندوؤں اور دیگر برادران وطن کو یہ یقین دلانا تھا کہ خاکسار تحریک فرقہ وارانہ تحریک نہیں۔

چونکہ یہ تحریک ایک واضح دستور العمل کے مطابق چل رہی تھی اس لیے ظاہر داری اور پس منظر میں دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح الگ الگ کچھ نہیں تھا۔ نہ انگریز حکمران پوری تحقیق کے بعد بھی اس دوغلاپن کا کہیں شائبہ تک محسوس کر سکے۔ اس لیے اس کو ارادۃً" کچلنا اس کے منصوبے کا حصہ نہیں تھا۔ یہ بات ۱۹۰۰ء میں تو قرین قیاس ہو سکتی تھی لیکن ۱۹۴۰ء میں جب انگریز خود ہندوستان کو جنگ کے بعد خود مختاری کا وعدہ کر چکا تھا۔ تحریک کو سدراہ سمجھنے کے امکانات تھے ہی نہیں۔ یہ بات ضرور قابل غور ہے کہ اگر وہ اقتدار چھوڑ ہی رہے تھے تو انہوں نے ہندوستان کی واحد منظم اور فرقہ وارانہ

تعصّبات سے پاک ترقی پذیر خاکسار تحریک کا کیوں انتخاب نہ کیا اس کی وجہ یہی تھی کہ آئینی مراعات ایک دفتری طریقہ کار کے ساتھ دی جا رہی تھیں اور ۱۹۳۹ء میں جنگ عالمگیر کے موقعہ پر انڈین نیشنل کانگریس اور ہندوؤں کا انگریزوں کو آنکھیں دکھانا ان کے لیے ایک مسئلہ تھا۔ اس کا آئینی طریقہ کار یہی تھا کہ مسلم لیگ میں پنجاب، بنگال، آسام کی خاندانی اور قد آور شخصیات کو شامل کر کے اسے کانگریس کے مقابلہ میں ایک نمائندہ حیثیت دے دی جائے۔ اور خاکسار تحریک کے احیاء اسلام اور مسلمانوں کی دل لگتی اس اچھوتی تحریک سے بے نیاز کرنے کے لیے ان کے سامنے قرار داد لاہور کا پردہ کھینچ دیا جائے اور بالآخر یہی ہوا۔

تحریک منزل تک کیوں نہ پہنچی

ضروری نہیں دنیا کی ہر تحریک کامیاب ہوئی ہو کیونکہ کسی بھی تحریک کی کامیابی اس کا صرف دستور العمل ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ کہ آیا اس دستور العمل پر عمل کرنے والے عملاً غالب بن چکے ہیں یا نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہی ہوا کہ قوت نافذہ اتنی کم مدت میں تیار نہ ہو سکی کئی انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد بھی منزل تک نہ پہنچ سکی۔ یہاں ایک بات بے حد بنیادی اہمیت کی ہے کہ جنگ عالمگیر دوم کے شروع ہونے کے بعد حالات نے یکدم پلٹا کھایا جو کسی کے گمان میں بھی نہ تھے۔ اور پھر تحریک کو اسی جنگ عالمگیر کے باعث نشو و ارتقاء کا وہ وقت نہ ملا جو عموماً" قدرتی طور پر درکار ہوتا ہے۔ ۲۳ سال تو وہاں بھی درکار تھے۔ ان ۲۳ سالوں میں تین نسلیں تیار ہو چکی تھیں۔ تب جا کر انقلاب آیا تھا۔ خاکسار تحریک کو ۱۹۴۰ء کے بعد اتنا عرصہ

اور درکار تھا جو کسی وجہ سے نہ مل سکا یا قوم بوجوہ اس طرف نہ آ سکی جس نے انقلاب بپا کرنا تھا۔ دوسرے خود حضرت علامہ مشرقیؒ نے اس کا آغاز کرتے ہوئے صاف اور دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ احیاء اسلام کا یہ مشن ایک ہی شخص کے ذریعے اور چند عشروں میں ممکن نہیں لیکن میں اس خدشہ کے پیش نظر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کو گناہ سمجھتا ہوں۔ خاکسار تحریک کا ۱۹۳۱ء میں آغاز ہوا ۱۹۳۴ء میں الاصلاح کے اجراء کے بعد تیزی سے بڑھی ۱۹۳۹ء میں مقبول ہوئی اور ساتھ ہی جنگ عالمگیر نے ہندوستان کے سیاسی اور فوجی حالات یک دم بدل کر رکھ دیئے ۱۹۳۹ء میں قد کاٹھ والے ہزاروں لوگ تحریک میں شامل ہوئے اگر ان خاکساروں کو چند سال کا مزید عرصہ تربیت میں مل جاتا تو حالات مختلف ہوتے اور اس تحریک کے عالمگیر بن جانے کے ممکنات زیادہ روشن ہو جاتے۔ خود حضرت علامہ مشرقیؒ نے ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کے اس عظیم واقع پر تبصرہ کرتے ہوئے (مقالات المشرقیؒ جلد دوم ۸) میں لکھا تحریک کی اس پہلی منزل میں پہلی خفیف بجلی ہمارے خرمن پر گری یہ پہلی آزمائش ایسی تھی کہ ہوش کی آنکھیں یک بیک کھل گئیں اور واضح ہو گیا کہ منزل تک پہنچنے کے لیے ابھی کئی دشوار گزار وادیاں ہیں خاکسار کو پہلی دفعہ اندازہ ہوا کہ حقیقت کیا ہے جانباز، پاکباز، مجاہد، محفوظ، معاون، سب کی آنکھیں مجاز کے تصور کو چھوڑ کر اس حقیقت کی طرف پھریں جو زوال یافتہ قوموں کی نگاہ سے اکثر پنہاں ہوتی ہے۔ اور تحریک لامحالہ ایک منزل اور آگے بڑھی ابتلا کے اس مرحلے پر لازمی امر تھا کہ حقیقت کی اس چکا چوند کر دینے والی روشنی میں پروں کی پھڑپھڑاہٹ ہو چنانچہ بیکسار ساحل مسلمانوں نے سمندر کے اس خوفناک تلاطم کو دیکھ کر غوط زنی کے ہنر کو گناہ قرار دینے کی کوشش کی اور

تحریک کے نظام کو مطعون کیا۔"

بہرحال خاکسار تحریک اس ابتلا کے دور سے نکل آئی۔ اسے انگریزی حکمرانوں کی طرف سے بے پناہ ترغیب کے باوجود ۱۹۴۰ء کے حادثہ کے بعد ختم نہیں کیا گیا تھا۔ ۱۹۴۳ء جنوری میں مدراس (بھارت) کے نزدیک ویلور جیل سے طویل نظر بندی کی پابندیاں ختم ہوتے ہی المشرقیؒ واپس اچھرہ لاہور پہنچے اور یہاں از سرنو رخت سفر باندھا تو تحریک منظم طور پر آگے بڑھی ۱۹۴۶ء میں اس میں خاصہ دم خم تھا۔ مسلمانوں کی واحد منظم جماعت ہونے کا اس کا دعویٰ درست تھا۔ لیکن جنگ عالمگیر کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں رائے عامہ سیاست دانوں کی طرف سے لگائے گئے نام نہاد آزادی کے نعرے پر گمراہ ہو چکی تھی نئی راہ سرے سے مطلوب ہی نہ تھی۔ بہرحال ۱۹۴۷ء جون دہلی مرکزی کیمپ میں اسے منتشر کرنے کا اعلان کر کے آنے والے راہنماؤں کے لیے راستہ کھلا چھوڑ دیا۔ اعلان میں کہا گیا کہ مسلمان پاکستان مل جانے کے بعد سمجھتا ہے کہ وہ منزل تک پہنچ گیا ہے اب ان میں سر دست کوئی مزید انقلابی جذبہ پیدا کرنا ممکن نہیں رہا۔ بہرحال ۱۹۴۳ء کے بعد عوام کو آگاہ کرنے کے لئے کہ ہندوستانی سیاست دان کس خوفناک صورت حال کی طرف ہندوستانیوں کو دھکیل رہے ہیں۔ آپ نے برصغیر کے طول و عرض میں سینکڑوں جلسے کیے اور بار بار عوام کو سیاست دانوں کی اس گمراہ کن منطق سے آگاہ کیا اور زور دیا کہ آزادی کا مطالبہ دو ٹوک الفاظ میں ان غیر ملکی حکمرانوں سے کرنے کا یہ موزوں وقت ہے جن کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں اور اپنے دنیا بھر کے مقبوضات پر قبضہ جاری رکھنے کے قابل نہیں رہے۔ لیکن آئین پرست سیاست دان خوف سے آزادی کا نام نہیں لیتے تھے۔ صرف ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا

ایکٹ کے مطابق مزید اختیارات کا مطالبہ کرتے تھے۔ مسلم لیگ نے بالآخر ۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی میں قرار داد منظور کی جس میں مجموعی اکثریت کے مسلم صوبوں کی خود مختاری کا مطالبہ کیا گیا تھا اور اس وقت کیا جب انگریز اصولی طور پر ہندوستان کو جون ۱۹۴۸ء تک آزادی دینے کا وعدہ کر چکا تھا۔ حضرت علامہ مشرقیؒ آگاہ تھے کہ سیاست دانوں کے آپس میں فرقہ پرستی کی بنیاد پر دست و گریباں ہونے سے آزادی کا مفہوم پس پردہ چلا جائے گا۔ پورا ہندوستان نتائج سے بے خبر صرف انتقال اختیارات کو ہی خدا کی رحمت سمجھتا تھا حالانکہ ان دنوں پورے ہندوستان میں حکومت ہندوستانیوں کی تھی اور ہندوستانی پارلیمنٹ کے پاس پورے اختیارات دس سال قبل سے موجود تھے۔ اس کے باوجود ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک ہندوستانیوں کی حکومت ہندو مسلم فسادات اور دردناک منافرت کا سدباب نہ کر سکی۔ اور جملہ سیاست دان صرف گورنر جنرل کے بدلنے سے معجزات کی بارش پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔ ناسمجھ سیاست دانوں نے محض اقتدار کی حرص پر سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ آزادی کے فوراً بعد ہندو مسلم خونریز فسادات شروع ہو گئے تو راہنماؤں کے پاس ان فسادات کو روکنے کا ایک ہی طریقہ کار تھا کہ انگریزی اور اردو کے ایک پوسٹر پر قائداعظمؒ اور مہاتما گاندھی کے دستخطوں سے پرامن رہنے کی اپیل جاری کی جائے۔ یہ بھی ان سیاست دانوں کی ہمہ دانی کا ایک نادر نمونہ تھا۔ اس اپیل کا کسی پر اردر پر سفیدی کے برابر اثر نہ ہوا اور بیس لاکھ قتل ہو گئے۔ اور ایسا بلاوجہ نہیں ہوا۔ حضرت علامہ مشرقیؒ نے ۱۹۳۵ء میں ہی قول فیصل باب ۱۲ میں لکھ دیا تھا کہ " جس راہنما نے اپنے کارکنوں کی نافرمانی کی تربیت کی ہو ان کارکنوں سے فرمانبرداری کی توقع کیونکر کی جا سکتی ہے۔" ان کا موقف تھا کہ قرآن حکیم نے

بھی شیطان کی نافرمانی کی بجائے رحمان کی فرمانبرداری کا حکم ہی دیا ہے۔ اس سے از خود شیطان سے کامل برگشتگی ہو گی۔ سپاہی کو نافرمانی کی تربیت دینا اپنے نظام کو تباہ و برباد کرنے کے مترادف ہے اور گاندھی جی تو عمر بھر نافرمانی اور ایجی ٹیشن کی ہی تربیت دیتے رہے۔ ہلڑ بازی کی عادی قوم کو اپنے اپنے دستخطوں سے مشترکہ اپیلوں کے ذریعے پر امن ہونے کی درخواست کرنا انسانی اقوام کے کریکٹر کی تعمیر سے مکمل طور پر لاعلم ہونے کا واضح ثبوت ہے اور جملہ سیاسی راہنماؤں کی کوتاہ بینی کی ناقابل رد شہادت ہے۔ یہ مثبت اور تعمیری تربیت کا ہی اعجاز تھا کہ متعدد موقعوں پر خاکساروں نے جانیں بھی دیں۔ لیکن پرامن طور پر منظم رہے۔ جوابی کارروائی کا حق رکھتے ہوئے بھی حوصلہ اور صبر سے درگذر کیا۔ اکوڑہ خٹک' بلند شہر اور لاہور کے خونریز تصادم خاکساروں کے مشتعل ہو کر بے قابو ہو جانے کے لیے کافی تھے لیکن سائنسی انداز کے دستورالعمل اور اس پر تربیت کا ہی یہ اعجاز تھا جس نے ثابت کر دیا ہے کہ تربیت کا یہی طریقہ کار آفاقی ہے۔

معاصرین کا نقطہ نظر

حضرت علامہ مشرقیؒ نے ۱۹۲۶ء کی موتمر عالم اسلام منعقدہ مصر میں مسلمانان عالم کے ایک نمائندہ اجتماع میں اس بات کی وضاحت کی اور کہا کہ مشکل یہ ہے کہ کئی صدیوں سے مسلمانوں نے خلافت کو ایک روحانی، غیر مادی اور غیر دنیاوی شے سمجھ لیا ہے اور خلیفہ وقت کئی صدیوں سے عضو معطل ہے اور آج رسما" خطبوں میں نام لینے تک محدود ہو گیا ہے۔ خلیفہ وقت کو اجتماعی اور سیاسی امیر سمجھنا ذہنوں سے محو ہو گیا ہے۔ لیکن مسلمان کو یہ یاد نہیں رہا کہ دنیا کا دین میں مدغم ہونا ہی اسلام تھا۔ اور سرور کائناتؐ اس دین کو لائے تھے جو دنیا میں ہر دشمن پر غالب آ کر ہم کو مضبوط کر دے۔ دنیا کو برقرار رکھنا اصل دین ہے اور دین ہی دنیا کو برقرار رکھنے کا واحد ذریعہ ہے۔

حضرت علامہ مشرقیؒ کے مطابق قرآن حکیم نے جس خلافت کا ذکر کیا ہے وہ کسی فرد واحد کے امیر یا روحانی امام ہونے کے معنوں میں نہیں آیا۔ بلکہ کسی ایک قوم کی دوسری قوم کے جانشین ہونے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد ایک قوم کی سیاسی اور اجتماعی حکومت دوسری قوم پر ہے۔ شخصی حکومت قطعا" نہیں۔ سورۂ ہود ۵۷ فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت به الیکم۔ ویستخلف ربی قوما غیر کم، ولا تضرونه شیا ان ربی علی کل شی حفیظ۔ یہاں دوسری قوم کے استخلاف کا ہی ذکر ہے فرد واحد کا نہیں اور سورہ نور نے یہی فیصلہ کن اعلان کیا ہے نور ۲۴: ۵۵ وعد اللہ الذین امنو منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم، لیبد لنهم من بعد

خوفهم امنا۔

تو استخلاف سے مراد اقوام عالم کا سیاسی اور اجتماعی تمکن ہے۔ یعنی ایک قوم کی زمین پر حکومت کا دوسری قوم کی حکومت سے بدل جانا یعنی اس کا استبدال ہی اس کا استخلاف ہے۔ وہی قوم خلیفہ ہے جو زمین پر قوت سے حکومت کر رہی ہے۔ مسلمانوں کو کئی صدیوں تک اسی خلافت کا اعزاز حاصل رہا۔ تو عہد نبویؐ کے بعد اور ایک صدی کے اندر پرانی دنیا کے تین براعظموں میں ان کا طوطی بولتا تھا ایشیا میں دریائے اٹک کی حدود ان کے ایک طرف اور یورپ میں فرانس کے جنوبی اور وسطی میدان دوسری طرف افریقہ کا تمام شمالی علاقہ ان کی دست قدرت میں تھا اس لحاظ سے ماسوائے رومتہ الکبری جو اٹلی میں تھا قریب قریب سب مہذب دنیا پر ان کی عظیم الشان سلطنت قائم ہو گئی اور دنیا امن اور ترقی کا گہوارہ بن گئی اور یہی قرآن حکیم کا وعدہ تھا اسی قرآن حکیم کے قانون کے مطابق جب بھی کوئی قوم قانون خدا کو چھوڑ دیتی ہے سورہ ہود ۱۱ کی آیت ۵۷ کے مطابق خدا کا قانون دوسری باصلاحیت قوم کو اس کی جگہ غلبہ دے دیتا ہے۔ وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اور یہی سورت محمدؐ ۴۷ کی آخری آیت کا قانون ہے کہ آنے والی قوم تمہاری نقل نہیں کرے گی جب تک قانون خدا کو قرآن کی ہدایت کے مطابق پکڑے رکھا اس قوم کا غلبہ قائم رہا۔ غور کیجئے ۲ ہجری غزوہ بدر، ۹ ھ فتح مکہ، ۱۵ ھ بیت المقدس، ۲۰ ھ مصر، ۲۱ ھ ایران، ۲۶ھ افریقہ شمالی، ۵۰ھ قسطنطنیہ، ۹۱ھ اسپین تک ان کی سلطنت، ۱۳۲ھ بنو عباس آئے اور ایک نیا دور شروع ہوا مسلمان اب دین اسلام کو بطور نظام پس پشت ڈال کر خود مسلمان قوم بن چکے تھے اور ان کے راہنما دین اسلام کے نمائندے ہونے کی بجائے مسلمانوں بلکہ

اپنے خاندان کے نمائندے بن گئے۔ یوں انہوں نے قانون خدا کی خلاف ورزی کی اور ان کا استخلاف قرآنی مفہوم کے مطابق انحطاط کا شکار ہو گیا۔ قرآن حکیم ہی کا قانون ہے سورہ انفال ۸ آیت ۴۶ لا تنازعوا ــــــــــــ کہ نزاع پیدا کرو گے تو مردانگی ختم ہو جائے گی کمزور ہو جاؤ گے۔ تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ تب سے مسلمانوں کی ہوا اکھڑ گئی۔ ۲۲۶ ہجری تک عباسی سلطنت اسی کے باعث انتہائی کمزور ہوئی اور دین اسلام کا فاتحانہ تقدم ماند پڑ گیا۔ دوسری طرف مسند ارشاد والوں نے قرآن حکیم کی ہدایت کو اپنے تئیں سچا ثابت کرنے کے لیے تفسیروں' بحثوں اور مناظروں کا فریضہ سنبھالا جو کبھی بھی ان کے فرائض میں شامل نہیں تھا۔ قرآن حکیم کی تعلیم سائنسی حقائق ہیں ان کو خود ساختہ تاویلوں سے از سر نو سچا ثابت کرنا ایک شرمناک اقدام تھا۔ کھوج ہی لگانا تھا تو اس بات کا لگاتے کہ ہم نے کس قانون خدا کی خلاف ورزی کی ہے۔ کہ وہ نتائج پیدا نہیں ہو رہے جو کم از کم ۱۳۲ھ تک پیدا ہوتے رہے۔ اس کی بجائے ہم نے ان بحث مباحثہ میں قرآن حکیم کی ہدایت سے اپنی غلط روش کا جواز تلاش کرنا شروع کر دیا اور قرآن حکیم کے ہی اسی قانون کو نظر انداز کر دیا۔ سورہ المومنون ۲۳ آیات ۵۲ تا ۵۴۔ و ان ھذہ امتکم امتہ واحدۃ و انا ربکم فاتقون' فتقطعوا امرھم بینھم زبراً۔ کل حزب بما لدیھم فرحون۔ فذرھم فی غمرتھم حتی حین۔ ہمیشہ خدا کے دین کی غلط تاویل کر کے اختلاف کیا گیا اور تمام جملہ فریق اپنے اپنے اختلافی مواد پر ریجھنے لگے تو پھر ایسا گروہ ہمیشہ ناقابل اصلاح ہی ہوتا رہا اور انہیں کے متعلق قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ مہلت کے ایام تک انہیں اسی خوش فہمی میں رہنے دیں یہ اپنے منطقی انجام تک پہنچنے والے

ہیں۔ اہل اسلام کے ساتھ بھی آج یہی حادثہ ہو گیا۔ اپنی اپنی تاویلات سے قرآنی ہدایات کے اہل حکم نے اگر لمبائی کی طرف سے ٹکڑے کیے تو اہل علم نے اس کے چوڑائی کی طرف سے ٹکڑے کر کے اس عظیم الشان نظام اور اسی کے طفیل سلطنت کے استخلاف کو ختم کر دیا۔

قرآن حکیم نے ہی یہ قانون بھی پیش کیا ہے کہ دوسری قوم کو استخلاف منتقل کر دیں گے جو تم سے بہتر طور پر سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہوگی (سورہ محمد ۴۷ آیت ۳۸) الغرض دنیا پر ایک دوسری قوم جو جزائر برطانیہ کی تینوں اقوام انگلش، سکاچ اور آئرش کے اتحاد سے وجود میں آئی کو بہترین صلاحیتوں کی بناء پر عظیم الشان سلطنت انعام کے طور پر دی گئی محکمہ قضا و قدر کی طرف سے استخلاف کی منتقلی کا گراف ملاحظہ کیجئے۔ ۱۶۰۰ عیسوی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان کے ساتھ تجارت کا پروانہ دیا تھا۔ ۱۶۰۸ء میں ہندوستان میں سورت کے مقام پر پہلی تجارتی کوٹھی بنی۔ ۱۶۲۸ء مسولی میں مرکز قائم ہوا۔ ۱۶۳۷ء میں بالاسور، ہگلی کلکتہ، ۱۶۳۹ء مدراس ۱۶۶۱ بمبئی کا جزیرہ مل گیا۔ ۱۶۶۱ء میں اپنا سکہ جاری کیا، ۱۶۸۰ میں بادشاہ جیمز نے ہندوستان میں جنگ کرنے کی اجازت دے دی۔ ۱۷۰۰ء میں کلکتہ میں فورٹ ولیم تعمیر ہوا اور وہ تاجر قوم اب جنگی بن گئی، ۱۷۴۶ء ہندوستانیوں کو انگریزی فوج میں بھرتی کرنا شروع کر دیا، ۱۷۵۷ء پلاسی کی پہلی جنگ جیتی اور پہلی بار ہندوستان کے وسیع علاقہ پر اقتدار قائم ہو گیا، ۱۸۰۵ء میں بنگال۔ اودھ۔ یوپی۔ مدراس۔ مالا بار سندھ کے ساحلوں پر قبضہ ہو گیا۔ ۴۶-۱۸۴۵ء میں پنجاب پر قبضہ ہو گیا اور ۱۸۵۷ء میں دہلی پر قبضہ کے بعد وحی اور استخلاف مکمل طور پر انگریزوں کو منتقل ہو گیا۔ اور قرآن کا وعدہ سچا ثابت ہو گیا۔

اب یہ کہنا کہ وحی تو ہمارے پاس ہے انگریز لوگ تو چالاکی، ہوشیاری اور تجارت کے بہانے ہندوستانی سیاست میں مداخلت اور تاجرانہ ذہنیت کی بناء پر دنیا پر چھا گئے تھے محض اپنی خفت مٹانے کے مترادف ہے۔ زمین پر غلبہ صرف خدا کے قانون پر عمل پیرا ہونے والی قوم کو ہی ملتا ہے۔ مسلمانوں کے زوال کی کوئی حتمی تاریخ مقرر نہ تھی اور دیگر باصلاحیت غالب اقوام کے غلبہ کا دن مقرر نہیں تھا۔ مسلمان انحطاط کا شکار تھے اور مغربی اقوام صلاحیت کے مدارج طے کر رہی تھیں۔ ایک وقت آیا مسلمانوں کا بوریا بستر لپیٹنا شروع ہو گیا اور محکمہ قضا و قدر نے دنیا بھر سے ان کے ممالک کو دوسری باصلاحیت قوم کے حوالے کرنا شروع کر دیا۔ وہ ان سے قرآن کی زبان میں زیادہ صالح العمل تھے۔ اس کے برعکس معتوب الیہ قوم کی تاریخ ملاحظہ فرمائیے اور عبرت پکڑیئے۔

۱۷۹۸ء	میں مشرق بعید پر ڈچ قابض ہو گئے۔
۱۸۰۲ ـ ۰۶ء	جاوا۔
۱۸۲۰ء	اومان، قطر، برطانوی حکومت کے زیر سایہ آ گئے۔
۱۸۲۱ـ۳۸ء	سماترا میں تباہ کن جنگ و جدال۔
۱۸۳۰ء	الجیریا پر فرانس کا قبضہ۔
۱۸۳۴ء	کاکیشیا پر روس قابض۔
۱۸۳۹ء	عدن پر برطانیہ کا قبضہ۔
۱۸۴۲ء	سندھ پر برطانیہ کا قبضہ
۱۸۴۹ء	پاکستان کی سرحدی پٹی پر برطانیہ کا قبضہ۔
۱۸۵۳ء	موجودہ تاشقند پر روس کا تسلط۔

۱۸۵۷ء	مغلوں پر انگریزوں کا غلبہ۔
۱۸۶۶ء	سمرقند بخارا روس کا قبضہ۔
۱۸۷۳ء	ازبکستان پر روس کا قبضہ۔
۱۸۷۵ء	قوقند پر روس کی یلغار۔
۱۸۸۱ء	تیونس پر فرانس کا قبضہ۔
۱۸۸۲ء	مصر پر برطانیہ کا قبضہ۔
۱۸۸۵ء	اری ٹیریا پر اٹلی کا قبضہ۔
۱۸۹۰ء	سینی گال پر فرانس کا قبضہ۔
۱۸۹۱ء	نائیجیریا۔ ایوری کوسٹ پر فرانس کا قبضہ۔
۱۸۹۵ء	پامیر پر روس کا قبضہ۔
۱۸۹۸ء	سوڈان پر انگریزوں کا قبضہ۔
۱۸۹۹ء	بلوچستان کے سردار انگریزوں کے زیر ہوئے۔
۱۹۰۰ء	چاڈ پر فرانس کا قبضہ۔
۱۹۱۲ء	ٹریپولی پر اٹلی کا قبضہ۔
۱۹۱۲ء	مراکو پر سپین اور فرانس۔
۱۹۱۴ء	کویت پر برطانوی کنٹرول۔
۱۹۱۵ء	سمرنا پر یونانیوں کا قبضہ۔
۱۹۱۵ء	اناطولیا اور ترکی پر اٹلی کا قبضہ۔

الغرض کوئی عشرہ نہ گذرا کہ مسلمانوں کا کوئی ملک زیر نہ ہوا۔ تاریخ میں یہ واقع بھی تسلسل سے ہوتا چلا آ رہا ہے کہ قوموں کے زوال کے بعد اس کے مرثیہ خواں دانشور اور شاعر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ آل عدنان کی تباہی

پر ابن بدروں، آل عباسی کی تباہی پر سعدی، آل تیمور و بابر کی بربادی پر غالب نے شعر گوئی سے اظہار کیا۔ ہومر شیکسپیئر نے اپنے زمانہ کے انحطاط کی عکاسی کی۔ امرا القیس نے جاہلیت کے دور کو بیان کیا۔ یہاں بھی پچھلی صدی میں دانشور، شاعر اور اہل علم جو بھی سامنے آئے انہوں نے مرثیہ خوانی کی کچھ نے یورپین اقوام کو ڈاکو اور لٹیرے ثابت کر کے اپنی دوں ہمتی پر پردہ پوشی کی۔ کچھ نے ملوکیت کا شاخسانہ کھڑا کر کے ثابت کیا کہ وہ نہ ہوتے تو بہت کچھ ہوتا ہم نے انہی کی اس مرثیہ گوئی کو اپنے افکار کی بنیاد بنایا ہے۔ ہم نے ایک دن بھی نہ سوچا کہ کیا غلطی ہو گئی خدا کے کون سے قانون کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور اس پر دوبارہ عمل کرنے کی منصوبہ بندی کیونکر ہونی چاہیے۔ کچھ نے جمہوریت کے نام سے کچھ نے مغربی تعلیم کے حوالے سے کچھ نے صنعتی ترقی کی بنیاد پر کچھ نے آئین سازی کو سامنے رکھ کر تبصرے کئے ایک طبقہ وطن اور قوم کی تشریح کرنے لگا۔ الغرض یہ تمام شاعر اور دانشور حسب سابق قوم کی از سر نو تعمیر کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہ کر سکے۔ ہندوستان میں تو میر جعفر، اور صادق کو کوس لیا گیا بقیہ مسلم ممالک کو کس کی نظر کھا گئی بغیر آئین اور جمہوریت کے اس مغربی تصور کے برعکس مغلوں نے دو صدیوں تک انتہائی شاندار حکومتیں قائم کیں۔ اور عظیم سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی سلطنت کی وسعت تو تاریخی تھی۔ یہ بغیر آئین اور جمہوریت کے کیونکر نصف صدی تک قائم رہی۔ اور اپنے سے کئی گنا زیادہ ہندو اکثریت کا اعتماد کیونکر انہیں حاصل رہا کہ انڈین نیشنل کانگریس کی قطع کی ایک جماعت کے قیام کے ممکنات پیدا نہ ہو سکے۔ علاقائی، ثقافتی، لسانی اختلافات نہ ابھرے۔ نہ فرقہ واریت کا لوگوں نے نام تک سنا تھا۔ انگریز ہندوستان پر قابض اپنی بہترین

صلاحیتوں کی بنا پر ہوا۔ دیگر یورپین اقوام کے مقابلہ میں مشرق کی طرف انگریزوں نے فرانسیسیوں اور پرتگالیوں کے بعد تجارت شروع کی۔ لیکن ان کی صلاحیتیں دوسروں سے بہتر تھیں وہ چھا گئے' دوسرے یورپین بھاگ گئے۔

اہل برطانیہ اہل فرانس کے مقابلہ میں اخلاقی لحاظ سے بھی مختلف تھے' اہل برطانیہ زیادہ بردبار تھے۔ اور جبھی تو انہوں نے تین درجن مقبوضات میز کے گرد بیٹھ کر واپس کیے۔ دوسری طرف اہل فرانس جہاں سے بھی نکلے شدید جنگ اور تباہی کے بعد نکلے۔ یہ اپنا اپنا قومی کریکٹر تھا' اسی ممتاز خصوصیت کی بناء پر انگریز ہندوستان پر نہیں دنیا بھر میں چھائے رہے۔

اہل ہند صدیوں سے انحطاط کی طرف جا رہے تھے۔ اور ابھی تک ان میں کوئی ڈاکٹر سن یات سن' کوئی ماوزے تنگ یا کوئی لینن پیدا نہیں ہوا تھا۔ کچھ تبصرہ نگار دانشور تھے' کچھ انگریزی حکومت کے ذہین ہندوستانی ملازم تھے' انہوں نے اپنا مقام بنانے کے لیے کئی انجمنیں بنا کر انگریز کی تابعداری کا درس دینا شروع کیا۔ اہل ہند کو پاؤں پر کھڑا کرنے والا کوئی گروہ موجود نہیں تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں یہ تابعداری بھی وقت کی ایک ضرورت تھی۔ خرابی یہ تھی کہ ہم نے ان دوں ہمت مصلحت کوشوں کو اپنا راہ نما سمجھ لیا اس سے یہ احساس بھی ختم ہو گیا کہ ہم کسی بدترین سامراج کے غلام بن چکے ہیں۔ انگریز یہاں تاجر بن کر رہنے کی منصوبہ بندی کر کے آئے تھے۔ عین ممکن ہے کہ اگر کمپنی کی حکومت ختم کر کے اس کو برطانیہ کی نو آبادی نہ بنا دیا جاتا تو کمپنی والے اسے کینیڈا یا آسٹریلیا بنا دیتے مگر براہ راست تاج برطانیہ کے ماتحت آ جانے سے یہاں ایک نئی طرز کا سامراج ابھرا حضرت علامہ مشرقیؒ نے اس مخصوص سامراج کے آ جانے سے جو منطقی صورت حال پیدا ہوئی ہے اس

پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہا کہ "پہلے حملہ آور یہاں کے ہو کر رہ گئے تو رعایا اور راعی دونوں کے اندر اعتماد کی فضا پیدا ہوتی رہی۔ لیکن انگریز چونکہ ذہنی طور پر یہاں صرف تجارت کی غرض سے چھایا ہوا تھا اس نے دانستہ اور احتیاط سے اپنے اور رعایا کے درمیان ایک فاصلہ اصولی طور پر قائم رکھا اس بیگانہ پن نے یہاں سوچ کا الگ رُخ متعین کر دیا۔ اب یہاں ہندو اور مسلمان کا وطیرہ انگریز کی ساتھ دو سوکنوں کا سا ہو گیا جو ایک ہی مشترکہ خاوند کو خوش رکھنے کے لیے مختلف جتن کرتی ہیں۔ مسلمان زعماء جو آج صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں وہ انگریز کے ہی ملازم تھے اور وفادار تھے۔ انہوں نے مراعات حاصل کیں۔ جاگیرداروں کی وفاداریاں ان سے بڑھ کر تھیں۔ نواب' راجے' نہ صرف انگریز کے رحم و کرم پر تھے' بلکہ انگریز کی سلطنت کے استحکام کے لیے ہمہ وقتی مزدور تھے مغربی تعلیم' اس کی رنگینیاں اور صنعتی عجائبات نے انگریز کی اکثر خامیوں پر پردہ ڈالے رکھا۔ بلکہ وہ خامیاں تھیں بھی اتنی پیچیدہ کہ عام فہم شخص اس کا ادراک حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی طرف سے تعلیمی' عدالتی' انتظامی مربوط نظام نے سب کو مبہوت کر کے رکھ دیا اور لوگ انگریزی پڑھنے کو مشکلات کا حل سمجھنے لگے ہمارے دانشور تو انگریزی دانی کو ہی قومی مسائل کا حل بتانے لگے انگریز چاہے کتنا ہی منصف مزاج کیوں نہ ہوتا اس کی تاجرانہ ذہنیت ہی برصغیر کی تمام مصیبتوں کا باعث تھی۔ اس کا یہاں مدغم ہونے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ یہی بات یہاں گروہی اختلافات پیدا کرنے کا باعث بنی اس کی طرف سے نیا جمہوری منصفانہ انداز اہل ہند کی مشکلات کی وجہ تھا۔ وہ جب بھی ہندوستانیوں کو آئینی مراعات کے طفیل حکومت میں شامل کرنے کی کوشش کرتا تو معاً" سب کا دھیان اس طرف چلا جاتا کہ ہندو کو

زیادہ ترجیح کیوں، حالانکہ تین وجوہات کی بناء پر تو ہندو کو خصوصی حیثیت از خود حاصل تھی۔ ○ پہلا یہ کہ اس کی عددی اکثریت تھی اور مسلمان سے تین چار گنا تھی ○ دوسرے جن علاقوں میں مغربی تہذیب و تمدن اور تعلیمی اور تجارتی نظام دو صدیاں پہلے آیا تھا وہاں ہندو کی بہت بڑی اکثریت تھی ان ساحلی علاقوں میں مسلمان تو چند فیصد تھے۔ (بمبئی اور کلکتہ کے بڑے مراکز ہونے کے ناطے سے مسلمان بڑوں کا تناسب کچھ زیادہ بہتر تھا) اور یہی صورت حال تجارت اور مال و دولت کی تھی۔ اس میں بھی ہندو دو صدیاں آگے تھا۔ چونکہ مسلمانوں سے حکومت چھینی گئی تھی اس کا رنج بھی اصولاً" مسلمان کے اندر زیادہ تھا جو انگریز کے محل نظر تھا۔ انگریز کے بنگال پر پلاسی کی جنگ کے بعد قبضہ پر سب سے زیادہ اعتراض ہندو کو تھا کیونکہ تجارت میں انگریز اس کے حریف پیدا ہو گئے تھے۔ اس طرح ۱۸۵۷ء میں بھی ہندوؤں کی زیادہ ریاستیں نئے قانون کی زد میں آتی تھیں جن پر انگریز کے قابض ہونے کے امکانات زیادہ پیدا ہو گئے تھے اور ہندوؤں نے اپنی اغراض سے بہادر شاہ ظفر کو مقابلہ کے لیے اکسایا۔

دوسری طرف یہی صورت ہندو زعماء کی تھی۔ ان میں بھی سرفہرست وہی لوگ تھے جو انگریز کے مراعات یافتہ تھے اور چونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں فعال لیڈر شپ کا شدید فقدان تھا، اہل ہند کو منظم کرنے اور ایک پلیٹ فارم پر لانے والا کوئی ہندو یا مسلمان یا کوئی اور گروہ موجود ہی نہیں تھا۔ لامحالہ قیادت بھی سرکاری ملازموں، مراعات یافتہ طبقوں، اور جاگیرداروں، نوابوں اور راجاؤں کو ہی نبھانی پڑی۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی قیادت پکی ہو گئی۔ اور چونکہ ان کی سوچ بچار تعاون اور آئینی مراعات تک محدود تھی اس لیے کوئی

الگ تخیل یہاں پیدا ہی نہ ہوا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تمام موثر راہنماؤں کا انگریز کا مراعات یافتہ ہونا ہی مروجہ تخیل کا سچا باعث تھا۔

مقالہ نگار:

○ رشید احمد ملک ایڈووکیٹ

ماخوذ از: علامہ مشرقیؒ اور معاصر

انہوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر مولویوں اور پیروں کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ (القرآن)

* مسلمانان عالم کے مذہبی اختلافات اور مولوی کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل کا پر تحقیق اور ناقدانہ جائزہ

* قرآن حکیم کی تعلیمات کا سائنٹیفک تجزیہ * دین اسلام کی ماہیت کی علمی نقطہ و نظر سے وضاحت

عقلی استدلال ---------- ***** ---------- زوردار انداز بیان

***** ---------- منفرد اسلوب ---------- *****

ہردلعزیز راہنماء اور سائنسی و مذہبی مفکر و فلاسفر حضرت علامہ مشرقی کی معروف تصنیف

مولوی کا غلط مذہب

ایک ہیجان خیز انکشاف ---------- ایک عالم انگیز پیغام

مولوی کا غلط مذہب میں ------- بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے علاوہ نواب بہادر یار جنگ، خان حبیب اللہ خان (سابق چیئرمین سینٹ) پیر رشید الدولہ، پروفیسر سید اللہ بخش، شیخ الفاضل مولوی شاکر اللہ نے مولوی کی جاہلانہ تعلیمات کے بخیئے ادھیڑ کر مولوی کے تین سو سالہ مذہبی تخیل کو رد کیا ہے۔

وہ عظیم دستاویز جو پانچ سال کے عرصہ میں بیس لاکھ سے زائد چھپ کر فروخت ہوئی جو برصغیر کی تاریخ میں ریکارڈ ہے۔

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں ----

پیش لفظ

اس وقت ملت اسلامیہ عالمی سطح پر انتشار، افتراق، خلفشار اور معاشی و اقتصادی مسائل و مشکلات کا شکار ہے اس کی بنیادی وجہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی مرکزیت کا قائم نہ ہونا ہے جبکہ یہود و ہنود کی سازشوں اور اپنی بد اعمالیوں کے باعث پیدا شدہ مسائل کے حل کے لئے انہی کی چوکھٹوں پر سر ٹیکتے ہیں جھولیوں میں بیٹھتے ہیں اور ان کی انگلیوں کے اشاروں پر ناچتے ہیں جنہوں نے ہمیں اس کا شکار بنایا۔ موجودہ حالات و واقعات کی نشاندھی ۷۷ برس قبل عصر حاضر کے عظیم مفکر و فلاسفر، ریاضی دان، نقیب فطرت اور مفکر قرآن حضرت علامہ مشرقیؒ نے عالم اسلام کے سربراہوں، دانشوروں، مفکروں اور علمائے دین کی موتمر عالم اسلام سے اجلاس منعقدہ قاہرہ (مصر) ۱۹۲۶ء میں کر دی تھی اور اسی خطاب میں آپ نے موتمر عالم اسلام کے سامنے چار تجاویز پیش کیں۔

- پہلی تجویز یہ تھی کہ یہ موتمر عالم اسلام کے تمام ممالک میں محلوں کی سطح پر تدریجاً" دینی امیر کا ایک نظام قائم کرے۔
- دوسری تجویز یہ تھی کہ اس موتمر کو مستقل اور مستمر صورت میں بدل دیا جائے اس کا مرکز جامع ازہر ہو۔
- تیسری تجویز یہ تھی کہ بیت المال قائم کیا جائے۔ جبکہ چوتھی تجویز یہ تھی کہ
- ہم میں ہر ایک آج اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر یقین کرکے اعلانیہ اقرار کرے کہ وہ مسلمانوں کے کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتا، ہم سب اللہ کے بندے اور صرف مسلمان ہیں اور سب علماء اور اولیاء اللہ کی یکساں عزت کرتے ہیں۔ ان سب کو برابر مانتے ہیں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے۔

ان تمام تجاویز کو موتمر کے مندوبین اور اکابرین اسلام نے بے حد سراہا اور یقین دہانی کرائی کہ اس پر عمل پیرا ہوکر ہم مسلمان ایک مرتبہ پھر امت واحدہ بن کر بنی نوع انسان کے مسائل کو حل کرسکتے ہیں پھر سے ایک قوت اور ایک طاقت بن کر نسل انسانی کو دکھوں، تکلیفوں، پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دلا سکتے ہیں ایک مرتبہ پھر "اقوام متحدہ اسلامیہ" کا قیام عمل میں لا کر سامراجی، طاغوتی اور استحصالی طاقتوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں جنہوں نے عالمی سطح پر نسل انسانی کو گمراہ اور مسائل کا شکار بنا کر رکھ دیا

ہوا ہے۔ اس وقت امت مسلمہ کے پاس خدا' رسولؐ اور قرآن کی صورت میں عالمگیر سطح پر عظیم الشان پروگرام ہونے کے باوجود ملت کفر کے سامنے بے بس ہے۔

ان حالات میں ہمیں عالمی سطح پر مسلمانوں کو کسی ایک پلیٹ فارم پر متحد کرتے ہوئے انھیں سامراجی طاقتوں کے شکنجے سے آزاد کروانے کے لئے "مسلم اقوام متحدہ" کا قیام معرض وجود میں لاکر متحدہ اور مشترکہ طور پر جد و جہد کرنی ہوگی تب ہی ملت اسلامیہ امت واحدہ بن کر ملت کفر کا مقابلہ کر سکتی ہے اگر اکیسویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنا ہے تو پھر ہمیں اپنے مادی' افرادی' دفاعی ' معاشی' اقتصادی' سائنسی' علمی' فنی اور قدرتی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے آئی ایم ایف' ورلڈ بنک' اقوام متحدہ' امریکی سامراج اور یہودی سازشوں کو ناکام بناتے ہوئے اور انکے تسلط کو ختم کرتے ہوئے ان سے آزادی حاصل کرنی ہوگی ہمیں پھر سے قرآن کو زندہ کرنا ہوگا اس کے تابع ہو کر متحدہ جماعت بن کر خدا' رسولؐ اور اسلام کا بول بالا کرنا ہوگا اور منشائے خداوندی کے مطابق پیدائش انسان اور تخلیق کائنات کے حقیقی مقاصد کو پورا کرتے ہوئے تسخیر کائنات کی جانب تیزی سے بڑھنا ہوگا تب جا کر لقائے رب ہوگی اور کائنات اور انسان کے پیدا ہونے کے مقاصد پورے ہوں گے۔ ہمیں دنیائے علم و خبر کے مفکر اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ کے "خطاب مصر" کا مطالعہ اسی تناظر میں کرنا ہوگا تو یقیناً" آپ میں یہ احساس پیدا ہوگا کہ آج ہمیں پہلے سے زیادہ ملکوں سے لے کر عالمی سطح پر متحد اور منظم ہو کر جد وجہد کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

مورخہ: ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۷ء

بوقت: ساڑھے بارہ بجے دن

آپ کا اپنا

خاکسار حمید الدین المشرق

(قائد خاکسار تحریک)

مضبوط پاکستان ○ مستحکم معیشت ○ غریب کی حکومت ○ غلبہ اسلام کا علمبردار

ہفت روزہ الاصلاح لاہور کے خریدار بنئے

رابطہ: 34-ذیلدار روڈ اچھرہ' لاہور۔ 54600 ○ سالانہ چندہ: 200 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطاب مصر

دیباچہ

۱۳۴۴ ہجری یعنی ۱۹۲۶ء کے اوائل میں دنیا کے مسلمانوں میں موتمر عام کی حرکت ایک ولولہ انگیز حرکت تھی۔ ترکوں نے خلافت کو مسترد کر کے مسلمانوں کے سامنے پہلی دفعہ ایک ایسا مسئلہ پیش کر دیا تھا جس کی نظیر گزشتہ اسلامی تاریخ میں موجود نہ تھی۔ خلافت کو خود بخود چھوڑ کر جس کے حاصل کرنے کے لیے اسلامی بادشاہ کسی زمانہ میں آرزوئیں کیا کرتے تھے۔ ترکوں نے مسلمانوں پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ عالم اسلام کی روحانی قیادت ان کے نزدیک کچھ کار آمد شے نہیں رہی بلکہ اس "روحانی قیادت" سے الگ تھلگ ہو جانا ہی ان کے لیے عملاً" مفید ہے۔ الغرض تمام اسلامی تاریخ میں آخری دفعہ محکمہ قضا و قدر کی طرف سے مسلمانوں کو یہ تنبیہہ تھی کہ ان کا شیرازہ قطعاً" بکھر چکا ہے۔ ان کا اب کوئی والی وارث اور پرسان حال نام میں بھی نہیں رہا۔ اس شیرازے کے آخری تار و پود تو خیر اس کا برائے نام ڈھانچہ اور خاکہ بھی مٹنے کو ہے مرض الموت کی یہ خوفناک علامتیں ہر صاحب نظر کو کپکپا دینے کے لئے کافی تھیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں میں رسمی اضطراب شاید اس وجہ سے بھی کچھ زیادہ تھا کہ ان کا اخلاقی زوال نسبتاً" دیر سے جاری ہے۔ سیاست" ان کے ہاں نسبتاً" کم ہے' مذہب کی صورت سربسر رسمی بن چکی ہے۔ قومیت اور صحیح اخوت مفقود ہے۔ محکومیت کی برائیاں ان کی رگ و پے

میں اثر کر چکی ہیں۔ وہ ایک پرانے مریض کی طرح مرض کو کسی کوٹ یا کرتہ کی طرح بدن سے اتار پھینکنے کی آرزو رکھتی ہیں اور جب وہ آرزو پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو عمل میں اور تفرقہ انداز اور مزاج میں اور چڑچڑے اور کھسیانے بن جاتے ہیں۔اس بنا پر مصطفےٰ کمال پاشا کا خلافت اسلام کو مسترد کر دینا ہندی مسلمانوں کے نزدیک ایک بڑا جرم تھا وہ ترکوں کو اس ناہموار حرکت پر کوستے تھے' مصطفےٰ کمال پاشا کو برا کہتے تھے' اپنے پچھتّر لاکھ روپیہ کو جو ترکوں تک پہنچا بھی نہ تھا اور ترکوں نے مانگا بھی نہ تھا' ہندی مسلمانوں کا احسان عظیم قرار دے کر یہ کہنے کا حق جتلاتے تھے کہ ترک احسان فراموش ہیں' بے درد ہیں' لامذہب ہیں' خلافت کو چھوڑنے میں ایک ہولناک غلطی کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ادھر ترکوں کو بجا غصہ اور رنج تھا کہ ان کی پانچ سو برس کی عزیز اور خون شہیداں سے رنگی ہوئی سلطنت پر آخری اور کاری ضرب لگا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والے یہی ہندوستانی مسلمان سپاہی تھے۔ جنہوں نے پندرہ روپیہ کی خاطر ترکوں کے سینے نہایت بیدردی سے چھلنی کر دیئے۔ حرمین کی حفاظت دشمن کے ہاتھ میں دلا دی۔ بیت المقدس کو جس کی خاطر مسلمانوں نے چھ سو برس تک عالمگیر لڑائیاں لڑیں اور کروڑوں کی تعداد میں شہید ہونے کے باوجود کسی سے ہیٹے نہ ہوئے۔ تیرہ سو برس کے بعد آن واحد میں دشمن کے سپرد کر دیا۔ مکہ کو جہاں سے اسلام پیدا ہوا تھا اور جس کی خاطر یہ تمام خلافت تھی تیرہ سو برس کے بعد ان واحد میں دشمن کی حفاظت میں دے دیا' اخرجوا الیھود والنصٰرٰی من جزیرۃ العرب کی نبوی ﷺ وصیت کو (العیاذ باللہ) پاؤں سے ٹھکرا کر بغداد کے سے مقدس مقام اور دجلہ اور فرات کے سے خوبصورت دریاؤں کو جن کی بابت

حضور صلعم نے نهران من انهار الجنته فرمایا تھا تیرہ سو برس کے بعد آن واحد میں نصاریٰ کے سپرد کر دیا! حق تو یہ ہے کہ جب مکہ اور مدینہ' بیت المقدس اور بغداد' نجف اور غیر نجف سب کے سب ترکوں کے قبضہ اقتدا سے نکل چکے تھے اور ہندوستانی مسلمانوں کے "جوش ایمانی" کے باعث ہی نکلے تھے تو ترکوں کا "روحانی خلافت" کے قبا کو اوڑھے رکھنا مضحکہ انگیز نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ مسلمانوں میں سیاست کیا تھی جو اس باریک نکتہ کو سمجھ سکتے یا اپنے کیے پر پشیمان ہو کر گردنیں نیچی کر لیتے۔ ترکوں نے خوب کیا کہ ان چند ہندوستانی مہاجروں کو بھی بیک بنی و دوگوش اپنی سلطنت سے نکال دیا جو افغان خیزاں کابل کی راہ سے انگورا پا پیادہ پہنچے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ وہی ذلیل ہندی ہیں جو اپنے مسلمان بھائیوں کو عمداً قتل کرنے کے مجرم ہیں اور جن کی آخرت صرف جہنم ہے!

ترکوں سے اگر کچھ غلطی ہوئی تو یہ کہ انہوں نے اپنے جانشین خلیفہ کے انتخاب کا انتظار نہ کیا۔ لیکن اس عالم آشوب زمانے میں اس امر کا کیا انتظار ہوتا ان کو اپنی جان کے لالے پڑے تھے۔ تمام زرخیز ملک ان کے قبضہ اقتدار سے نکل چکے تھے' مسلمانوں کے اجتماع کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی' بلکہ اجتماع کا احساس بھی نہ تھا۔ ایسی حالت میں مصطفیٰ کمال پاشا نے نہایت صحیح طور پر اور کمال قرآن بنی سے اعلان کیا کہ خلافت اور حکومت دراصل ایک شے ہیں۔ اس لیے جو قوم حاکم ہے اسی کی خلافت بھی ہے' حکومت سے الگ ہو کر "خلیفہ" ہونا بے معنی ہے۔ گویا ان قوموں پر جو دوسروں کی محکوم ہیں صرف "روحانی خلیفہ" بنے رہنا لاطائل ہے۔ جب خلیفہ کا حکم ہی ان پر نہیں چلتا تو پھر "خلافت" کا لفظ ساتھ لگائے رکھنا بے سود ہے۔ مصطفیٰ کمال

پاشا نے اپنا ڈیفنس خوب پیش کیا۔ مگر "خلافت" کے منقطع ہو جانے سے عالم اسلام کی وہ رہی سہی اجتماعی صورت جو برائے نام تھی ہمیشہ کے لیے منقطع ہوتی ہوئی صاف نظر آئی۔

اس جانکاہ اضطراب کے عالم میں شیخ الاسلام قاہرہ (مصر) کی طرف سے موتمر میں شامل ہونے کی دعوت مجھے موصول ہوئی۔ "تذکرہ" ایک مدت پہلے ان تک بلکہ شیخ امام سنوسی سابق امیر طرابلس تک پہنچ چکا تھا۔ مصر کے شاہی خاندان کے رکن اعظم عمر طوسون پاشا' وزیر جنگ موسیٰ فواد پاشا' صدر اعظم دیوان ملکی نسیم توفیق پاشا اور مشہور ادیب احمد تیمور پاشا' وغیرہم "تذکرہ" کی تعلیم سے بغایت متاثر تھے۔ مجھے خیال ہوا کہ اگر موتمر قاہرہ میں ہی عالم اسلام کی عالمگیر تنظیم کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو میرا جانا مفید ہو سکتا ہے۔ ادھر خیال تھا کہ سلطان مصر کا خلیفہ منتخب ہو جانا انگریزوں کے لیے فتح مبین ہوگی۔ مسلمانوں کے "روحانی حاکم" بھی اب یہی لوگ ہوا کریں گے۔ گویا اسلامی سلطنتوں کی بیخ کنی میں جو مدد انگریز روپیہ کے زور پر لیتے رہے ہیں وہ آئندہ اپنے خطاب یافتہ سلطان کے "روحانی اثر" سے لے لیا کریں گے۔ اور اس طرح پر مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر دنیا سے نیست و نابود کر دینے کا زبردست ہتھیار دشمن کے ہاتھ آ جائے گا۔ ان دو اغراض کو پیش نظر رکھ کر میں مستعد ہوا اور ۲۶۔ اپریل ۱۹۲۶ھ کے جہاز "رنپورۃ" میں سوار ہونے سے پہلے تار دیدی کہ موتمر میں شامل ہونے کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔

۳ مئی ۱۹۲۶ء کو جہاز پورٹ سعید پہنچا۔ جہاز کے لنگر انداز ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی تین وفد' ایک شیخ الاسلام کی طرف سے' دوسرا موسیٰ فواد پاشا اور تیسرا عمر طوسون پاشا کی طرف سے عرشہ پر موجود تھے۔ مجھے ایک گونہ تسلی

تھی کہ علما اور حکومت دونوں کی طرف سے اظہار محبت ہے۔ اس لیے کامیابی مشکل نہیں۔ دو دن پورٹ سعید ٹھہر کر قاہرہ کا رخ کیا۔ سٹیشن پر علمائے ازہر کا ایک اژدھام تھا۔ علامہ شیخ حسین ولی سیکرٹری موتمران کے ساتھ تھے۔ میں کنٹنتال ہوٹل میں ٹھہرا۔ اگلے روز شیخ الاسلام' موسیٰ فواد پاشا اور شیخ محمد ادریس سنوسی جو شیخ امام سنوسی کے بڑے صاجزادے ہیں۔ ملاقات کے لیے آئے۔ ملاقاتوں کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ لیکن یہ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کا انحطاط سب جگہ یکساں ہے۔ ان کے دلوں میں کوئی مستقل تجویز نہیں۔ موتمر میں میرے تقریر کرنے پر سب سے زیادہ زور تھا۔ میں عذر کرتا رہا کہ تقریریں کرنے کے لیے نہیں آیا۔

شاندار دعوتوں میں جو اس اثنا میں ہوتی رہیں مسلمان ہر جگہ اپنی حالت پر مطمئن نظر آتے تھے۔ ۱۳۔ مئی کو موتمر منعقد ہوئی اور ۲۲ تک رہی۔ قریباً" ہر اسلامی ملک کے نمائندے اس میں موجود تھے حتی کہ پولینڈ (روس) کا قاضی القضاۃ بھی اس اجتماع میں شامل تھا۔ میری تقریر کے بعد موتمر مختلف حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ان کمیٹیوں میں جو کچھ ہوا ہوا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ کسی محکوم بادشاہ کے خلیفہ بنائے جانے کی تجویز مسترد ہو گئی۔

موتمر کے انعقاد کے بعد میں نے عالم اسلام کے لیے ایک مرکزی بیت المال قائم کرنے کی تجویز کو عمل میں لانے کی کوشش کی۔ اس مطلب کی لیے دو ماہ تک مصر میں ٹھہرا۔ بیس ہزار پونڈ کے وعدے مختلف لوگوں سے لیے۔ تجویز یہ تھی کہ سب بادشاہان اسلام اس میں شامل ہوں اور اسی ذریعہ سے اتحاد کی صورت پیدا ہو۔ دس برس تک صرف بیت المال کو وسیع کیا جائے۔ جلالتہ الملک امیر فیصل سے یورپ جاتے ہوئے اسی جہاز میں ملاقات ہوئی'

اور سلطان مراکش اور سلطان ٹیونس سے پیرس میں جلالتہ الملک ابن سعود سے بھی خط و کتابت ہوئی۔ آخرش مصطفیٰ کمال پاشا کو اس تجویز سے مفصل آگاہ کیا۔ غازی موصوف نے اس تجویز پر توجہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ تجویز اس طرح پر مسترد ہو گئی۔ اسی اثنا میں قاہرہ اور مکہ کی دونوں موتمریں بھی صرف چند روز تک زندہ رہ کر انتقال کر گئیں۔

آج خلیفہ مقرر کرنے کے متعلق مسلمانوں کا جوش و خروش جو کچھ تھا قطعاً" نابود ہو چکا ہے۔ موتمر کی تجویزوں یا موتمر کے انعقاد کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ " خلافت" کی بے شمار مجلسیں جو ہندوستان میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اپنا نصب العین قطعاً" بدل چکی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ تیرہ سو برس میں " خلافت" صرف ساڑھے تین برس تک منقطع رہی تھی۔ لیکن یہ انقطاع آخری ہے۔ قوم کی موت کے آخری آثار نمایاں ہو چکے ہیں۔ اگر مسلمان اس وقت سنبھل گئے اور میری کتاب "اشارات" کی تجویز کو محکم طور پر پکڑ لیا تو اب بھی زندگی کی قطعی امید ہو سکتی ہے۔

اب تک میری تقریر کے کئی ایڈیشن مصر اور ہندوستان میں بلا ترجمہ چھپے تھے، لیکن لوگ اردو ترجمہ بدستور طلب کرتے رہے۔ پشاور میں ایک ترجمہ اردو میں میری مصر کی غیر حاضری میں چھپا تھا لیکن وہ کئی جگہوں پر صحیح نہ تھا۔ یہ ترجمہ اب میں نے خود کیا ہے۔

عنایت اللہ خان

مورخہ: ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

۱۹۲۶ء میں حضرت علامہ مشرقیؒ کا خطاب

اردو ترجمہ تقریر مصر (قاہرہ)

الحمد للّٰہ الذی انزل علٰی عبدہ الکٰتب ولم یجعل لہ عوجاً ○ قیما لینذر باساً شدیداً من لدنہ و یبشر المومنین الذین یعملون الصٰلحت ان لھم اجراً حسناً ○

(۱۸:۱۔۲)

وکم اھلکنا من قریتہً بطرت معیشتھا ج فتلک مساکنھم لم تسکن من م بعد ھم الا قلیلاً ط و کنا نحن الوارثین ○ وما کان ربک مھلک القرٰی حتٰی یبعث فی امھا رسولاً یتلوا علیھم اٰیٰتنا وما کنا مھلکی القرٰی الا و اھلھا ظلمون ○

(۲۸۔ ۵۸۔ ۵۹)

ولقد ارسلنا موسٰی باٰیٰتنا الٰی فرعون وملائہ فقال انی رسول رب العٰلمین ○ فلما جاء ھم باٰیٰتنآ اذا ھم منھا یضحکون ○ وما نریھم من اٰیتہً الا ھی اکبر من اختھا و اخذنھم بالعذاب

لعلهم یرجعون ○ وقالو آیایه السحرادع لنا ربک بما عہد عندک اننا لمھتدون ○ فلما کشفنا عنھم العذاب اذاھم ینکثون ○ ونادیٰ فرعون فی قومہ قال یقوم الیس لی ملک مصر وھٰذہ الانہٰر تجری من تحیی ج افلاتبصرون○ ام انا خیر من ھذا الذی ھومھین ہ ولا یکادیبین ○ قلولا الفی علیہ اسورۃ من ذھب اوجاء معہ الملٰکۃ مقترنین ○ فاستخف قومہ فاطاعرہ انھم کانوا قوما" فسقین ○ فلما اسفونا انتقمنا منھم فاغرقنھم اجمعین○ فجعلنٰھم سلفا و مثلاً للاٰخرین○

(۴۳: ۴۷-۵۷)

امابعد، اے بھائیو! میں سب سے پہلے خدائے عزوجل کی حمد کرتا ہوں جس نے ہم کو پیدا کیا کہ ہم راہ راست پر چلیں۔ اور یہ ممکن نہ تھا جب تک وہ پرورد گار عالم ہم سے دین اسلام کا اقرار نہ کراتا اور اپنی اطاعت کی توفیق نہ دیتا۔ اس کے بعد سرور کائنات علیہ الصلواۃ والسلام پر درود بھیجتا ہوں جس نے ہمارے اسلاف اور نیک بندوں کو خدائے واحد کے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی۔ تو خدائے عزوجل کی حمد اور رسول ﷺ خدا پر درود اس نظرے ہے کہ انہوں نے ہمیں ایسی روشنی دکھلائی جس سے ہم بے خوف و خطر اس زمین پر چلتے تھے اور اسی نور کی وجہ سے اس دنیا میں غالب تھے۔ جن لوگوں نے اس دین اور راہ راست کی متابعت عملاً" اور معنا" کی اور جنھوں

نے خدائے واحد کے صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کی ان پر ہمارا درود و سلام ہو۔ وہ دشمنوں کی ناخوشی کے باوجود دین خدا کے اعداد پر غالب رہے۔ اور اسلام کا بول بالا ہمیشہ کرتے رہے۔

اور بھائیو! میں اپنے اور روئے زمین کے مسلمانوں کی طرف سے تم لوگوں کو خوش آمدید اس لیے کہتا ہوں کہ تمہیں جتلا دوں کہ ہم سب سے پہلے زمین پر بڑے طاقتور اور اس کے بڑے بادشاہ تھے۔ اس وقت بھی زمین کی وراثت ہمارے اعدا کو ناخوش کرتی تھی اور آج بھی جو کچھ خدائے عظیم نے ہمارے پاس چھوڑا ہے دشمنوں کے لیے باعث رنج و عداوت ہے۔ لیکن زمین کا مالک صرف خدا ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو سب سے زیادہ مناسب سمجھتا ہے اس کا وارث کر دیتا ہے اور یاد رکھو کہ نیک انجام اسی قوم کا ہے جو خدائے واحد کے اٹل قانون سے خوفزدہ رہتی ہے۔

میرے بھائیو! آج ہم اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ سب کے سب اکٹھے ہو کر مسئلہ خلافت پر ایک گہری نظر ڈال سکیں بلکہ اس مسئلہ کے متعلق جو فیصلہ ترکوں نے ابھی ابھی کیا ہے اس کو پیش نظر رکھنے کے بعد جس اشد ضرورت کو پورا کرنے کی دعوت اس وقت دین اسلام دے رہا ہے اس کو باہمی صلاح اور مشورہ سے طے کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مجلس اسلامی تاریخ میں اپنے رنگ کی سب سے پہلی موتمر ہے جس میں روئے زمین کے تمام مسلمان نمائندے ایک مرکز پر اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ مشاورت کے فریضہ کو بہ احسن تمام ادا کریں بلکہ اپنی طاقتوں کو ایک نقطے پر بڑی مدت کے بعد پھر جمع کریں۔ تو اے بھائیو! مجھے بے انتہا مسرت اس بات کی ہے کہ میں آج اپنے سامنے اسلامی اجتماع کا ایک عظیم الشان عجیب و غریب اور پر اثر

منظر دیکھ رہا ہوں' دل اس منظر سے نہایت متاثر ہیں اور آنکھوں میں سرور کا عالم ہے۔ اس منظر کے لیے ہم کو فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر اپنے محترم دوست اور بزرگ شیخ محمد ابو الفضل شیخ الجامع الازہر اور ان کے محترم رفقا کا شکر گزار ہونا چاہیے جنھوں نے یہ عظیم الشان موتمر منعقد کی۔ اگرچہ اس کے انعقاد کا خیال ایک مدت سے مسلمانوں کے سربر آوردہ لوگوں کے ذہنوں میں تھا۔ جو عالمگیر محبت اور اخوت اور جو وسیع حمیت اس وقت ہمارے دلوں میں بس رہی ہے اس کا پیدا کرنے والا یہی بزرگ ہے اور جس صدق نیت اور خلوص قلب سے بھی ہم اس کا شکریہ ادا کریں' کم ہے۔ تو اے حضرات میں ان تمام اصحاب سے جو اس موتمر میں شامل ہیں استدعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے عندیوں کو جو ان کے دلوں میں ہیں ظاہر کرنے کے لیے بلکہ محترم شیخ الاسلام کے ساتھ اپنی عقیدت اور نیازمندی کے اعلانیہ اظہار کے لیے ایک تن واحد کی طرح اس چھت کے نیچے سرو قد کھڑے ہو جائیں (تمام لوگ سرو قد کھڑے ہو گئے) اور بھائیو! میں آج بصد عجز و خشوع خدائے عزوجل سے التجا کرتا ہوں کہ ہم کو اپنے ان تمام کاموں میں جو ہم اس موتمر میں کریں۔ متحد رہنے کی توفیق دے' ہمارے قدموں کو مضبوط کرے۔ ہم سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔ توفیق اور استقامت کی مدد طلب کرنا خدا ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور قانون خدا سے ڈرنے والوں کا مددگار اگر ہے تو وہی ہے!

محترم بھائیو! عالم اسلام کے اجتماع کی یہ وہ صورت ہے جو تین سو برس سے مسلمانوں کو نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ میں کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ عالم اسلام نے اس منظر کو اپنی تمام تاریخ میں کبھی نہیں دیکھا۔ تو میں تم کو سب سے پہلے مبارک باد دیتا ہوں کہ تم ایک جسم واحد کی طرح اس جگہ اس

لیے جمع ہوئے ہو کہ اپنی خوفناک مصیبتوں اور مشکلوں سے نجات پانے کے لیے بہترین تدبیریں سوچ سکو۔ اس میں شک نہیں کہ مرض کا پہچان لینا اور علاج کے لیے تیار ہو جانا ہی نصف صحت ہے اور اس بنا پر میں نہایت خلوص محبت اور درد دل سے ان لوگوں کو جو دور دراز فاصلوں سے سفر کی نہایت سخت تکلیفوں کے بعد اس موتمر میں حاضر ہوئے ہیں اپنا سلام بھیجتا ہوں اور خدائے عظیم سے بصد عجز و زاری دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری مساعی کو دنیا اور آخرت میں مشکور کرے' جو تجویزیں اس موتمر میں ہم بالاتفاق قبول کریں ان پر عمل کرنے اور ان کو عالم اسلام میں جاری اور نافذ کرنے کی توفیق دے۔ خدایا! ہمیں اپنے ہاں سے ہمت عطا کر' کیونکہ توہی سب سے بہتر بخشائندہ ہے۔

محترم نمائندو! تم نے بے شک اس چھت کے نیچے ایک عظیم الشان مجلس منعقد کر لی اور مجھے یقین ہے کہ مصر کے علمائے دین اور اس قوم کے بڑے بڑے سرداروں نے بڑی آؤ بھگت سے تمہیں یہاں نوازا ہے۔ لیکن کیا تمہیں اس بات کی خبر ہے کہ تم ایک ایسے اہم اور عظیم الشان معاملے کے فیصلے کے لیے جمع ہوئے ہو۔ جس کی نظیر تمام اسلامی تاریخ میں ہرگز موجود نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس موقع پر تاریخی واقعات اور مذاکرات یا پرانے قصوں اور دقیق علمی مباحثوں کے ذریعہ سے اسلامی خلافت کے گزشتہ حالات بیان کر کے تمہارے دماغوں کو پریشان کروں تاکہ تم آج کے حالات کا ان سے صحیح تقابل و توازن کر سکو۔ اگر میں چاہتا تو میرے لیے یہ امر آسان تھا لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ یہ مسئلہ جو اس وقت تمہارے سامنے قریباً چار سو برس کے بعد پھر پیش ہوا ہے کہ اس کی مشکلات صرف ان لوگوں کے ذہنوں

میں ہیں جنھوں نے اسلامی تاریخ کے تمام مراحل کو غور کے ساتھ پیش نظر رکھا ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی بہترین سلطنت یعنی دولت عثمانیہ نے (اور وہ سلطنت غالباً" مسلمانوں کی کمزور ترین سلطنتوں سے بھی زیادہ کمزور سلطنت ہے) سیاسی حالات کو مد نظر رکھ کر خلافت کو مسترد کر دیا ہے۔ ان کو خیال پیدا ہوا ہے کہ خلافت کو اپنے ساتھ اور لگائے رکھنا ان کی موجودہ تہذیب میں حائل ہے۔ اُن کی آئندہ ترقی اور تقدم کا مانع ہے' اسی خلافت کے باعث ان کے ملک میں پے در پے فساد ہوتے رہے ہیں اور وہ سکوں اور ان جو ترکوں کو نصیب ہونا چاہیے تھا ایک مدت سے ان کو ارزانی نہیں ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔ بھائیو! کوئی زمانہ تھا اور اس زمانہ کو کچھ بہت مدت نہیں گزری جب کہ بڑے سے بڑے متکبر اسلامی بادشاہ اسی خلافت کو اپنے پاس رکھنا اپنے لیے مایہ ناز سمجھتے تھے' اس کو قوت کا سرچشمہ خیال کر کے اس کے لیے اپنا تن من دھن قربان کر دیتے تھے۔ خلیفتہ المسلمین کی وہ عزت اور شان تھی جو یورپ کے بڑے سے بڑے بادشاہ کو لرزہ براندام کر دیتی تھی۔ اس کا حکم نہ صرف اطراف عالم پر نافذ تھا بلکہ ان قوموں کے دلوں پر بھی جو تابع نہ تھیں عملاً" جاری اور ساری تھا۔ اس کے امر و نہی کی صدا آنکھ کی جھپک میں دور و نزدیک' سب جگہ ہیجان عظیم پیدا کر دیتی تھی۔ اور اس کا حکم قریب و بعید سب ملکوں کو مجبور احترام کر دیتا تھا۔ نظم و نسق اس کے حشمت اور جلال کے محور پر قائم تھے اور قوت اور امن کے فرشتے اس کے منصب کی شوکت و احتشام کے باجگذار خادم تھے۔ بھائیو! مسلمانوں کی حالت اور مسلمانوں کے امیر کی حالت ابھی کچھ مدت ہوئی یہ تھی۔ پس آج اگر اس شان و شوکت کے بعد ترکوں نے اسی خلافت کو چار سو برس سے زیادہ مدت

تک مضبوطی سے پکڑ کر مسترد کر دیا ہے اس کو ناکارہ اور لاشے سمجھ کر پھینک دیا ہے اور ہم آج اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ اس مسترد کی ہوئی اور پھینکی ہوئی شے کو کسی ایسے شخص کے سپرد کر دیں جو طوعاً" و کرہاً" اس کو ہم پر احسان رکھ کر قبول کر لے۔ تو پہلا سوال جو ہمارے دلوں میں پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ جس شے کی خوبیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں' ممکن نہیں کہ کوئی شخص اس کو پھینک سکے۔ اور اگر ترکوں نے خلافت کو رد کر دیا ہے تو ضرور ہے کہ آج اس میں وہ خوبیاں نہیں رہیں جو کسی زمانے میں اس میں تھیں۔ بلکہ اگر انھوں نے اس کو ناکارہ سمجھا ہے تو کئی صدیوں کے حصول تجربہ کے بعد۔ تو ایسی حالت میں ہم کیا کریں کہ اپنی خلافت کو وہی مفید' قابل رشک' اور قابل حصول شے بنا دیں جو وہ کسی زمانے میں تھی۔

حضرات! یہی ایک سوال ہے جس کا حل ہماری تمام بیماریوں کا حکمی اور قطعی علاج ہے۔ اور اگر اسی سوال کے حل کے لیے آج ہم جمع ہوئے ہیں تو سمجھ لو کہ ہم نے اپنے مرض کو پا لیا' سمجھ لو کہ ہم اس سے زیادہ بیمار نہیں رہنا چاہتے' سمجھ لو کہ ہم علاج کے لیے مستعد ہیں اور تنزل کی رفتار واژگوں میں اسی حد تک جائیں گے اس سے نیچے جانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اگر ہمارے جمع ہونے کی یہ حکمت ہے تو یاد رکھو کہ ہم آج اپنی گمراہی سے دست بردار ہو چکے' آج کے روز سے ہم کو اپنی زندگی پر نیا یقین پیدا ہوا۔ بلکہ ہم نے اس زندگی کے پیدا کرنے کے اسباب مہیا کر لیے' لیکن اگر اس موتمر کا مقصود صرف یہ ہے کہ ہم اس مسترد کی ہوئی خلافت کو جس کو ترکوں نے حقارت سے پھینک دیا ہے اور جس کی قدر و قیمت بھی اس کے پھینکے جانے کی وجہ سے تمام عالم کی نظروں میں صفر ہو گئی ہے۔ بغیر کسی جدید اصلاح و

تشکیل کے چار و ناچار کسی ایسے شخص کے ہاتھ دے دیں جو اس کو قبول کر لے اور بعد ازاں رسمی طور پر ہمارا شکریہ ادا کرے تو میں سب سے پہلا شخص ہوں جو آپ کی اس موتمر کے مقاصد سے متفق نہیں اور بحیثیت ایک مسلمان کے میرا فرض ہو جاتا ہے کہ اس لغو حرکت میں آپ کا ساتھ نہ دوں' اس اثم و عدوان میں آپ کی کوئی معاونت نہ کروں بلکہ میرے شایان یہ ہے کہ لکم دینکم ولی دین کہہ کر آپ کی موتمر کو یکسر الوداع کہہ دوں۔

اے حضرات موتمر! مسئلہ خلافت کو صحیح نقطہ نظر سے دیکھنے اور اس کی مشکلات کافی زمانامناسب حل اختیار کرنے میں سب سے بڑی دقت جو پیش نظر ہے یہ ہے کہ مسلمانوں نے چند صدیوں سے خلافت کو ایک روحانی' غیر مادی اور غیر دنیاوی شے سمجھ لیا ہے، جس کا تعلق ان کے دنیاوی اعمال اور اجتماعی اخلاق سے قطعاً" نہیں رہا۔ خلیفہ وقت پچھلی کئی صدیوں سے ایک عضو معطل یا بعبارت اخریٰ ایک امیر معطل ہے جس کا حکم صرف لوگوں کی زبانوں یا افواہی عقیدوں پر نافذ ہے لیکن ان کے جسموں' دلوں اور جگروں پر اس کی حکومت کا نشان تک باقی نہیں۔ خلافت کی شان گھٹتے گھٹتے یہاں تک رہ گئی ہے کہ اب کئی قرنوں سے صرف ایک سطحی صورت یا محض نام قائم ہے۔ خطبوں میں رسماً" نام پڑھ لینا یا خلفائے راشدینؓ کے ساتھ ساتھ درود و سلام میں اس کو شامل کر لینا یا نصرت دین کے الفاظ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرنا خلیفہ کو ماننے کے مترادف رہ گیا ہے۔ لیکن خلیفہ کو صحیح معنوں میں اجتماعی اور سیاسی امیر سمجھنا ذہنوں سے حتماً" نکل چکا ہے۔ اوسط مسلمان کے نزدیک آج دین و دنیا دو مختلف چیزیں ہیں' ان کے دائرہ عمل بالکل جدا جدا

ہیں، ان کا تعلق ایک دوسرے سے حتماً" نہیں، ان کا آپس توافق کسی شے میں نہیں۔ دنیا کو مضبوط پکڑنے کے لیے چونکہ متواتر سعی و عمل کی ضرورت ہے اور ایک گرتی ہوئی قوم کے لیے سعی و عمل کو شعار بنا لینا چونکہ از بس مستبعد ہے اس لیے آج کل کے مسلمان اس طرف گئے ہیں کہ دین محض قول ہی قول اور عقیدوں کا نام ہے اور یہی اقوال اور عقائد اقلیم آخرت کی کلید ہیں۔ دنیا ان کے نزدیک ایک مردار اور مردود شے ہے جس سے کوئی فائدہ متصور نہیں اور جس کی طرف متوجہ ہونا یا جس کو سدھارنا دین دار آدمی کا کام نہیں۔ بھائیو! متنزل اور مردہ قومیں عمل سے گریز کرنے کے لیے ایسے ہی بہانے ڈھونڈھ لیا کرتی ہیں اور دنیا کی تاریخ عروج و زوال کا ہر ورق مردہ اقوام کی ان غلط کاریوں سے سیاہ رہا ہے۔ اسلام جب اس دنیا میں آیا دین کو دنیا کے ساتھ لایا' نہیں دنیا ہی کو قائم رکھنے کا دین لایا' دنیا کا دین میں مدغم ہونا اسلام تھا' دونوں کی موافقت ہر شے میں ظاہر تھی۔ نہیں بلکہ سرور کائنات صلعم اس دین کو اپنے ساتھ لائے جو دنیا میں ہر دشمن پر غالب آکر ہم کو مضبوط کر دے اور سب باقی ادیان واہیہ پر چھا جائے۔ اسی بنا پر نبی کریم ﷺ اس دین کی تلقین کرتے رہے جو دنیا میں بلند ہونے کی خاطر تھا۔ جس کا منتہا یہ تھا کہ دنیا کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور اسی غرض سے " الدنیا مزرعتہ الآخرۃ" کہہ کر "یا عملاً" اور فعلاً" یہ ثابت کر دیا کہ دنیا کو برقرار رکھنا ہی اصل دین ہے اور دین ہی دنیا کو برقرار رکھنے کا واحد ذریعہ ہے۔ بھائیو! رسولؐ خدا کے وقت میں دین کا مفہوم یہ تھا لیکن آج یہ دونوں الفاظ مسلمان کے نزدیک ایک دوسرے کے متضاد بن چکے ہیں ان میں زمین و آسمان کا فرق اور مشرق و مغرب کا بعد ہے۔ بھائیو! ترکوں نے مسلمانوں کی

اس ہولناک غلطی کو بالآخر ایک مدید مدت اور نہایت تلخ تجربے کے بعد دیکھ لیا۔ اور اسی لیے خلافت حاضرہ کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دینا مناسب سمجھا۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ ان شدید ترین مصائب اور ہولناک تکالیف میں بھی خلافت کے منصب نے ان کو کوئی عملی اور کار آمد امداد ہرگز نہیں دی۔ وہی مسلمان جو قسطنطنیہ کے سلطان کو اپنا روحانی خلیفہ مانتے تھے پچھلی جنگ عظیم میں اس کے خلاف اور ترک قوم کے خلاف جنگ کرنے سے نہیں جھجکے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کے سلطان کے احکام کی عملی اطاعت ان کی مملکت سے باہر کے مسلمانوں نے کسی جگہ نہیں کی' اس کی حمایت میں کسی قوم یا فرد نے کسی طرف سے ایک قدم نہیں اٹھایا۔ اگر سلطان کی اطاعت کسی نے کما حقہ کی تو خود ان کی اپنی قوم نے کی۔ اور اس عام عصیان کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک آج دین الگ شے ہے اور دنیا الگ شے۔ پس ترکوں کو ڈر تھا کہ "روحانیت" کا یہ غلط اور زہر آلود تخیل جس نے باہر کے مسلمانوں کو اپنے خلیفہ کی بروقت اعانت سے باز رکھا ان کی اپنی قوم اور اپنے سپاہیوں کو بادشاہ کی اطاعت سے منحرف نہ کر دے' ان کے سپاہی بھی شدہ شدہ اس مہلک خیال کی طرف نہ آ جائیں کہ "روحانی خلیفہ" کی اطاعت میں اس لیے مضائقہ نہیں کہ باہر کے مسلمانوں نے اس اطاعت کو قابل اعتنا نہیں سمجھا اور نتیجہ یہ ہو کہ وہ بہادر اور بے مثال قوم ایک آن واحد میں تباہی کے جہنم میں گر جائے۔ دوستو! میرے نزدیک ایسی خلافت ایک نہایت مضر اور لاطائل شے ہے اور اس کو دور ہی سے سلام کرنا واجب ہے۔ جب تک ہم اس کی قلب ماہیت میں اپنی تمام کوششیں صرف نہ کر دیں اور اس کو فی الحقیقت ایک مفید اور نفع مند شے پھر نہ بنا لیں اس کو کسی دوسرے شخص کے سپرد کر

دینا میری نگاہ میں قطعاً" عبث ہے۔

اے حضرات موتمر! میں جہاں ترکوں کے اس فیصلے میں کہ خلافت کو فی زمانہ مروج معنوں میں اختیار کرنا ان کی آئندہ بہبودی اور نظم و نسق میں حارج ہے متفق ہوں' وہاں اس امر میں عام لوگوں سے مختلف ہوں کہ مسلمانوں نے " خلافت" اور " خلیفہ" کے الفاظ کو صحیح اور شرعی معنوں میں یا قرآن حکیم کی اصطلاح کے مطابق استعمال نہیں کیا۔ " خلیفہ" یا " خلائف" یا " استخلاف" کے الفاظ قرآن حکیم میں جہاں کہیں استعمال ہوئے ہیں کسی ایک قوم کے دوسری قوم کے جانشین ہونے کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں' ان سے مراد ایک قوم کی سیاسی اور اجتماعی حکومت دوسری قوم پر ہے' شخصی حکومت قطعاً" کہیں نہیں۔ جہاں وہ استعمال ہوئے ہیں اجتماعی معنوں میں ہوئے ہیں' لیکن " خلیفہ" کا لفظ بحیثیت امیر جماعت یا " روحانی امام" کے قرآن حکیم میں کہیں وارد نہیں۔ مثال کے طور پر میں یہاں سب آیتوں کو پیش کر دیتا ہوں۔

سورۂ انعام میں ہے وربک الغنی ذوالرحمة ط ان یشایذھبکم و یستخلف من م بعدکم مایشاء کما انشائکم من ذریته قوم اخرین○ سورہ اعراف میں ہے عسٰی ربکم ان یھلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعلمون ○ سورہ ہود میں ہے فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت به الیکم و یستخلف ربی قوما غیر کم ج ولا تضرونه شیئا ط ان ربی علٰی کل شئی

حفیظ ○ سورہ نور کی مشہور آیہ استخلاف میں ہے وعد اللہ الذین امنوامنکم و عملوالصلحٰت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ص و لیمکنن لہم دینہم الذی ارتضٰی لہم و لیبدلنہم من بعد خوفہم امنا" ط اور اسی طرح پر سورۂ حدید میں بھی اجتماعی معنوں میں استعمال ہے وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ سورہ یونس میں علی ہذا القیاس ثم جعلکم خلٰف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون ○ ہے سورہ انعام میں ہے ھوالذی جعلکم خلٰف الارض و رفع بعضکم فوق بعض درجٰت۔ اور سورۂ زخرف میں ہے ولو نشاء لجعلنا منکم ملٰئکۃ فی الارض یخلفون ○ وغیرہ وغیرہ۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ استخلاف صرف اقوام کا ہوا کرتا ہے نہ افرد کا۔ اور خلائف الارض صرف قومیں ہی ہوتی ہیں۔ افراد کا خلیفہ بنا ازروئے قرآن کچھ معنی نہیں رکھتا۔ رہی آیہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ جو آدم علیہ السلام کے متعلق استعمال ہوئی ہے۔ سو اس آیت سے اس امر کا استدلال کرنا کہ خلیفہ کا لفظ انفرادی معنوں میں استعمال ہوا ہے ایک طویل بحث ہے۔ اس میں مختلف اقوال اور مباحث ہیں لیکن میرے نزدیک آدم علیہ السلام کا قصہ جو قرآن میں وارد ہے صرف ایک تمثیلی قصہ ہے جس کے مشار الیہ تمام بنی نوع انسان ہیں' ایک فرد واحد کا ذکر اس قصہ میں بھی

نہیں۔ اور جب مسلمانوں کا اعتقاد اس امر پر مضبوط ہے کہ آدم علیہ السلام نے کبھی فساد فی الارض یا سفک دماء (قتل) نہیں کیا اور بنی نوع انسان ہی یہ باتیں کرتے رہے ہیں تو اس خیال کو اور تقویت ہوتی ہے کہ خدائے عزوجل کا ایک فرد واحد کو زمین پر خلیفہ بنانا مقصود نہ تھا۔ فرشتوں کے اس قول سے بھی کہ ہم تیری ہی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان سب سب کا ارادہ خلیفہ بننے کا تھا نہ ان میں سے کسی رجل واحد کا۔ اور اس قول کی صاف تصدیق ایک حد تک آیہ ولو نشاء لجعلنا منکم ملئکته فی الارض یخلفون ○ سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب حضرت آدمؑ اور ان کی زوجہؑ ہی اس دنیا میں موجود تھے اور باقی انسان پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو یہ سوال کہ حضرت آدمؑ کن لوگوں پر خلیفہ مقرر ہوئے تھے ایک ٹیڑھا سوال ہے۔ جس کا جواب ان لوگوں سے پوچھنا چاہیے جو "خلیفہ" کے لفظ کو انفرادی معنوں میں سمجھنے کے قائل ہیں۔ ان آیات کے علاوہ خدائے عزوجل کا قول یداود انا جعلنک خلیفته فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ہے۔ جس میں "خلیفہ" کا لفظ صاف طور پر انفرادی ہے۔ لیکن جو بات سوچنے کے قابل ہے یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک نبی اور رسول کے زمین پر اپنے قائم مقام ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا استعمال کیا ہے اور اسی نائب خدا ہونے کی وجہ سے اس کو کہا کہ چونکہ ہم نے تم کو زمین پر اپنا نائب بنایا ہے۔ اس لیے انسانوں کے درمیان انصاف کرو۔ گویا انصاف کرنے کی حجت یہ ہے کہ وہ خدا کا قائم مقام ہے پس نبی کو خلیفہ انفرادی طور پر کہنا اس وجہ سے انسب ہے اور قرآن حکیم میں صرف اسی جگہ پر استعمال ہوا ہے اور اسی لیے یہ لقب ماسوا نبی کے کسی دوسرے شخص کے لیے موزوں

نہیں۔ بہرنوع ان تمام آیات قرآنی سے نتیجہ ایک ہی نکل سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ استخلاف سے مراد اقوام عالم کا سیاسی اور اجتماعی تمکن ہے۔ اور آیہ فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت به الیکم و یستخلف ربی قوما" غیرکم ولا تضرونه شیئا"۔ کا آیہ الا تنفروا یعذبکم عذبا" الیما" ۵ و یستبدک قوما" غیرکم ولا تضروہ شیئا"ط سے مقابلہ کرکے ظاہر ہے کہ ایک قوم کی زمین پر حکومت کا دوسری قوم کی حکومت سے بدل جانا یعنی اس کا " استبدال" ہی " استخلاف" ہے۔ وہی قوم مستخلف ہے جو زمین پر قوت سے حکومت کر رہی ہے۔ گویا حکومت اور استخلاف ایک شے ہیں بلکہ استخلاف اور استبقا بھی ایک ہی شے ہیں۔ اور خدا نے ہم میں سے انہی قوموں کے بقا اور استخلاف کا وعدہ کیا ہے جو امنوا و عملوا الصلحت کی مصداق ہیں۔ پس صالحین کا استخلاف ازروئے قرآن اور بقائے اصلح کا مسئلہ ازروئے علم جدید دراصل ایک شے ہیں۔

پس اے حضرات الموتمر! خلافت' حکومت اور وراثت زمین ازروئے نص قرآن ایک شے ہیں وہ ایک دوسرے کے جزولاینفک ہیں۔ خلافت ازروئے قرآن ہمیشہ اجتماعی ہی ہے' قومیں اس کی صحیح مصداق ہیں افراد کا خلیفہ ہونا ازروئے قرآن کہیں ثابت نہیں۔ جو قومیں روئے زمین پر تمکن اور مضبوطی سے متسلط ہیں وہ سب کی سب بلالحاظ مذہب و ملت " خلیفہ" ہیں اور اسی نقطہ نظر سے مسلمانوں میں ترک اور افغان قومیں آج صحیح معنوں میں " خلیفہ" ہیں۔ لیکن قرآن حکیم میں خلیفہ کا لقب بہ معنی امیر جماعت کہیں موجود نہیں۔ مسلمانوں کی جماعت کے امیر کے لیے قرآن نے اولی الامر منکم کے الفاظ تجویز کئے ہیں۔ اور اسی بنا پر صدر اسلام میں " خلفائے راشدین امیر

المومنین کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ خلیفہ کا انفرادی لقب جو حضرت ابو بکرؓ کے لیے تھا "خلیفہ نبی ﷺ" کے معنوں میں استعمال تھا۔ اور نبی ﷺ خلیفہ خدا انہی معنوں میں تھے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام خلیفہ خدا کہہ کر پکارے گئے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی اسی نقطہ نظر سے "خلیفتہ الخلیفہ" تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرات! آپ اس تمام بحث سے جو میں کر رہا ہوں نہایت متعجب ہوں گے اور کہیں گے کہ نام بہرنوع کچھ شے نہیں۔ اور جس نام سے بھی اپنے امیر کو پکارو مضائقہ نہیں۔ لیکن اے حضرات! میرا اصرار نام پر اس لیے ہے کہ خلیفہ وقت کو اولی الامر منکم سمجھنے کے بعد ہمارے سامنے معاً" آیہ یایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم پیش نظر ہو جاتی ہے اور ہر مسلمان پر حتماً" اور قاطبتہ" اپنے امیر کی اطاعت بہرنوع اور بہرحال واجب ہو جاتی ہے والا ان کنتم تومنون باللہ کے رو سے عصیان امیر کی حالت میں اس کا ایمان ساقط ہو جاتا ہے۔ امیر کو "خلیفہ" کہنے سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی اور ازروئے قرآن کوئی سند ہمارے پاس نہیں رہتی جس کی رو سے ہم مسلمانان عالم کو اس اطاعت پر مجبور کر سکیں۔ بھائیو! مجھے خلیفہ کو امیر کہنے پر اصرار اس لیے بھی ہے کہ عوام الناس کسی شے کی باریکیوں کو نہیں سمجھتے ان کا تمام استدلال ہمیشہ ظاہر پر ہی ہوا کرتا ہے۔ اگر ان کو کسی شے کے ظاہر کے متعلق یقین دلا دیا جائے تو وہ اس کو بلاحیل و حجت اور کمال اعتماد سے تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور یہی غالب وجہ ہے کہ انہوں نے آج تک اپنے خلیفہ کی اطاعت کے وجوب کی طرف توجہ نہیں کی اور اگر توجہ کی تھی تو شدہ شدہ وہ سب سبق بھول گئے جو کبھی ان کو خوب ازبر تھا۔ لیکن اے حضرات! میں اپنے کمال

اعتقاد کے ساتھ اس امر پر یقین رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس امر کا اعلان صاف طور پر کر دوں کہ میرے یقین میں قرآن حکیم کی وہ تمام آیتیں جن میں اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول کے الفاظ آئے ہیں نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد امیر جماعت کی طرف از خود منتقل ہو کر اس کی اطاعت کو اسلام اور مسلمانیت کا وہ جزولاینفک بنا دیتی ہیں جس سے کسی مسلم کو ایک لمحہ کے لیے چارہ نہیں رہتا۔ وہ تمام سزائیں اور عذاب بھی جو عصیان رسول کی پاداش میں قرآن میں درج ہیں امیر جماعت کی نافرمانی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اسی نقطہ نظر سے میں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تذکرہ" میں اس امر پر نہایت زور دیا ہے کہ اطیعوا الرسول کے الفاظ سے خدائے عزوجل کی مراد ان زبانی یا وقتی احکام کی اطاعت تھی جو رسول خدا صلعم ایک سیاسی اور اجتماعی امیر ہونے کی حیثیت میں وقتاً فوقتاً بالمشافہ دیا کرتے تھے۔ رسول خدا ﷺ کے بعد اس اطاعت کا وجوب ان احکام کے متعلق لازماً ہو جاتا ہے جو امیر المومنین نافذ کرے۔ ان کی وفات کے بعد یہ منصب صرف امیر المومنین کا ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ اور آیہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ اس امر کا حتمی فیصلہ کر دیتی ہے کہ رسول ﷺ اور امیر جماعت کی اطاعت فی الحقیقت خدا ہی کی اطاعت ہے۔ اور ساتھ ہی آیہ شریفہ مارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اس امر کی دلیل ہے کہ رسول صلعم کے بعد امیر کی اطاعت بہر حالت فرض عین ہے۔ یہی وجہ تھی کہ بادشاہان تغلق نے اپنے سکوں کی پشت پر الفاظ "من اطاع السلطان فقد اطاع الرحمن" بے خوف و خطر لکھ رکھے تھے یعنی "جس نے بادشاہ کی اطاعت کی اس نے گویا خدا کی پیروی کی۔" اور اسی وجہ سے اس زمانے کے

علمائے دین بھی "اطاعت رسولؐ" کی اس تاویل پر متفق تھے۔ بہر نوع یہ تمام بحث اس امر کی دلیل ہے کہ اسلاف صالحین کے نزدیک اطاعت سلطان' اطاعت امیر' اطاعت رسولؐ اور اطاعت خدا عملاً" اور معناً" ایک شے تھے۔ پچھلوں نے اس عظیم الشان درس کو دلوں سے بھلا دیا اور قعرہلاکت میں گر گئے۔

اے اشراف موتمر! میں کامل یقین اور انتہائی وثوق سے اس امر کا اعلان کرتا ہوں جب تک امیر جماعت کی عملی اطاعت ہر مسلمان کے ذہن میں کالنقش فی الحجر ہو کر اس کے ہر رگ و ریشہ میں جاری اور ساری نہ ہو جائے خلافت یا امارت کچھ معنی نہیں رکھتی' نہ خلافت سے کوئی مستقل فائدہ مترتب ہو سکتا ہے! بھائیو! نہ اس اطاعت کے بدون کسی جماعت کے اندر نظم و نسق پیدا ہو سکتا ہے نہ وہ جماعت دنیا میں اپنی ہستی اعدا کے بالمقابل برقرار رکھ سکتی ہے نہ کسی صورت میں دشمن پر غالب آ سکتی ہے۔ اگر یورپ آج دنیا میں ترقی کے آسمان پر پہنچ چکا ہے تو اس کی وجہ اکثر یہی مطلق اور منظم اطاعت امیر ہے۔ اسی لحاظ سے میں نے دین فطرۃ کی اس عظیم الشان شق کو اپنی کتاب "تذکرہ" میں اسلام کا اصل اصول قرار دیا ہے اور جابجا نص قرآنی سے ثابت کیا ہے کہ اس بے چون و چرا اور دائم و قائم اطاعت کے بغیر نہ کوئی مومن' مومن رہ سکتا ہے نہ متقی' متقی ہے' نہ عابد صحیح معنوں میں عابد ہے نہ صالح کی صلاحیت ازروئے قرآن ثابت ہے نہ راہ راست پر چلنے کا مدعی صراط مستقیم پر ہے' نہ مغفرت اور رحمت کی تمنا کسی معنوں میں درست ہے پس ازروئے قرآن اطاعت امیر سے کسی مسلمان کو کسی حالت میں مفر نہیں۔ آج مسلمانان عالم پر جو فرض سب سے زیادہ عائد ہے یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے

مختلف طبقوں میں اس اطاعت کے فرض ہونے کا نہایت شد و مد سے اعلان کریں کیونکہ یہی اطاعت امیر ہے جو ہم سے قطعاً" اور قاطبتہ" نکل چکی ہے۔

اور اے بھائیو! قوم کے افراد کے اندر یہ مادہ کبھی پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان میں ایک دوسرے سے رواداری اور اپنے ساتھی اور پڑوسی کی اطاعت کی صلاحیت پیدا نہ ہو جائے بلکہ جب تک ہمارے دلوں میں سے اغراض اور شہوات کے بت' لہو و لعب کے بت' لذات نفسانی کے بت قطعاً" فنا نہ ہو جائیں' ہم میں سب ماسوا کو چھوڑ کر تزکیہ نفس نہ پیدا ہو جائے اور دل صرف خدا کی ملازمت کے لیے رہ جائے۔ یہ مرتبہ دوستو! تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب دلوں کے اندر کے تمام ہولناک بت توڑ دیئے جائیں' جب تفرقہ ڈالنے والے اولیا و اصفیا کی عبادت کے بتوں کو یکسر چھوڑ دیا جائے۔ جب تفریق اور تشتت کے ان تمام محبوب شیطانوں کو الوداع کہہ دیا جائے جنہوں نے دلوں کے اندر مضبوط جگہ بنا لی ہے گویا بالفاظ دیگر لایتخذ بعضنا بعضاً" اربابا" من دون اللہ کے الٰہی الفاظ کو پیش نظر رکھ کر تعالوا الی کلمتہ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ پر معناً" عمل پیرا پھر نہ ہوا جائے۔

یہ وہ عملی توحید اور خدا کو ایک ماننے کا وہ صحیح کیف ہے جس کو میں نے "تذکرہ" میں اسلام کا اصل اصول کہا ہے انہی بتوں کی پرستش صحیح معنوں میں شرک ہے۔ یہی وہ شرک اور ماسوا کی عبادت ہے جو ہم کو اتحاد اور اتفاق سے ہر لحظہ منع کر رہی ہے۔ اور اسی نقطہ نظر سے خدائے عزوجل نے مشرکوں کی تعریف یہ کی ہے کہ مشرک وہ ہیں جنہوں نے ماسوا کی غلامی کر کے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ در گروہ بن گئے۔ اب ہر ایک گروہ اس بت میں مست ہے جو اس کے سامنے ہے: ولا تکونوا من المشرکین ○ من الذین

فرقوادینہم و کانوا شیعا" کل حزب م بما لدیہم فرحون ○

تو اے اسلامی بھائیو! اس توضیح کے بعد میں تمام حضار موتمر کی توجہ اپنی پہلی تجویز کی طرف منعطف کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہ موتمر عالم اسلام کے تمام ممالک میں تدریجا" ایک ایسا نظام قائم کرے جس کے رو سے مسلمانوں کے ہر محلہ میں ایک دینی مدیر' ہر گاؤں میں ایک دینی عامل' ہر طبقے اور ملک میں ایک دینی امیر مقرر ہو۔ اس امیر کا عزل و نصب اس موتمر عام کی طرف سے ہو۔ وہ امیر سب دینی' شرعی اور اجتماعی امور میں لوگوں سے محاسبہ کیا کرے گویا قول خدا کے مطابق سب امور میں اولوالامر کے منصب اعلیٰ پر متمکن ہو۔ جب کبھی کوئی اہم امر درپیش ہو۔ امیر اس موتمر سے مشاورت کرے۔ اور جب کبھی مسلمانوں کے اندر کوئی اختلاف پیدا ہو صلح و امن سے ان کے مابین فیصلہ کرے نزاع و فساد کی صورت اگر کہیں قائم ہو تو معاملات کو موتمر کے سپرد کرے۔ اور یہ موتمر پھر اس معاملہ کو فرمان خدا کے مطابق خدا اور رسولؐ کے سپرد کرے۔ مختصر یہ کہ امیر اپنی قیادت میں وہ تمام باتیں کرے جو مسلمانان عالم کو ایک لڑی میں پھر پرو سکتی ہیں۔ اس امیر کی تنخواہ بھی موتمر دے۔ اس کا فرض مسلمانان عالم کی مصلحت اور ان کے مختلف شعوب کے مابین مصالحت ہو۔ موتمر مسلمانوں سے عام بیعت لے اور ان حالات کی تہ کو پہنچے جو آج مسلمانان عالم کی بربادی کا باعث ہیں۔ ان اسباب کی تلاش کے بعد موتمر مرض کا علاج ایک قائم مقام اور نمائندہ مجلس کے سپرد کر دے۔ پس اے حضرات کرام! اگر تم میں اس طرح کا کوئی نظام نہ ہو جس کا اثر تمام عالم اسلام پر تدریجا" حاوی ہو کر رہے۔ تمہاری خلافت کچھ معنی نہیں رکھتی۔ اور نہ اس امر کا کوئی امکان ہے کہ اس

کے بدون تمہارے کسی امیر کا حکم فی الحقیقت کسی خطے پر نافذ ہو سکے۔ عمارت اور تعمیر کی یہ وہ خشت اول ہے جو آپ کو اس لیے پیش کرتا ہوں کہ تم اپنی دینی امارت کی تعمیر کو مضبوط بنیاد پر قائم کر سکو میں تم کو اس تجویز پر متفق ہونے اور وثوق تمام سے اس پر عمل کرنے کی دعوت اس طرح پر دیتا ہوں کہ سب کے سب اس چھت کے نیچے اپنے قدموں پر ایک دفعہ اور سر و قد کھڑے ہو جاؤ اور محترم صدر سے استدعا کرتا ہوں کہ اس تجویز پر مسلمانوں کے محترم نمائندوں کے قرعے لے۔ (تمام نمائندے سر و قد کھڑے ہو گئے۔)

میرے بزرگو! اس قرارداد پر متفق ہونے اور اس پر حتی الامکان عمل درآمد کرنے کے عزم کر لینے کے بعد مجھے اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے کوئی شے اس سے زیادہ اہم معلوم نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس تجویز کو سب سے پہلے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اور یہی فی الحقیقت ہماری تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ لیکن بزرگ بھائیو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس عظیم الشان قرارداد میں کامیابی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم میں سے ہر ایک متنفس سالہا سال کی شبانہ روز محنت' برسوں کے لگاتار اور جانکاہ استقلال' اور بے حد صدق نیت اور خلوص سے متفقہ طور پر کام نہ کرے۔ ایسی عالمگیر اور ہمہ رس تجویزیں محض کہہ دینے سے نہیں ہوتیں ان کے لیے سمندر کی سی وسعت والے دل اور جگر' پہاڑوں سے عظیم تر ارباب ہمم' اور آسمان کے ستاروں سے زیادہ مرد میدان ہر جگہ موجود ہونے چاہئیں جو شرک اور کفر کی مہیب اور خوفناک عمارتوں کو چند برسوں کے اندر اندر پیوند زمین کر دیں۔ بھائیو! ایسی تجاویز کو عمل میں لانے کے لیے یہ

بھی از بس ضروری ہے کہ ایک بڑی سعی اور بڑی مدت پیش نظر ہو اس بنا پر میں آپ حضرات کے سامنے اپنی دوسری قرارداد پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس موتمر عام کو جو اپنے اعمال میں قطعاً" آزاد ہے' آج سے مستقل اور مستمر صورت میں بدل دیا جائے۔ اس کے سالانہ اجلاس ہوا کریں' اس کا رسمی مرکز شیخ الاسلام کی سرکردگی میں جامع از ہر ہو۔ لیکن اس کے اجلاس عالم اسلام کے ہر اہم شہر میں ہوں شیخ الاسلام بہ نفس نفیس ان تمام اجلاس میں حتی الامکان شامل ہو اور ان کی ریاست اور صدارت بالذات کیا کرے۔ تمام شعوب اسلامی کے نمائندے اس موتمر کے اعضا ہوں اور ہر نمائندہ کے لیے ایک تعداد مقرر کرلی جائے جس کے مطابق لوگ اپنے اعضا منتخب کر سکیں۔ حضرات! اب میں آپ کو اس تجویز پر اتفاق کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ (سب نے اس تجویز پر اتفاق کیا۔)

تیسری تجویز اے حضرات ! جو ان پہلے دو معاملوں کو روبراہ کرنے کے لیے اشد ضروری ہے یہ ہے کہ یہ موتمر تمام بلاد اسلام کے لیے اس شہر قاھرہ میں ایک مرکزی بیت المال کی بنیاد ڈالے جو ان مہمات امور اور دیگر رسمی اخراجات مثلاً اعضائے موتمر کے سفر خرچ وغیرہ کی تکمیل میں ہماری مدد کرے۔ حضرات ! اسلامی بیت المال کی ضرورت پر اب کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جس پر ہر قریہ' ہر شہر' ہر ملک اور ہر براعظم میں ہر مسلمان ہر وقت اپنی لیاقت کے مطابق بحث کرتا ہے اور مسلمانوں کی اقتصادی اور اجتماعی بربادی پر آٹھ آٹھ آنسو بہا کر مرکزی بیت المال کے قیام کو اپنی تمام بیماریوں کا علاج سمجھتا ہے۔ پس میرے نزدیک اس عام تڑپ اور احساس کے زمانہ میں وقت آگیا ہے کہ یہ موتمر دنیا کے ہر گوشے

اور کونے میں نہایت سختی سے اعلان کر دے کہ کسی مسلمان کی زکواۃ زکواۃ نہیں اس کا صدقہ صدقہ نہیں بلکہ خدا کے نزدیک ان کا قطعاً" کچھ اجر نہیں جب تک کہ وہ زکواۃ اور وہ صدقہ امیر ملک کے بیت المال میں جمع نہ ہو۔ لیکن اے حضرات! اس مطلب کے حصول کے لیے اشد ضروری ہے کہ عامل صالح العمل' امین' متقی اور صادق القول ہوں۔ مالی معاملات میں خیانت اور قومی روپیہ کا ہضم کرنا وہ بیماریاں ہیں جو آج کل بالخصوص ہم میں نہایت افسوس ناک حد تک جاری ہیں اور خیانت زر کے متعلق جو رنجیدہ واقعات بعض ممالک میں ابھی ہوئے ہیں اس حزم و احتیاط کے خاص کر موید ہیں۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ اس بیت المال کی شاخ ہر اسلامی ملک میں ہو جو عوام سے زکواۃ اور صدقات وصول کرئے ہر شاخ ہر سال ایک مستقل رقم مرکزی بیت المال کو بھیجے اور مرکزی بیت المال کو ہر شاخ کے اموال پر پورا اور ناطق اختیار ہو۔ تفصیلات بعد میں اکٹھے بیٹھ کر طے ہو سکتی ہیں لیکن میں اس جگہ اس امر کے اعلان کی جرات کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر اسلامی حکومت کا بادشاہ خواہ وہ آزاد ہو یا مقید اس مد میں ایک معتدبہ رقم جو اس کی شان کے شایان ہو ہر سال مرکزی بیت المال میں اظہار ارادت کے لیے بھیجا کرے۔ اس کے بغیر نہ اسلامی ممالک میں عملی تعاون ممکن ہو سکتا ہے نہ اس کے بدون ہماری پہلی تجویزیں کارگر ثابت ہو سکتی ہیں۔ پس اے حضرات! میری تیسری تجویز تاسیس بیت المال کی ہے اور میں آپ کو اس تجویز پر کامل اتفاق کے لیے سب اصحاب کو دعوت دیتا ہوں (سب اصحاب نے اتفاق کیا)

لیکن اے حضرات موتمر! میں اپنے کمال اعتقاد اور حد اعتراف

کے ساتھ اس امر پر یقین کرتا ہوں کہ ان تمام تجویزوں پر عملی طور پر کاربند ہونے اور عالم اسلام کے سامنے اتحاد اور اتفاق کا ایک عظیم الشان موثر اور نتیجہ خیز منظر پیدا کرنے کے لیے سب سے زیادہ اہم ضروری امر یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک آج اس موتمر کے سامنے صدق قلب سے اور خدا کو حاضر و ناظر یقین کر کے بلا خوف لومتہ لائم علانیہ اس امر کا اقرار کرے کہ وہ مسلمانوں کے کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتا جو اس وقت ہم میں پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ اعلان کرے کہ ہم میں سے نہ کوئی حنبلی ہے نہ شافعی' نہ مالکی ہے نہ حنفی' نہ سنی ہے نہ شیعہ' نہ اہل حدیث ہے نہ اہل قرآن' نہ وہابی ہے نہ صوفی' نہ اس کے ماسوا کچھ ہے بلکہ ہم سب خدا کے بندے ہیں اور صرف مسلمان ہیں جیسا کہ خود خدا نے ہمارے متعلق کہا ہے ہم کسی امامؒ کے مابین کوئی فرق نہیں دیکھتے جیسا کہ ہم کسی نبیؑ کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم تو درحقیقت خدا ہی کے ہیں۔ حضرات کبار! اس بات کے اعلان کرنے میں کوئی بڑی اہم اور اصولی مشکل ہمارے پیش نہیں ہوتی کیونکہ اگر ہم میں سے کوئی حنفی ہے تو لازم ہے کہ وہ باقی تین اماموں کا اتباع نہ کرے۔ اور جب وہ تین بڑے بڑے ائمہ مجتہدین کا فقہ میں انکاری ہے تو چاروں کے اتباع سے انکار کرنا' اپنا نام کسی امام کے نام پر نہ رکھنا' اور ان کو برابر سمجھ کر جو شے حسب پسند ہو لے لینا کوئی بہت بڑا مشکل کام نہیں۔ اسی طرح پر ایک فرقہ بند شخص جب باقی تمام فرقوں کا منکر ہے۔ جن میں سے ہر ایک سچ ہونے کا دعوے دار ہے تو اس کے لیے کچھ مشکل نہیں کہ مع اپنے فرقے کے سب کا منکر ہو جائے۔ حضرات! ہمارا مسلک اسلام کے متعلق صرف یہ ہونا چاہیے کہ

جس قدر علماء اور اولیاء اور اصفیاء اور مشائخ اور امام اسلام میں گزرے ہیں۔ ہم ان سب کی یکساں عزت کرتے ہیں' ان سب کو برابر مانتے ہیں ' ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے اور نہ کسی کو اپنے اعمال و افعال میں بت بناتے ہیں۔ تو اے اسلامی بھائیو! اگر تم سب اس تجویز پر جسم واحد کی طرح متفق ہو گئے' اس کی صدق دل سے تصدیق کی' اور اپنے اعمال و اعتقادات میں خدائے واحد اور قہار کے سامنے یک رنگ ہو کر آ کھڑے ہوئے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تم آج ہی آنکھ کی جھپک میں اس زمین و آسمان کو بدلا ہوا پاؤ گے اور میں یقین کرتا ہوں کہ تم انشاء اللہ العزیز مستقبل قریب میں کامل فتح پاؤ گے۔ پس میں آپ سب کو اور آپ کے صدر محترم کو اس قرار داد کی طرف نہایت عجز و انکسار سے بلاتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ آپ سب کسی ماسوا کے خوف کے بغیر اس حقیقت کا اعلان کریں جو آپ کے دلوں میں ہے۔ میرے نزدیک خدا ہی اس کے لائق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم فی الحقیقت ایمان والے ہو۔ فاللہ احق ان تخشو ○ ان کنتم مومنین (بہت سے نمائندوں نے اس قرارداد کو تسلیم کیا۔ اور کامل خاموشی طاری ہو گئی۔)

اے حضرات! اب میں اپنی چاروں تجاویز پیش کر چکا اور چاروں کا آپ نے نہایت عمدہ خیر مقدم کیا۔ اس سمع و طاعۃ کے لیے میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ امیر المومنین کے انتخاب کا مسئلہ تاحال اسی طرح ہے۔ تو اے بھائیو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ وقت کسی امیر المومنین کے انتخاب کا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ کی موتمر ان چاروں قراردادوں پر ایک حد تک عمل پیرا ہو جائے گی۔ اور مسلمان ایک

نظم و نسق میں پروے جانے کے قابل ہو جائیں گے امیر المومنین کے انتخاب کا مسئلہ خود بخود آسان ہو جائے گا۔ بھائیو! امیر کے انتخاب کے لیے از بس ضروری ہے کہ وہ بالکل آزاد ہو' بڑی قوت اور ہیبت کا مالک ہو' اس کا سیاسی نفوذ تمام عالم اسلام پر مطلق ہو' اغیار اس کی ہیبت سے لرزہ براندام ہوں' دشمن اس سے صحیح معنوں میں خائف ہوں' مصیبت میں اسلام کی دستگیری کر سکے' جہاد بالسیف پر کامل دسترس رکھتا ہو۔ الغرض خدائے عزوجل کے قول کے مطابق زادہ اللہ بسطتہ" فی العلم والجسم کا صحیح مصداق ہو۔ بھائیو! ایسا جامع الصفات شخص آپ غور بھی کریں گے تو اس وقت اسلام میں باوجود ہماری آرزو کے موجود نہیں۔ لیکن اگر ہم نے ان چار تجاویز کو جو میں نے پیش کی ہیں عملی رنگ دینے کی کماحقہ' سعی کی تو مجھے یقین ہے کہ یہ موتمر ہی امیر المومنین کی صحیح معنوں میں جانشین ایک مدت تک ہو سکتی ہے۔ بلکہ مجھے یہ کہنے کی جرات ہے کہ اگر بالفرض ہم کو ایسا جامع الاوصاف امیر قریب مستقبل میں مل بھی جائے تو بھی یہ ضروری ہے کہ ہم اس موتمر کی کامل طور پر محافظت کرتے رہیں تاکہ آئندہ وقت میں یہی موتمر اس امیر المومنین کی صحیح طور پر مشیر بن سکے۔ حضرات! آپ کو تاریخ میں ضرور یاد ہوگا کہ یہی خلافت عہد عباسیہ میں ساڑھے تین برس تک منقطع رہی۔ یہاں تک کہ مصر میں اس کی تجدید اس وقت ہوئی جبکہ شاہان مصر کی خلافت صرف برائے نام رہ گئی تھی۔ تو بہر نوع یہ کوئی نئی بات نہیں کہ مسلمانوں میں آج امیر نہیں رہا۔ بھائیو! میرا اعتقاد تو فی الحقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر دراصل وہ خدائے واحد' قہار' حی و قیوم ہے جس کو کبھی فنا نہیں۔ یا ان کا امیر رسول عربی علیہ الصلواۃ والسلام ہے جس کی زندۂ جاوید

تعلیم کا اثر اب بھی کروڑہا مسلمانوں کے دلوں پر باقی ہے۔ پس امیر کے انتخاب میں میرے خیال میں اس وقت تک درنگ کرنی چاہیے جب تک کہ امارۃ کی بنیادیں قطعاً" مضبوط نہ ہو جائیں۔ ورنہ بھائیو! یاد رکھو کہ اگر بنیادوں کو کھڑا کرنے سے پہلے چھت ڈالنے کا سامان کرو گے تو گھر کا منہدم ہو جانا یقینی ہے۔ پس اے حضرات! میں اپنی اس آخری قرارداد کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ بیک آواز اس امر پر اتفاق کریں کہ خلیفہ کا انتخاب کسی آئندہ وقت کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ (سب حاضرین نے بالاتفاق اس قرارداد کو تسلیم کیا)۔

حضرات! میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس موتمر میں میری تجاویز کو نہایت سکون اور کمال مہربانی اور غور سے سنا بلکہ حتی الامکان ان پر عمل کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ لیکن اس دعوت اتحاد و عمل میں میرے لیے مناسب ہے کہ میں اپنے مقام اور اپنی پوزیشن کو واضح کر دوں اور وہ یہ ہے کہ میں نہ کوئی بڑا شخص ہوں نہ مجھے کسی شے کا زعم ہے نہ علم و حکمت کا مدعی ہوں نہ ہندوستان کی ان پارٹیوں سے میرا تعلق ہے جو آپس میں ابھی تک دھینگا مشتی کر رہی ہیں انہی معنوں میں میں نہ کسی فرقے کی طرف سے مندوب ہوں اور نہ کسی جماعت کا نمائندہ۔ البتہ میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ آج ہندوستان کے معاملہ فہم اور متنور لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد فرقہ بندی سے قطعاً" بیزار ہو چکی ہے اور اسی لیے کسی ایک فرقہ کی طرف مائل نہیں۔ میں اس بات میں ان کی پہلی صف میں ہوں اور اسی نقطہ نظر سے اگر سمجھ لو تو ان کا نمائندہ بھی ہوں۔ مردم شماری کی اطلاعوں سے بھی جو حکومت ہند کو وقتاً" فوقتاً" ملتی ہیں یہی ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی ایک تعداد

کثیر اس امر کو پسند نہیں کرتی کہ ان کا نام سوائے مسلمان کے کچھ اور لکھا جائے اور یہی بات ان دس ہزار کے قریب خطوط سے جو مجھے اپنی کتاب "تذکرہ" کی اشاعت کے بعد پچھلے دو برس میں مختلف اطراف سے پہنچے ہیں ظاہر ہے تو بھائیو! ان تمام باتوں سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں آج مسلمانان عالم کے سامنے ایک عظیم الشان مستقبل دیکھ رہا ہوں اور اسی لیے آپ کو کم از کم مدت کے اندر اس مستقبل کو پا لینے اور اپنے ارادوں کو مضبوط کر دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ میرا ارادہ نہ تھا کہ میں اس موتمر میں کوئی تقریر کروں بلکہ خیال تھا کہ جو کچھ آپ کریں اس کو غور سے دیکھتا رہوں۔ لیکن بعض دوستوں اور بھائیوں نے مجھے تقریر پر مجبور کیا تو بالآخر میں نے دینی اور اجتماعی اصلاح پر کچھ کہنے کی رضامندی ظاہر کی۔ اخیر میں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مصر کے ان تمام بڑے بڑے سرداروں اور وزیروں اور حکومت کے بڑے کارندوں کا علی الخصوص محترم شیخ الجامع اور ازہر کے تمام ان علمائے کرام کا صدق دل سے شکریہ ادا کروں جنہوں نے مصر کی سرزمین پر اترتے ہی میرا عظیم الشان اور مخلصانہ استقبال کیا۔ میں خدائے عزوجل سے ان کے اس بے مثال خلوص کا اجر مانگتا ہوں۔ اور اب صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو بات میں اخیر میں کہنے والا ہوں اس پر کمال سکون سے غور فکر کیا جائے۔

محترم بھائیو! میں اس بات سے غافل نہیں ہوں کہ امتوں کے عروج و زوال کی داستان کا سلسلہ جو نشاء آفرینش سے اس دنیا کے اندر جاری اور ساری ہے فی الحقیقت فطری تقدمات اور طبعی تاخرات کے تدرج کی اس لازوال اور اٹل داستان کا سلسلہ ہے جس کے بست و کشاد پر قدرت رکھنا کسی

فرد واحد کا کام نہیں۔ انسانی امتیں سعی و عمل کے ایک لامتناہی سلسلے اور شبانہ روز جدوجہد کے ناپیدا کنار سمندر کے طے کرنے کے لیے بعد تدریجاً" ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک چل کر معراج کی کسی منزل پر پہنچتی ہیں۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے ہزار ہا نفوس کی متحدہ طاقت علم و عمل ایک لامتناہی اور غیر منقطع مدت تک کام کرتی رہتی ہے اور بالآخر جب وہ اوج و رفعت کی اعلیٰ ترین منزل تک پہنچ کر اپنی تمام مشکلات پر غالب آ جاتے ہیں' گوہر مطلوب ہاتھ میں آنے اور طلیعہ مقصود ظاہر ہونے لگتا ہے۔ بعینہ اسی بنا پر میرا عقیدہ ہے کہ ایک ارتقا یافتہ قوم کے تنزل اور ہبوط کے لیے بھی قانون فطرت کی خلاف ورزی کا ایک ناپیدا کنار سلسلہ ہونا چاہیے۔ اس کے قعر مذلت میں پہنچنے کے لیے بھی ذنوب و عصیان اور قانون خدا سے بغاوت کا ایک غیر منقطع تواتر ضروری ہے۔ ایک متنفس کی انفرادی سعی کسی امت کو معراج کے بام بلند پر فی الفور پہنچانے کے لیے اتنی ہی بے حاصل ہے جتنی کہ ایک فرد واحد کی انفرادی واماندگی اس امت کو فوراً قعر حضیض میں گرانے کے لیے بے اثر ہے۔ اس کی مثال ایک قطرہ اور دریا کی مثال ہے۔ ان کی نسبت ایک ذرہ اور صحرا کی نسبت ہے۔ امتوں کو بام عروج تک پہنچنے کے لیے مدت مدید اسی طرح درکار ہے جس طرح کہ ان کو تنزل کے انتہائی مدارج طے کرنے کے لیے طول و طویل عمریں ضروری ہیں۔ ان مدتوں میں لوگ ظلم و فسق کرتے کرتے گناہوں میں شرابور ہو جاتے ہیں اور بالآخر جب ان کی بداعمالیوں کا کاسہ لبریز ہو جاتا ہے تو محکمہ قضا و قدر سے ان کی ہلاکت کا فرمان خسروی جاری ہو جاتا ہے۔ جب یہ ہوتا ہے تو ان کی حالت فاذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعته ولا يستقدمون ○ کے مصدق

ہو جاتی ہے۔

حضرات! یہ وہ قانون خدا ہے جو تمام روئے زمین پر جاری اور ساری ہے۔ لیکن دریا خواہ کس قدر لمبا اور چوڑا ہو یا اس کا طول و عرض کس قدر ناپیدا کنار ہو جائے دریا کا قوام بہر نوع ایک قطرہ ہی ہے۔ اور صحرا خواہ کس قدر بیکراں اور بے پایاں ہو اس کے وجود کی بنیادی اصل ایک ذرہ ہی ہے۔ اس بنا پر بھائیو! میں ذرے اور قطرے کو حقارت سے ہرگز نہیں دیکھتا۔ مجھے یہ کہنے کی مجال نہیں کہ دریا اور صحرا کی تعمیر میں قطرے اور ذرے کی کچھ شرکت نہیں۔ مجھے یہ دعویٰ کرنے کی طاقت نہیں کہ قطرہ اور ذرہ محض لا شے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ ان دونوں کا ایک مستقبل بے مثال اور مفرد وجود ہے جو دریا یا صحرا میں مل جانے سے ہرگز فنا نہیں ہوتا۔ یہ دو عظیم الشان ہستیاں دو جزء لا یتجزے ہستیاں ہیں جن کے بعد تقسیم محال ہے۔ نہیں بلکہ وہ دونوں دریا اور صحرا کے بے پایاں وجود کا وہ باعث اول ہیں جن کے بغیر دریا اور صحرا کا وجود ممکن نہیں۔ اسی بنا پر میرا یقین ہے کہ امتیں جس وقت عروج اور صعود کے لیے آمادہ ہوتی ہیں تو پہلا ہیجان جو ان کے اندر سے اٹھتا ہے صرف افراد میں ہوا کرتا ہے۔ پہلا قدم جو ترقی کی طرف اٹھتا ہے افراد ہی اٹھایا کرتے ہیں۔ پہلی صدا جو ان کو نیند سے جگاتی ہے صرف ایک فرد واحد کی صدا ہوا کرتی ہے۔ اس کی دھیمی اور باریک آواز مردوں کو جگانے میں صور اسرافیل کا کام دیتی ہے اور اخلاق و اعمال کے دائرہ میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ بھائیو! وہ عرب کے ایک یتیم بے بس بے یار و آشنا شخص ﷺ کی آواز ہی تھی جو بجلی کی طرح اطراف عالم میں کوند گئی اور جس نے زمین کو ایک کونے سے دوسرے کونے تک بنیادوں تک ہلا دیا۔ وہ ایک

غلامی میں پلے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی صدا ہی تھی جس نے محکوم بنی اسرائیل کو چند برسوں کے اندر اندر پابرکاب کر دیا۔ تم کہو گے کہ وہ لوگ انبیاء تھے' ان کے اندر خدائی آواز بول رہی تھی' وہ مامور من اللہ تھے' وہ فرستادۂ خدا تھے۔ یہ درست ہے مگر وہ سب فرد واحد ہی تھے' انسان ہی تھے بحر ہستی میں ایک قطرہ ہی تھے' صحرائے کون و مکان کے ایک ذرہ ہی تھے۔ پس اے دینی بھائیو! اقوام کی ترقی اور تنزل کے صحیح کارندے صرف افراد ہی ہیں اسی بنا پر میں آپ سے کہتا ہوں کہ فرداً فرداً سعی و عمل کے لیے تیار ہو جاؤ' اپنے ذاتی عمل سے ایک لازوال حرکت پیدا کر دو' اس بات پر اڑ کر منجمند نہ ہو جاؤ کہ ہم تبدیلی کرنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتے جب تک خدا ہمارے لیے حالات کو خود نہ بدلے۔ جان لو کہ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم آپ اپنی حالت کو نہ بدلے اور قانون خدا سے ڈر کر سعی و عمل کرنے والوں ہی کا سچا دوست خدا ہے۔ اب آخر میں میں ان اشعار پر اس کلام کو ختم کرتا ہوں جو میں نے جہاز میں مسلمانوں کی حالت پر حسرت زدہ ہو کر جلد جلد کہے اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ طرد الحکومتہ مسلمون بعصرنا
وتخیر والذل الذلی لا یرفع

۲۔ استاثروا موتا ببعد حیاتہم
واستبدلوا الا دنی بما ھوارفع

۳۔ النجم مال الی الھبوط فلا تری
احدا بنور منہم یستمتع

۴۔ فتصیر دورھم بقبضتہ غاصب

ملک مهیب مدهش لا یدفع

۵۔ وتری الملائک حول حبل وریدهم
قبضت علیهم قبضته لا تمنع

۶۔ ظلموا الانفسهم فقضی بدابر
القوم الاثیم صبیحته ان یقطع

۷۔ قبحاً لکم یا مسلمون فانکم
انتم سلکتم مسلکا لا ینفع

۸۔ هزموکم الابطال افلم تعلموا
ما الارض الا مزرع او مصرع

۹۔ ایها بنی الاسلام ان حدیثکم
فی قتل انفسکم حدیث اجزع

۱۰۔ ذهبت کریح ریحکم بنزاعکم
وستذهب الباقی اذا لم تمنعوا

۱۱۔ مزقتم فی الدهر کل ممزق
جدا فهل من حیلته ان تجمعوا

۱۲۔ سلبتم دنیاکم فتسلبت
بکم الحیاة تسلبا لا یرجع

۱۳۔ ولیتم عن امر ربی مدبرا
فاتی بقوم لا تضرو تخضع

۱۴۔ واها لکم یاقوم دین محمدً
صنعوا بدین کل مالا یصنع

۱۵۔ فعلوابدین محمدٌ و محمدٌ
فعلا بفیض بہ السحاب لا رفع

۱۶۔ فتر بصوا یا قوم دین محمدٌ
امر اوالا فارجعو اثم ارجعوا

ـــــــ ترجمہ ـــــــ

۱۔ مسلمانوں نے آج بادشاہت کو مسترد کر کے ذلت اور مسکنت کی وہ زندگی اختیار کرلی ہے جو پستی کی طرف لے جا رہی ہے۔

۲۔ انہوں نے زندگی کے بعد موت کو پسند کر لیا ہے اور اعلیٰ چیز کے بدلے ادنیٰ شے لے لی ہے۔

۳۔ ان کی قسمت کا ستارہ زوال پذیر ہو چکا ہے اور اب کوئی شخص ان کے نور سے فائدہ حاصل نہیں کرتا۔

۴۔ اس کا انجام یہ ہوگا کہ ان کے گھر کسی ایسے غاصب اور دہشتناک بادشاہ کے قبضہ میں ہوں گے جس کے قہر کی کوئی مدافعت نہیں۔

۵۔ اور فرشتوں کو تو ان کے حبل ورید کے گرد دیکھے گا کہ ان کی شاہ رگ کو یوں پکڑے ہوئے ہیں کہ ان سے خلاصی نہیں۔

۶۔ مسلمانوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو محکمہ قضا و قدر سے فیصلہ ہوا کہ اس نابکار قوم کی جڑ صبح تک کاٹ کر رکھ دی جائے۔

۷۔ اے مسلمانو! تمہارا برا ہو کہ تم ایسے راستے پر چلے جس پر گھاٹا ہی گھاٹا تھا"۔

۸۔ بہادروں نے تمہیں میدان سے بھگا دیا تو بے وقوفو! کیا تم نہیں

جانتے تھے کہ یہ زمین یا تو کھیتی ہے یا اکھاڑا۔

۹۔ اسلام کے بیٹو! تم پر حیف ہے کیونکہ تمہاری خودکشی کی داستان نہایت شرمناک ہے۔

۱۰۔ تمہارے آپس کے نزاع سے تمہاری ہوا اکھڑ گئی اور اگر منع نہ ہوئے تو جو باقی ہے وہ بھی اکھڑ جائے گی۔

۱۱۔ تم زمانہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے تو کیا کوئی علاج ایسا ہے کہ پھر اکٹھے ہو جاؤ۔

۱۲۔ تم نے اپنی دنیا گم کر دی پھر زندگی تم سے ایسی گم ہوئی کہ واپس نہیں آ سکتی۔

۱۳۔ تم نے خدا کے حکموں کو پس پشت ڈال دیا تو پھر خدا تمہاری تذلیل کے لیے ایسی قوم لے آیا جس کو کچھ نہیں کر سکتے۔

۱۴۔ اے دین محمد ﷺ کی قوم! تم پر افسوس ہے کہ تم نے دین سے وہ مخول کیا جو کوئی نہیں کرتا۔

۱۵۔ تم نے محمد ﷺ کے دین کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ اب بادل بھی زار قطار رو رہا ہے۔

۱۶۔ تو اے دین محمد ﷺ کی قوم! کچھ دیر خدا کی دردناک مار کا انتظار کرو اور اگر یہ نہیں کرتے تو توبہ کرو اور پھر توبہ کرو۔

عنایت اللہ خان

بمقام: کنتنتال ہوٹل

رقمزدہ: ۱۰ مئی ۱۹۲۶ء

خطاب مصر کا پس منظر

یہ نظم (بزبان عربی) آپ نے ۱۹۲۶ء میں دوران سفر جہاز میں اس وقت لکھی جب آپ موتمر خلافت مصر میں بطور مندوب ہند تشریف لے جا رہے تھے۔ اس سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ اکیس برس پہلے کہی ہوئی بات بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے متعلق ۱۹۴۷ء میں اور اس کے بعد آج تک کس قدر لفظ بلفظ درست ثابت ہوئی۔ اشعار کی صورت میں یہ اعلان انہوں نے ۱۳/ مئی ۱۹۲۶ء کو فرمایا تھا۔ اگر "خطاب مصر" پر چھاپہ شدہ تاریخ کو غور سے دیکھیں تو ہمیں ایک حیرت انگیز مخفی وازان اشعار میں ملتا ہے یعنی ہر شعر کے بعد بارہ (۱۲) کا عدد صاف صاف لکھا ہے جس پر انتہائی غور و فکر کے بعد بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس (۱۲) کے عدد کا مطلب کیا ہے؟

ہمارے خیال میں یہ عدد مغرب والوں کے اس آخری انجام کی تاریخ کی ابتداء کی طرف اشارہ ہے جب مغرب میں دوسری عالمگیر جنگ رونما ہوئی ہوگی اور اسی کے طفیل تمام مشرق سے مغربیوں کا جنازہ نکل گیا تھا۔ گویا ۱۳/ مئی ۱۹۲۶ء +۱۲= ۱۳ مئی ۱۹۳۸ء کے بعد مغربیوں کے زوال کی تاریخ خدا کے فرشتوں نے لکھنا شروع کر دی تھی اور بظاہر ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ انہی تاریخوں میں انگلستان کا وزیراعظم جرمنی گیا اور وہاں حیرت انگیز سامان جنگ کا ملاحظہ کرنے کے بعد وہ ہٹلر کی تیاری سے ایسا خوفزدہ ہوا کہ واپس پہنچتے ہی اس نے مستعفی ہونے کی تمنا ظاہر کر دی اور ستمبر ۱۹۳۹ء میں جنگ چھڑ گئی۔

بہرحال اگر حضرت علامہ مشرقیؒ آج ہم میں موجود ہوتے تو ہم ان سے اس معمہ کے متعلق ضرور پوچھتے۔ اب یہ معمہ صحیح طور پر خدا ہی کو معلوم

ہے کہ یہ (۱۲) کا عدد ہر شعر کے بعد کیوں لکھا ہے؟ بہرکیف! علامہ المشرقیؒ کے فصیح و بلیغ خطبہ کو سن کر شیخ الازہر نے برملا اعلان کیا کہ ایسی لاجواب عربی میں خطبہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔

نمائندگان ملت کا کردار

موتمر خلافت مصر کے زیر اہتمام جامعہ ازہر کا شاہی ہال نمائندگان ملت کے دھواں دھار خطابات سے گونجتا رہا۔ سب نے مسئلہ خلافت کی وضاحت میں علم کے دریا بہائے لیکن علم و حکمت کے ان موتیوں میں مایوس قوم کا گوہر مقصود قطعاً" موجود نہ تھا۔ کوئی ٹھوس اور نتیجہ خیز تجویز ان پانچ دنوں میں موتمر کے سامنے نہ آئی۔ خوبصورت الفاظ کے جام و سبو تھے جو گردش میں آ کر سب کو بے خود بنا رہے تھے۔ قوم کی موت کا مرثیہ تھا جو سریلے انداز میں پڑھا جا رہا تھا اور سب جھوم جھوم کر واہ واہ کر رہے تھے۔ جبہ و دستار میں لپٹے ہوئے یہ نمائشی گلدستے قوم کی اس موت میں لمبی لمبی تقریریں جھاڑ رہے تھے۔ انہیں اس بات کی شرم نہ تھی کہ قوم کی کشتی بھنور میں ہے اسے نکالنے کے لیے مرثیہ خوانی کا بے سرا راگ شایان شان ہرگز نہ تھا۔

فرنگی کا جذبہ انتقام

حضرت علامہ المشرقیؒ کے پرمغز اور انقلاب انگیز خطاب نے فرنگی سامراج کو لرزہ براندام کر دیا کیونکہ محکوم خدیو مصر کو خلیفہ بنا کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے زیر نگین رکھنے کی سازش اپنی موت آپ مرچکی تھی اور دنیائے

اسلام پر سے اس خطرۂ عظیم کے مہیب بادل چھٹ گئے تھے انگریز حکمران بہت چراغ پا ہوئے۔ انہوں نے علامہ مشرقیؒ کو اس حق گوئی اور اسلام دوستی کا مزہ چکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ حکومت برطانیہ نے آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے کہ مصر سے واپسی پر بمبئی کی بندرگاہ پر اترتے ہی گرفتار کر لیا جائے لیکن اس مردِ خدا نے اپنے مستقبل کے پروگرام کے پیش نظر یورپ اور دوسرے ممالک کی سیاحت کو ضروری سمجھا اور مصر سے سیدھے ادھر چلے گئے۔ جب آپ چار ماہ کے بعد واپس ہندوستان تشریف لائے تو وارنٹ کی معیاد گزر چکی تھی اور آپ نے پورے انہماک کے ساتھ اپنے نئے عزم سفر پر غور و خوض شروع کر دیا۔

جامعہ ازہر میں تذکرہ پر خطابات

مصر میں دو ماہ قیام کے دوران آپ نے جامعہ ازہر کے پروفیسروں کی درخواست پر انہیں تذکرہ کی تعلیم پر سیر حاصل لیکچرز دیئے۔ اس پر انہیں جامعہ ازہر کی طرف سے "علامہ" کا خطاب دیا گیا۔

موتمر خلافت قاہرہ میں شیخ امام السنوسیؒ کا تاریخی کردار!

یہ غالباً" ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے۔ نماز مغرب کے بعد حضرت علامہ المشرقیؒ کے دولت کدہ واقع اچھرہ کے باہر صحن میں احباب کی ایک مجلس آراستہ تھی اور علامہ صاحب بہ نفس نفیس ان احباب میں میر مجلس کی حیثیت سے رونق افروز تھے۔ اس روز لیبیا کے سابق شاہ ادریس سنوسی کی تخت نشینی کی خبر

اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ ایک صاحب نے امیر طرابلس امام شیخ السنوسی مرحوم کے اس فرزند ارجمند کا ذکر چھیڑا تو ہمیں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ تھا کہ شاہ ادریس سنوسی کے والد مرحوم امام شیخ السنوسی نے' جو اپنے دور کے شہرہ آفاق مجاہد اعظم اور زعیم ملت بھی تھے۔ " تذکرہ" کی اشاعت پر بذریعہ خط پر زور الفاظ میں علامہ صاحب کو خراج تحسین پیش کیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ " جس طرح آپ نے اسلام کو سمجھا اسے باقی مسلمانوں کو بھی سمجھائیے اور " تذکرہ" کی بقیہ نو جلدیں جلد شائع کریں' ورنہ قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن۔"

علامہ صاحب عام مجلسوں میں تو درکنار' نجی محفلوں میں بھی اپنے ہم عصر مشاہیر عالم سے ذاتی تعلقات کا ذکر شاذ و نادر ہی چھیڑا کرتے تھے لیکن اس روز وہ شاید کچھ موڈ میں تھے کہ دبستاں کھل گیا اور امام شیخ السنوسی مرحوم اور ان کے فرزند ارجمند سے ملاقات کا ایک ایسا تاریخی واقعہ سامنے آیا جس نے سچ پوچھو تو عالم اسلام کی تاریخ میں ایک بے مثال انقلابی کردار ادا کیا۔ اس واقعہ کا تعلق ۱۹۲۶ء کی موتمر خلافت قاہرہ کے ایام سے ہے۔ اس کانفرنس میں جو احیائے خلافت کے نام سے حکومت مصر کے ایماء پر شیخ الازہر نے دارالسلطنت قاہرہ میں طلب کی تھی۔ علامہ المشرقیؒ بھی اسلامی ہند کی نمائندگی کے لیے مدعو کئے گئے تھے اور ان کے علاوہ عالم اسلام کے ہر گوشے سے نمائندگان کی بہت بڑی تعداد شریک موتمر تھی۔ اس صورت حال کے پس منظر میں ربع صدی قبل کی یادیں تازہ کرتے ہوئے علامہ صاحب نے جو تفصیل بیان کی ان کے اپنے الفاظ میں سنئے۔

"خلافت کانفرنس" کے دوران میں قاہرہ کے "کنتنتال

ہوٹل" کی آخری منزل میں قیام پذیر تھا۔ کانفرنس کے اجلاس جاری تھے اور میں مندوبین کی لچھے دار لیکن بے مغز تقریروں سے بے زار ہو کر موتمر سے خطاب کرنے کا ارادہ ترک کر چکا تھا۔ اس سلسلے میں ایک شام مصر کے چند عمائدین مجھے خطاب کے لیے مائل کرنے تشریف لائے تھے۔ ان سے گفتگو جاری تھی کہ ہوٹل میں اچانک ایک ہل چل سی نمودار ہوئی اور ہوٹل کے دو ذمہ دار ملازم بھاگم بھاگ اوپر پہنچ کر مجھ سے گویا ہوئے۔ " سیدی! امام السنوسیؒ آپ سے ملنے تشریف لائے ہیں اور اوپر آ رہے ہیں۔"

طرابلس کے امیر اور مجاہد اعظم کی عمر اس وقت ایک سو پچیس سال سے بھی متجاوز تھی۔ اس پیرانہ سالی میں وہ آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو چکے تھے لہٰذا ہمارے لیے یہ تصور کرنا بھی مشکل تھا کہ وہ چار منزلیں طے کر کے ہم تک پہنچنے کی ہمت کریں گے۔ یہ کچھ سنتے ہی ہم بدحواس سے ہو گئے اور سیڑھیوں کا رخ کرتے ہوئے جلدی سے نیچے اترنے لگے۔ ہم نے کم و بیش نصف سیڑھیاں طے کی تھیں کہ عالم اسلام کے بزرگ ترین زعیم کو سیڑھیاں چڑھتے سامنے پایا۔ ان کے فرزند ادریس سنوسی ان کا ایک بازو تھامے ہوئے تھے اور دوسری جانب ایک اور شخص انہیں سہارا دیئے اوپر لا رہا تھا۔"

" میں ان کے پاس پہنچ کر رکا تو انہیں اس سے آگاہ کیا گیا۔ اور میرا نام سنتے ہی انہوں نے فرط شفقت سے گلے لگا لیا۔ میں نے کہا " حضرت! آپ نے اس قدر تکلیف فرمائی۔ مجھے حکم بھیج دیا

ہوتا تو میں خودبخود حاضر خدمت ہو جاتا۔" لیکن امام السنوسی کا جواب تھا کہ " نہیں! میرے لیے صاحب تذکرہ کے پاس خود پہنچنا ضروری تھا۔"

پھر وہ سیڑھیاں طے کرتے اوپر پہنچے اور تخلیہ کی خواہش کی۔ اس کے بعد وہ ایک بند کمرے میں میرے ساتھ بیٹھ گئے' صرف ادریس ان کے ساتھ کمرے میں موجود رہے۔ بند کمرے کی اس خاموش سی فضاء میں شمالی افریقہ کے اس مجاہد اعظم نے ایک بہت بڑے راز سے نقاب الٹنا شروع کیا۔ وہ کہہ رہے تھے " خلافت کانفرنس عالم اسلام کے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔ یہ وہ ڈھونگ ہے جو افرنگی سرکار نے اپنے پٹھو خدیو مصر کو مسلمانوں کا خلیفہ بنانے کے لیے رچایا ہے۔ اس موتمر کے اکثر و بیشتر نمائندے اس مقصد کے لیے خریدے جا چکے ہیں۔ بہت سے ایسے خود ساختہ لوگوں کو موتمر میں شریک کیا گیا ہے جو کسی کے نمائندے نہیں بلکہ افرنگی سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے اور اس موتمر کا انجام اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ افرنگیوں کا ایک پٹھو کثرت رائے سے خلیفتہ المسلمین بن جائے گا اور اس کٹھ پتلی خلیفہ کی اپنی باگ ڈور انگریزوں کے ہاتھ میں ہوگی۔"

یہ کہتے ہوئے امام نے گہرا سانس لیا اور پھر گویا ہوئے۔ " میں جانتا ہوں کہ اس سازش کو ناکام بنانا میرے بس کی بات نہیں۔ لیکن جب موتمر کے مندوبین میں آپ کا نام سامنے آیا تو مایوسی کے اندھیرے میں امید کی ایک کرن سی ابھرتی ہوئی دکھائی دی۔ میں نے

آپ کے "تذکرہ" میں جو کچھ پڑھا تھا وہ اس یقین و اعتماد کے لیے کافی تھا کہ اس قیامت میں جو عالم اسلام پر ٹوٹنے والی ہے آپ ملت اسلامیہ کے کام آسکتے ہیں اس لیے میں اس بوڑھی عمر میں اسی قدر طویل سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کو اس موقع پر کیا کردار ادا کرنا چاہیے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کی مومنانہ فراست ہماری ملت کو اس خطرناک سازش سے بچا سکے گی، جس کا تانا بانا اس کے سامراجی دشمنوں نے تیار کیا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے شیخ السنوسی نے اپنے بیٹے ادریس سے میرا تعارف کرایا اور فرمایا کہ "وہ زندگی کے آخری دن پورے کر رہے ہیں لیکن وہ اپنے بیٹے سے یہ امید کریں گے کہ عالم اسلام کی آئندہ آزمائشوں میں وہ میرا ہر ممکن ساتھ دے۔"

"امام السنوسی اپنی زندگی کا آخری فریضہ ادا کر کے رخصت ہو گئے لیکن مجھے ہیجان و اضطراب کے ایک ایسے طوفان کے سپرد کر گئے جو زندگی کا سکون و اطمینان زیر و زبر کر ڈالتا ہے۔ مجھے ایسی ہولناک سازش کا سامنا کرنا تھا جو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت نے تیار کر لی تھی اور مصر کے بادشاہ اور خدیو عالم اسلام کو اس کے چنگل میں جکڑنے کے لیے تمام ذرائع و وسائل کام میں لائے ہوئے تھے۔ میں رات گئے تک اس دام فریب کو توڑ ڈالنے کے پیچ و تاب میں مبتلا رہا۔ کئی تجاویز ذہن میں آئیں اور بالآخر میں نے اگلے روز موتمر سے خطاب کرنے اور دشمنان اسلام کے کیے کرائے پر پانی پھیرنے کا عزم کر لیا۔ مبینہ پس منظر کی روشنی میں میں نیا خطاب تیار کرنے

بیٹھ گیا۔ رات بھر میرا دماغ اور ہم برابر کام کرتے رہے اور صبح سویرے جب مشرق سے آفتاب ابھرا تو میں اس کا آخری حصہ مکمل کر رہا تھا۔ اسی سہ پہر کو موتمر خلافت قاہرہ میں مجھے بر سر خطاب آنے کی دعوت دی گئی اور جب میں نے یہ معرکتہ الاراء خطاب ختم کیا تو پوری موتمر کا رخ بدل چکا تھا اور مصر کے پاشایہ محسوس کر رہے تھے کہ جو کھیر انہوں نے بڑی محنت سے تیار کی تھی وہ دلیا ہو کر رہ گئی ہے۔ میں نے ایوان کی وسعتوں پر بھرپور فاتحانہ نگاہ ڈالی۔ تیر نشانے پر بیٹھا تھا اور خدیو مصر کو خلیفہ اسلام بنانے کا منصوبہ ناکامی سے دوچار تھا۔ یہی خطاب بعد ازاں "خطاب مصر" کے نام سے مشہور ہوا اور عرب ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں بار بار شائع ہوا۔"

علامہ صاحب یہ واقعہ سنا چکے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ خطاب مصر کے دیباچے میں تو بتایا گیا ہے کہ یہ خطاب بحری سفر کے دوران مرتب ہوا تھا۔ علامہ صاحب مسکرائے اور جواباً بتایا کہ "تقاضائے مصلحت یہی تھا کہ اصل حقیقت پردۂ راز میں رہے۔ میں نے اپنا پہلا خطاب ضائع کر دیا اور ظاہر یہی کیا تھا کہ یہ تازہ خطاب پہلے سے تیار شدہ ہے۔"

ماخوذ از المشرقیؒ ــــــ مصنف: ڈاکٹر محمد عظمت اللہ بھٹی

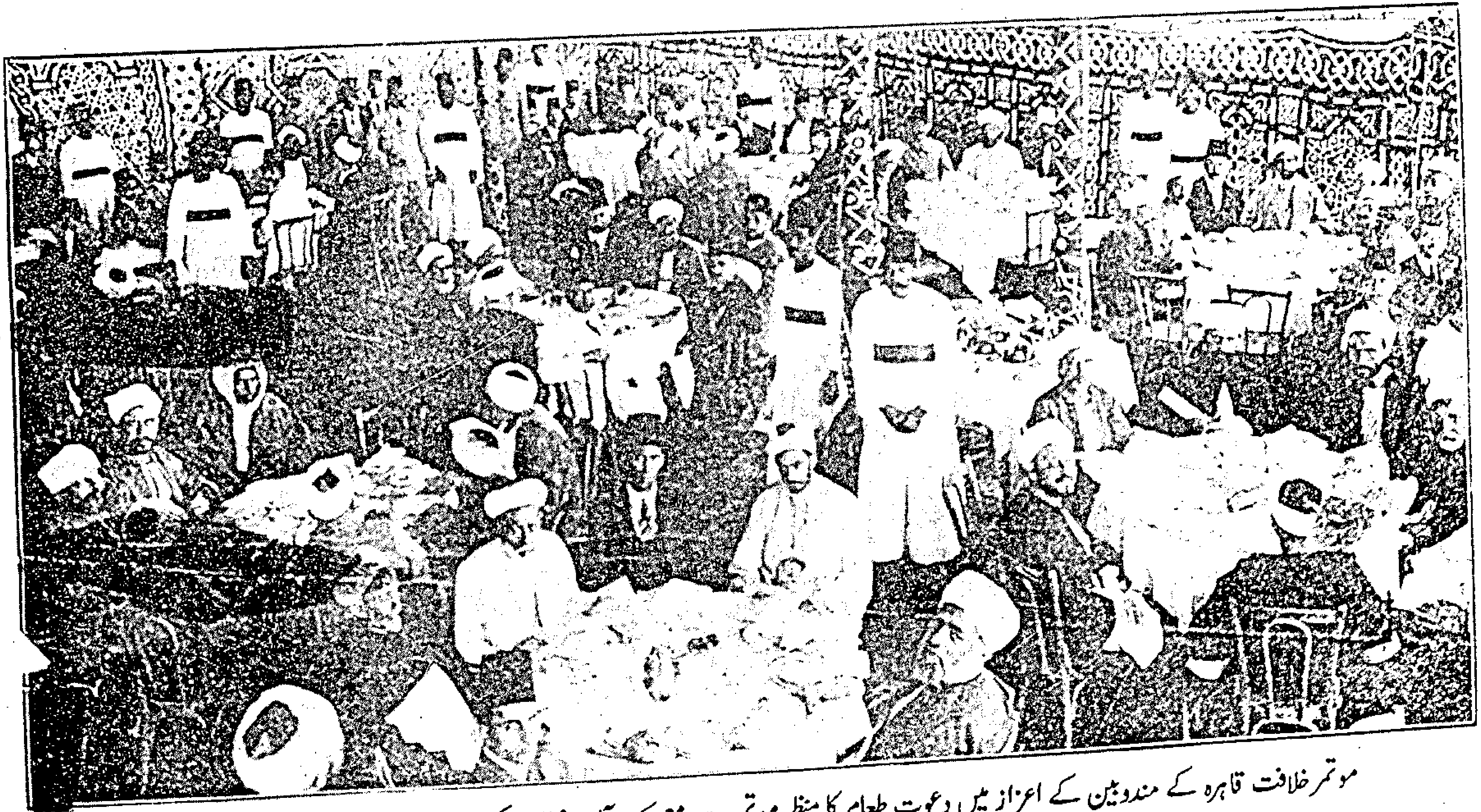

موتمر خلافت قاہرہ کے مندوبین کے اعزاز میں دعوت طعام کا منظر موتمر سے معرکتہ آلاء خطاب کرنے والے صاحب تذکرہ حضرت علامہ مشرقیؒ بھی موجود ہیں۔

خطاب مصر

عربی

علامہ عنایت اللہ خان المشرقی

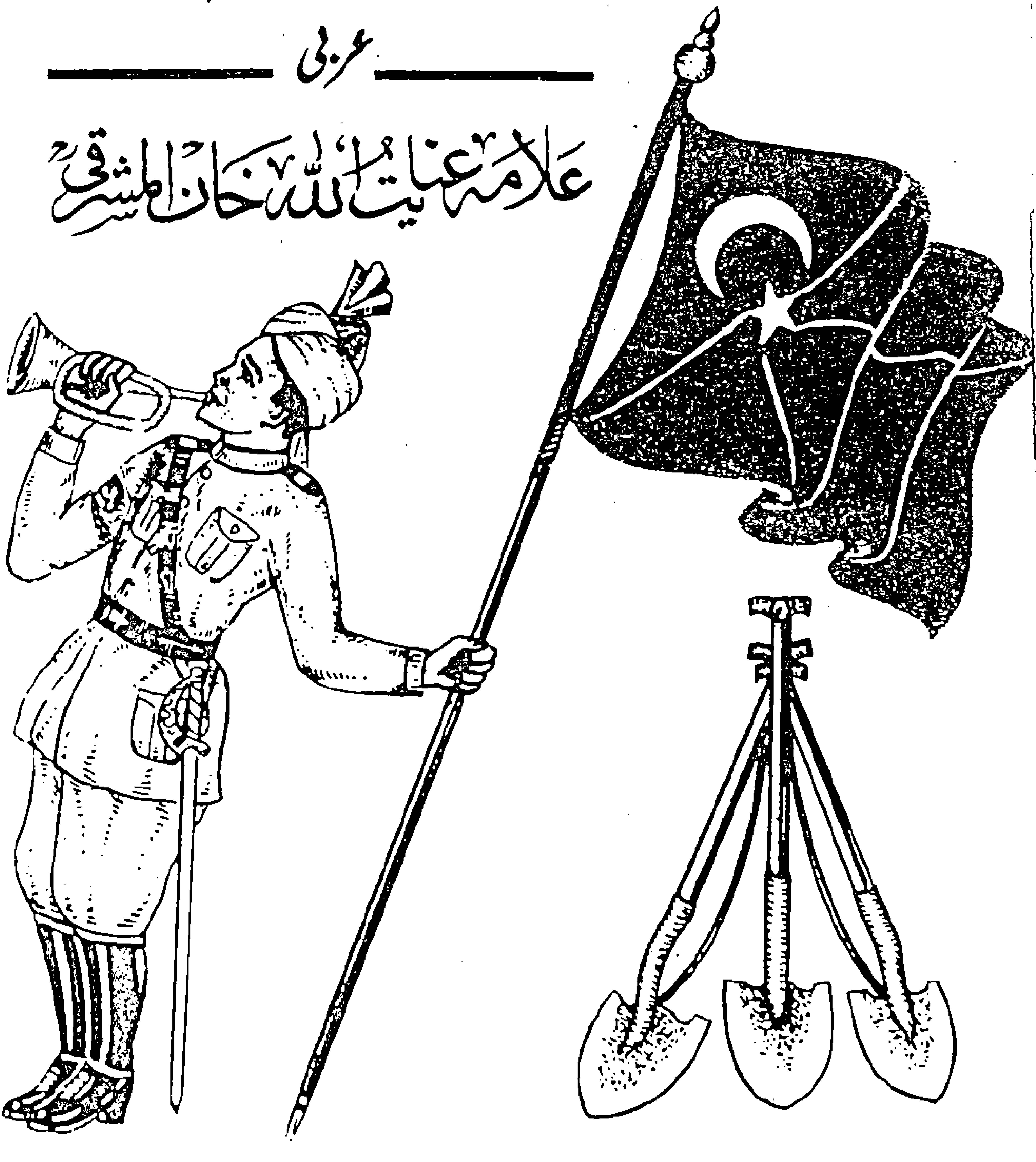

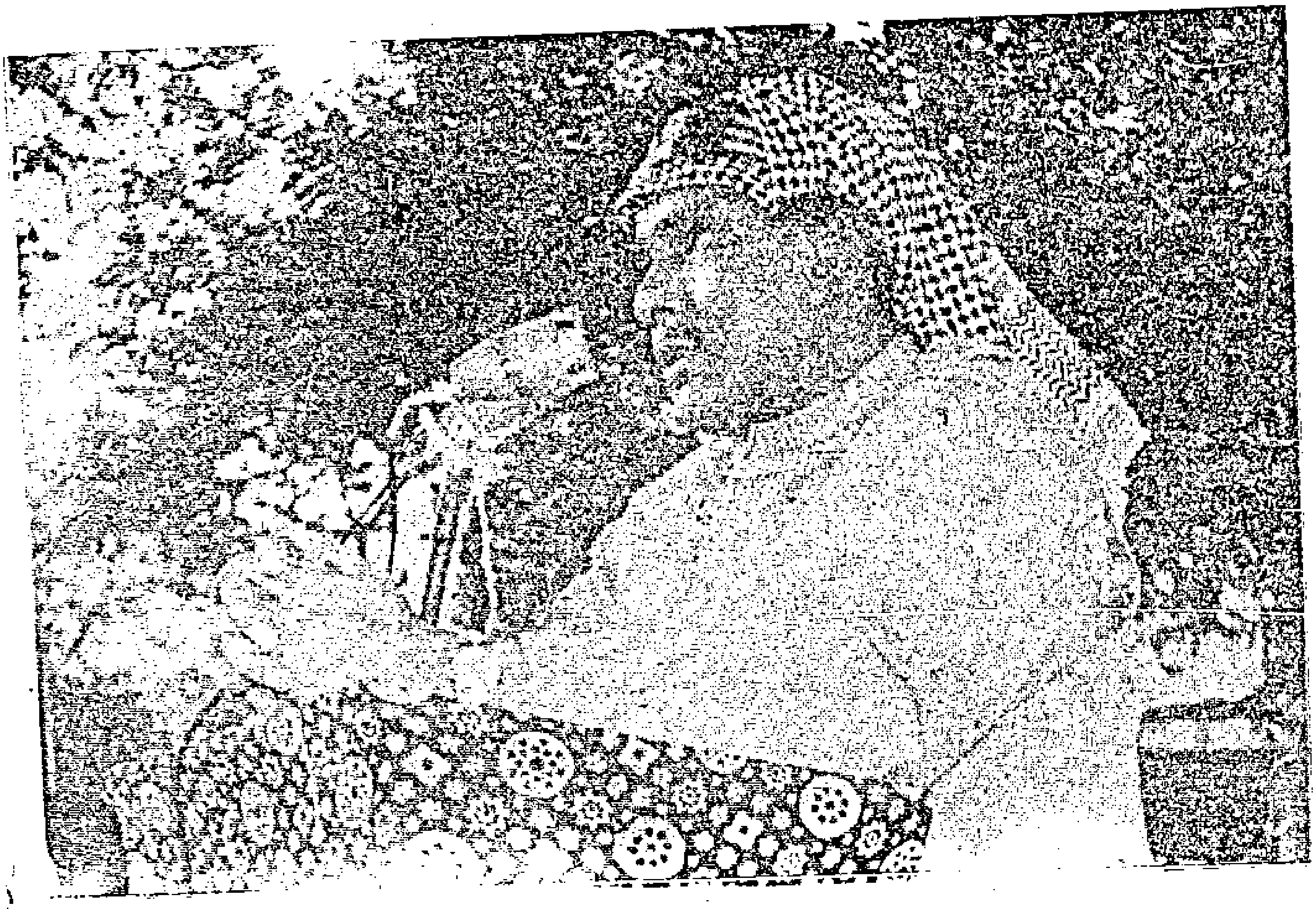

عشق کا انتخاب دیکھ کوشش رائیگاں نہ دیکھ

☆ حضرت علامہ مشرقیؒ اس پختہ عزم اور عقیدے کے ساتھ عمر بھر جدوجہد کرتے رہے کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو پھر غلامی ہمارا مقدر نہیں ہو سکتی۔

☆ مسلمانوں کی آزادی اور سربلندی حضرت علامہ مشرقیؒ مرحوم کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا۔

☆ حضرت علامہ مشرقیؒ خلوص کے پیکر جرات رندانہ کے مالک بلند ہمت اور عزم و استقلال کی ایک مضبوط چٹان تھے۔ آپ نے اپنے نصب العین کی تکمیل کے لئے برطانوی سامراج سے ٹکر لی اور اپنے وقت کی اس جابر ترین سلطنت کو بتایا کہ جب مسلمان اپنی بات پر اڑ جاتا ہے تو وہ پہاڑوں کے دل دہلا اور سمندروں کے سینے چیر دیتا ہے۔

☆ ہماری نگاہ ان مقاصد پر ہونی چاہئے جو شہرہ آفاق انسان لے کر اٹھا تھا اور اس کی اس تحریک پر ہونی چاہئے جس نے قوم سے ایک پیسہ وصول کئے بغیر خدا اور اس کے دین پر کٹ مرنے والے ہزاروں دیوانے اور سرفروش پیدا کئے۔

☆ ہماری قومی زندگی حضرت علامہ مشرقیؒ کی وفات کے بعد ایک بہت بڑے خلا سے دو چار ہے اور کوئی موجود نہیں جو اسے پر کر سکے۔

☆ مورخ نے جب پچھلی نصف صدی کے واقعات پر قلم اٹھایا تو وہ حضرت علامہ مشرقیؒ کی تنظیمی صلاحیتوں کو اور خاکسار نوجوانوں کی سرفروشانہ جراتوں کو خراج تحسین ادا کئے بغیر آگے نہیں بڑھے گا۔

☆ حضرت علامہ مشرقیؒ نے بتایا کہ حقائق کو کس طرح بے باکانہ اور تلوار کی دھار پر پیش کرنا پڑتا ہے۔

☆ ضروری نہیں کہ ہر تحریک کو کامیابی نصیب ہو۔ کامیابی بسا اوقات ناکارہ انسانوں کو بھی ملت کا سرتاج بنا دیتی ہے اور وہ کرگس ہو کر بھی ضیغم کہلانے لگتے ہیں۔

☆ حضرت علامہ مشرقیؒ بے نظیر تنظیمی قابلیت کے انسان تھے قدرت نے اپنی گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو آج مسلمانوں کی سیاست ملی کا نقشہ ہی اور ہوتا۔

تیری نظر کے سامنے ہے چاند بھی چکور بھی
عشق کا انتخاب دیکھ کوشش رائیگاں نہ دیکھ

قائد خاکسار تحریک ــــ حمید الدین احمد ابن المشرقیؒ

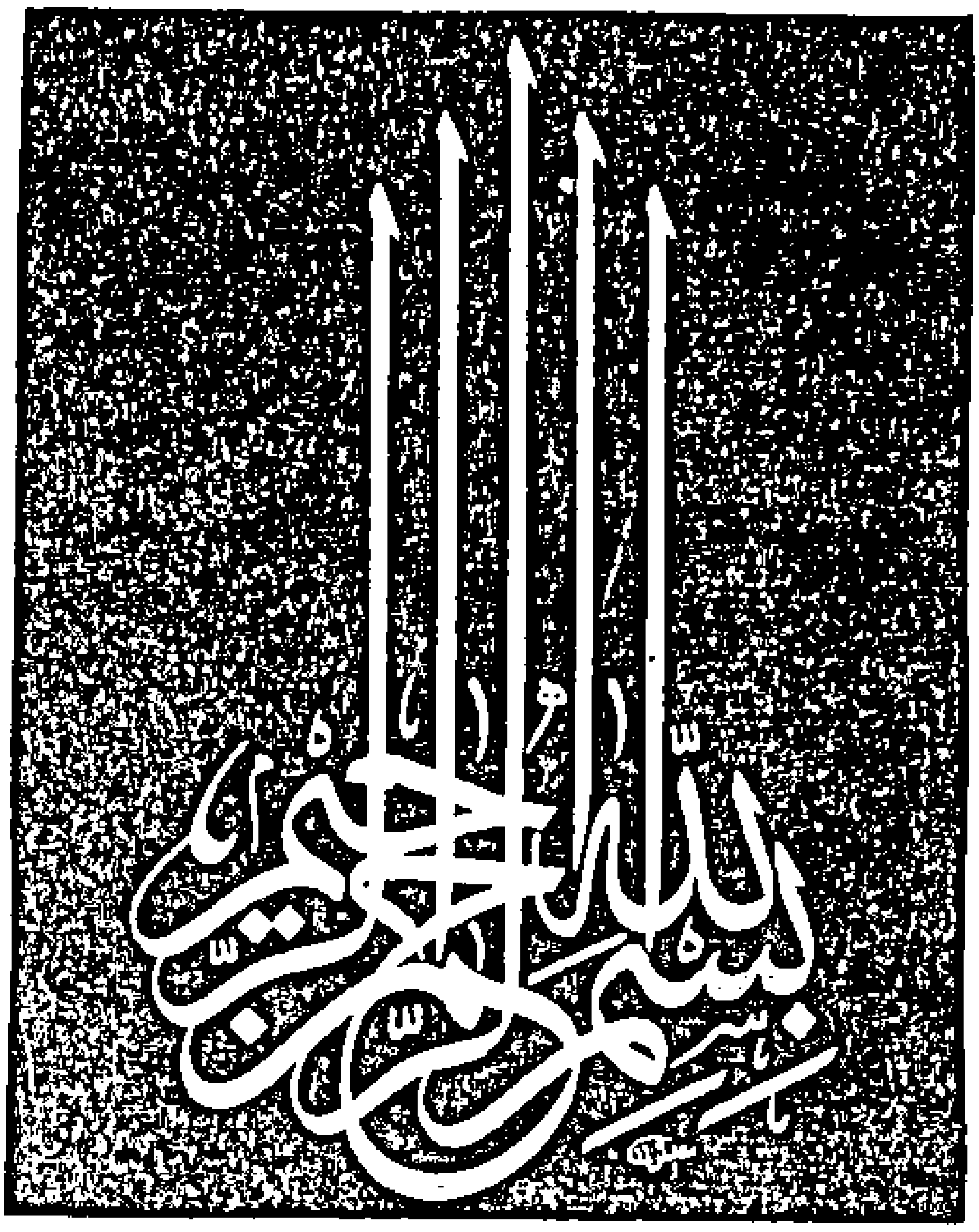

تقریظ مصر (قاہرہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ
وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ه قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ
لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ه (۱۸: ۱-۲)
وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ج
فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ط وَ
كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ه وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى
حَتّٰى يَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ج وَمَا
كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (۲۸ - ۵۸ - ۵۹)
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ
فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ه فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَاۤ اِذَا

هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ○ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ
مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ وَ
قَالُوْا يٰاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج
اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ○
وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ
وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ج اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ اَمْ اَنَا
خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ○ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ○ فَلَوْلَا
اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْجَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ○
فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○ فَلَمَّآ
اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ فَجَعَلْنٰهُمْ
سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ○ (۴۳ : ۴۷-۵۷)

اما بعد یا اخوانی انی احمد اللہ عزّ وجل الیکم الذی خلقنا لتهتدی و ما کان لنا ان نهتدی لولا وفقنا اللہ باقرار الاسلام وطاعته، واصلی علی نبیّنا و سیّدنا محمّد خاتم النبیّین الذی هدی اسلافنا والاخیار منّا الی صراط اللہ المستقیم القیّم ۔ فاحمد اللہ واصلّی النّبیّ لانهما جعلا لنا نورا کنا نمشی به فی الارض وکنا به من الغالبین ، واصلی واسلم علی الّذین اتبعوا دینهم عملا و سلکوا صراطه المستقیم فعلا و عیناً فنصروا علی اعداء الدّین علی کره من المعاندین ۔

واضع بین اید یکم تحیة منی وتحیة من فی الارض منا جمیعًا. واعرضها علیکم لا علّمکم انا کنا من اقویاء الارض وقاهریها فملکنا الارض من قبل علی کره من اعدائنا ونرث ما ترک

الله لنا منها الآن على كره منهم وَأَنَّ الأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ -

يا إخواني المندوبين! نحن نحتفل ههنا اليوم لاجل ان نسرح طوفا غاسرا في امر الخلافة ولناخذ بالشورٰى مما يدعو اليه وبيننا بعدا اذ رقع ما وقع من الاشراك في هٰذا الامر- ولا شك في ان هٰذا المؤتمر هو اوّل مؤتمر اسلامي عام اجتمع فيه المسلمون واختفلوا فيه حفلة ممثلة ليؤدوا فريضة المشاورة بينهم وليوحدوا انفسهم على نقطة واحدة بعد ان خلت عليهم قرون عديدة - فا هني نفسي ان ارى امامي اليوم مظهرًا عظيمًا مؤثرا غريبا تتاثر به قلوب كل باصر، فلا شك في اننا متشكرون فردًا وجمعًا لصاحبنا وسيّدنا المحترم الفاضل الشيخ محمد ابي الفضل شيخ

الجامع الازهر ورفقاءه الكرام لانهم هم الذين عقدوا هٰذا المؤتمر فعلا وعملا بعد ان كان خياله في اذهان بعض عظماء الاسلام لفظًا ونظرًا - فالحمية والمؤاخاة التي تسري في قلوبنا الآن لا شك انه هو منشؤها وبهما نشكره ورفقاءه بصدق قلوبنا وتثبيت من انفستا يكون اقل مما يليق به في الحقيقة - فاستدعي كل المعاضرين في هٰذا المؤتمر ان نظهر ونعلن ما في قلوبنا له بالوقوف على اقدامنا مرّة واحدة كجسم واحد

تحت هذا السقف شكرًا واعزازًا له - واليوم اضرع الى ربي انه يوفقنا بالاتحاد فى جميع اعمالنا خلال هذا المؤتمر وييسر دخطانا وينفع بنا الاسلام والمسلمين ومن الله نستمد التوفيق والسداد فى كل عمل وهو ولى المتقين -

اخوانى المحترمين ! هذه هى صورة الجمع التى لم يرها عالم الاسلام منذ مئات متعددة - بل اتجاسر ان اقول انه لم ير عالم هذا المنظر فى كل تاريخه فانا اوّل من اهنّيكم على انكم اجتمعتم ههنا كجسم واحد لتتفكروا فى احوالكم المدهشة ومصائبكم الهائلة فتخلصوا انفسكم منها - ولا شك فى أن تشخيص المرض والاستعداد للعلاج هى نصف الشفاء - فاسلّم تصديق من قلبى وتثبيت من نفسى على كل من حضر هذا المؤتمر من ابعاد العالم اليوم ومن تغلّب على ما اعترضه من مصائب السفر فى سبيل الله - وادعوا الله بدموع فائضة ان يجعل سعينا مشكورًا فى الدنيا والآخرة باقدارنا على التنفيذ ما نقرره فى هذا المؤتمر فعلا وعملا - اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْ لَدُنْكَ اِنَّكَ اَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ -

يا مندوبوا المسلمين ! قد احتفلتم حفلة عظيمة هذه تحت هذا السقف وقد حييتم باحسن التحية من علماء مصر ومن كبراء هذا القوم - ولكن أتعلمون انكم اجتمعتم ههنا للفصل فى قضية مهمة مدهشة لا يعدلها شئ آخر قط

فی اھمیتھا فی التاریخ الاسلامی لا احب ان اشتت اذھانکم ھنا بالمذاکرات التاریخیۃ والشؤن الماضیۃ او المباحثات العلمیۃ مالا یطاق بھالا ونبھکم الی ما مضی من خصوص الخلافۃ فی الاسلام منذ نشأتھا حتی الیوم لتقابلوا وتوازنوا رولواجبت ھذ الفعلتہ) ولکن اعتقد بان المسئلۃ التی تعرض علیکم مرہ اخری الان بعد زھاء اربعمائۃ عام ھی مالا تخفی اھمیتھا ودقتھا بل صعوبتھا علی الذین درسوا التاریخ الاسلامی فی کل مراحلہ بنظر ثاقب - فنشأت المسئلۃ الان ھوان اقوی دولہ من دول الاسلام فی زماننا ھذا راعنی سلطنۃ الاتراک) - وما ھی الا من اضعف اکثر الدول الاسلامیہ التی خلت من قبل - قد خلعوا منصب الخلافۃ نظرا الی حالاتھم السیاسیۃ الحاضرۃ و اعتقدوا بان لزومھالھم ھوالذی یتعارض فی عمرانیتھم الحاضرۃ اویتداخل فی مدنیتھم الموجودۃ اوفی تنوراتھم المستقبلۃ - یبدأ الفساد فی ملکھم ویمنعھم من الارتفاع الی القوۃ والتقدم ویدفع عنھم السکون والامن وغیرذلک. کان زمان یا اخوانی! فی التاریخ ولم یطل علیہ امد ممداد اذکان ملوک الاسلام یحسبون اتخاذ البیعۃ للخلافۃ و اختیارھا لانفسھم من مھماۃ الاموراالمھمۃ بل من مغتنماتھم الطیبۃ المعززۃ - کانوا یحسبونھا مبدا لقوۃ والامن وکانوا یجاھدون للحصول علیھا باموالھم وانفسھم لیستاھلوھا

عملا ومعنا- كان الخليفة فى عصره ما تقشعر منه ابدان ملوك اروبا كلهم، كان حكمه نافذاً على اطراف العالم بل فى قلوب غيرنا بعية- وكان يكفى امره لتهييج كل قريب وبعيد فى طرفة العين وكان نهيه يجبر الاحترام والامتثال به من البلاد الدانية والقاصية فى لحة البصر- النظم ونسق كان يدوران على نقطة حشمته واجلاله والقوة والامن كانا يتغذيان من شوكته وحرمت منصبه - هكذا كان امراء المسلمين فى جماعتهم وهكذا كان حال المسلمين بسيادة اميرهم. فان خلع الاتراك الخلافة فى زماننا هذا بعد أن كانت الخلافة هكذا وبعد ان التزموها اربعمائة عام وردّها لكونها شيئاً لا يستفاد منه ولا يبالى به وانما اجتمعنا الآن و دعونا العالم الاسلامى دعوة بالغة لنوكّل هذا المخلوع المردود لشخص منا او قوم ونحمله عليه طوعاً او كرهاً ليحمله فالنا منة واحساناً فالسؤال الاول الذى ينشئ فى قلوبنا هو انه لا يمكن لشئ ان يُردّ بعد ان أُعطى ان كانت محاسنه اكثر من معائبه ولاشك فى ان الاتراك استبعدوها الآن لكثرة سيّاتها الحاضرة وقلة ما يصدر منها من النفع - بل خلعوها بعد ان جرّبوها مدة مديدة - فماذا نفعل الآن لنجعل خلافتنا كما كانت فى الزمان الماضى ؟

اخوانى المندوبين ! هذا هو السؤال الواحد الذى حلّه علاج كل امراضنا اليوم حكما وحقا - وان اجتمعنا

هنا خاصّة لحل هذا السؤال المهم وعقدنا العزيمة على ذلك فاعلموا اننا قد وجدنا داءنا - واعلموا اننا لا نريد ان نمرض ازيد من ذلك بعد هذا اليوم - اعملوا انا نحن مستعدون للدواء بل عزمنا ان لا نحيا ونذلك الحبل الفاصل فى تأخرنا الرجعى - اعملوا اننا لا نعتقد بضلالنا وموتنا بعد اليوم بل هيّانا اسبابنا للتقدم و انفسنا للحياة على ما نحن فيه جمعًا وفردًا - ولكن ان كان مقصد هذا المؤتمر ان نوكل الخلافة المستردة المردودة التى يستحقرها الاتراك اليوم (التى لم تزل لها قيمة ولم يقم لها وزن فى عين العالم بعد هذا الرد) بغير ان ندخل عليها اصلاحا جديدًا لشخص يقبلها طوعًا او كرهًا وبعد ذلك يشكرنا رسمًا وعادة فانا اوّل من لا يوافق بمقاصد مؤتمركم هذا ويكون علىّ فريضة لكونى مسلمًا ان لا اصاحبكم فى هذا اللّغو لا اعاونكم قط على هذا الاثم والعدوان واجلة لى ان اقول لكم "سلام عليكم لكم دينكم ولى دين"

يا حضرات المؤتمرين! ان اوّل صعوبة تقابلنا بعد ان نشرح الطرف فى امر الخلافة فى زماننا هذا لاجل حل هذه المسئلة الدقيقة هى ان المسلمين فى زماننا هذا قصدوا من الخلافة شيئا روحانيا غير مادى غير دنيوى لا يتعلق باعمالهم الدنيوية او باخلاقهم الاجتماعية فى اىّ شئ - الخليفة فى زماننا عضو معطل فينا

او بعبارة اخرى امير معطل منذ مئات من الستين و حكمه يجرى فقط على السنة الناس دون قلوبهم - امّا حرمة منصبه و نفوذه فلم يبق منهما اسم او اثر على الابدان والقلوب وَ الاكباد فقط - بدأ شان الخلافة يضعف فى الزمان الماضى حتّى اصبحت صورية سطحية اسمية منذ قرون - متعددة - الخلافة فى زماننا تزداد بذكر اسم الخليفة فى الخطب او الصلاة والسّلام عليه بمعيّة الخلفاء الماضيين او يذكر نصرة الدين على الكفار رسمًا وعادة فى المساجد ولكن سقط عن اذهاننا الاعتقاد بكونه اميرًا ناطقًا سياسيًّا اجتماعيًا فينا - المسلم فى زماننا هذا يعتقد بان الدّين والدّنيا شيئان مختلفان متخالفان ستّان بينهما - الدّين والدينا فى ناحيتين لا يتوافق احد بالآخر فى شئ اخوانى! يلزم للاستمساك بالدّنيا ان يجهد الناس جهدًا بليغًا متواترًا ليلا ونهارًا ويستبعد عن القوم المتاخرين المتنزلين ان يتوجهوا الى السعى والعمل او يشعروا انفسهم بالجهد والحركة قط - فلاجل ذٰلك سلك المسلمون المعاصرون الى انه ما الاسلام بشئ الّا الاقوال او الكلمات فى زماننا - واَنّ هٰذه الاقوال هى المقاليد للآخرة - الدّنيا عندهم جيفة مردودة مقهورة لا يستفاد منها ولا يعتنى بها - ولاجل ذٰلك لايجوز عندهم ان يهتم احد من رجال الدين بها او يسعى ان يحسنها -

اخوانی ! لا بد لقوم متنزلین میتین متاخرین من ایختاروا لانفسهم الحیل مثل هذه فرارًا من السعی والعمل - ولا شک فی انه حینما تتصفحون عن زوال الامم الخالیة فی اوراق التاریخ تجدون کلهم یتمسکون بالتاخر والتکاسل والتقول مثل ذلک فی اواخر ایامهم - اخوانی إجاء الاسلام ودینه یصطحب بدنیاه بل یولج فیها - کلاهما کانا یتوا فقان فی کل شئ - لا بل جاء النبی صلے اللہ علیہ وسلم بدین یقومنا فی الدنیا ویغلبنا علی کل اعدائنا ویظهرنا علی الدین کله - بل جاء النبی بدین لاجل الدنیا ولاجل ان نتمسک بالدنیا کل الاستمساک واعلن صلے اللہ علیہ وسلم انه ما الدنیا الا مزرعة للاخرة واثبت یالقول والفعل ان الدین هوالدنیا وانما الدنیا هی الدین - اخوانی ! هکذا کان الاسلام فی عصر النبی صلعم - لکن اللفظین هذین یتضادان وبینهما قضان شتان بینهما الیوم عند المسلمین - اخوانی المسلمین ! رأی الاتراک خطاء المسلمین الشدید هذا الان ولو بعد مدة مدیدة ونجهبه مرة ولاجل ذلک ابوا ان یحفظوا الخلافة بعد هذا - قد رأوا ان منصب الخلافة لم یمدهم بای مددعملی اوماذی فی نوائبهم للدهشة ومصائبهم الهائلة الحاضرة قط - بل قد راوا ان المسلمین فی زماننا هذا لم یمنعهم شئ من ان یقاتلوا الاتراک فی المحاربة العظمی الاخیرة باموالهم

وانفسهم على اعترافهم بخلافة السُّلطان بالسنهم - فقد رأوا ان الاجانب من المسلمين لم يطيعوا خليفتهم قط عملا و معنا فى اىّ بلاد ولا مشوا قد ما واحدا فى حمايته من اية جهة ابدًا - وما اطاع الخليفة حق اطاعته احد من المسلمين غيرهم - ووجد هذا العصيان العالم انما هو ان الدين فى ناحية والدنيا فى ناحية عند المسلمين اليوم فخاف الاتراك الآن ان "الروحانية" التى صدت اجانب المسلمين عن اعانة خليفتهم وحفاظة نفسه لابد لسمّها من ان يؤثر ويسرى فى قومهم وجنودهم العسكرية ايضا بعد بضع قرون طبعا - وهم يتحرفون ايضا عن اطاعة اميرهم كما انحرف سائر المسلمين الآن فيخافون قومهم دار البوار من افتراقهم وتشتتهم فى آن واحد - اخوانى يجب علينا ان نسلّم على هذه الخلافة الواهية المضرة من بعيد و يلزم لنا ان نسعى فى قلب ماهيتها اشد سعيا قبل ان نسلّمها لرجل منا لاجل ان تكون الخلافة شيئا يستهاد بها و يستنفع منها ،

يا حضرات المؤتمرين إحيثما اوافوا الاتراك على ما فعلوا فى امر الخلافة تماما اختلف ايضا مع بعض العوام من المسلمين فى تسمية إمامهم "الخليفة" واعتقد بان المسلمين لم يستعملوا لفظ "خليفة" فى معنى صحيح او مناسب او شرعى او فى معنى القرآن الحكيم - والدليل

انہ ما استعمل اللہ عز وجل فی القرآن الحکیم الفاظ "خلیفۃ" او "خلائف" او "استخلاف" فی ای موضع الا فی معنی تمکین قوم من الارض بعد ان استبدل اللہ القوم بقوم اخرین الا ماشاء - والمراد منہا حکومۃ قوم علی قوم سیاسۃ او اجتماعیا لا حکومۃ رجل واحد - المراد من استخلاف وراثۃ الارض وحکومتہا - فحیثما استعملہا اللہ عزّ وجل اراد بہا معنی اجتماعیًّا - ولذلک ما ورد فی ایّ موضع فی القرآن الحکیم لفظ "خلیفۃ" فی معنی امیر جماعۃ او امام قوم انفرادیا قط - کما قال اللہ عزّ وجل فی سورۃ الانعام "وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ" وفی سورۃ الاعراف قال "عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ" وفی سورۃ هود "فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ" وفی الآیۃ الشہیرۃ فی سورۃ النور "وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا -" وکذلک قال فی سورۃ الحدید فی معنیٰ اجتماعی "وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ". وقال فی سورۃ یونس "ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ

خَلَٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ٥" وفى سُورة الانعام" هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ" وفى سورة الزخرف" وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ٥" و غيرها مثل ذٰلك - فيصدر من هٰذه الآيات ان الاستخلاف فى الارض يختص بالاقوام طبعالا للافراد شخصا- وخلائف الارض هم الاقوام - واما الافراد فما كان لهم ان يكونوا خلائف فى لغة القرآن - واما قوله تعالىٰ "اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً" ففيه مبحث طويل واقوال مختلفة - وانا اعتقد بان الله عزّ وجل جاء فيها بآدم عليه السّلام من جهة التمثيل فقط - والمشارُ اليه فيها بنو آدم عليه السلام فى يفسد فى الارض ولم يسفك الدماء قط - فلا يجوز الاخذ الاصل - لا شخص واحد - ويعيننى على ذٰلك قول الملٰئكة لان المسلمين يعتقدون بانّ آدم عليه السّلام لم يفسد فى الارض ولم يسفك الدماء قط - فلا يجوز الاخذ من هٰذه القصة التمثيلية ان الله عز وعلا اراد ان يجعل فردًا واحدا خليفة فى الارض بل نوع الانسان كلهم - لانهم هم الذين يفسدون فى الارض ويسفكون الدماء بينهم حتى الآن - ويترشح هٰذا ايضا من قول الملٰئكه لانهم كلهم ارادوا ان يخلفوا فى الارض مقام آدم لا رجل واحد منهم كما قال عزّ وجلّ فى موضع آخر" وَلَوْ شِئْنَا لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ"

ولم يكن لآدم عليه السلام ان يخلفُ لم يخلق اجل من دونه وزوجه فى الارض - واما قوله تعالىٰ " يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ " - سمّى الله نبيًّا ورسُولاً من عنده كذلكونه قائما مقام الله فى الارض وجعل هٰذا القيام وليلاله بلحجة عليه ليحكم بين النّاس بالحق - فتسمية نبي خليفة انسب من هذا الوجه الا انه لا يوجد فى القرآن الآ فى هٰذا الموضع ولذٰلك لا يجوز لغير نبيّ - فتصدر من كل هٰذه الآيات نتيجة واحدة وهى ان المراد بالاستخلاف تمكين الاقوام من الارض سياسة واجتماعيا. ولعل مقابلة الاية " فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا " يظهران " الاستخلاف " انما هوُ استبدال " قوم بقوم - فالمستخلف هم الذين يقبضون على الارض بالقوة - فالاستخلاف وحكومة الارض شيئان يترادفان - بل الاستخلاف والبقاء فى الارض كلاهما شئ واحد - ووعد الله الذين آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت من المسلمين الاستخلاف فى الارض لا لقوم آخرين منهم - فاستخلاف الصلحاء انما هو بقاء الاصلحاين .

فيا حضرات المؤتمرين! الخلافة والحكومة ووراثة الارض شئ واحد بنص القرآن - لا ينفك واحد من الآخر فقط - والخلافة هى شئ اجتماعى تختص بقوم لا بفرد واحد بسند القرآن - ولاجل ذٰلك كل اقواما لارض الذين يقبضون عليها قبضة تامة هم

خلائفها اياما كان دينهم - ومن هذا الوجه الاتراك و الافاغنة من خلائف الارض مناحقا فى لغة القرآن الان - ولكن لم يوجد فى القرآن لفظ "خليفة" بمعنى امير جماعة - واما الامراء لجماعة المسلمين فسماهما الله "اولى الامر منكم" فى القرآن ولاجل ذلك ما استعمل الناس قط فى صدر الاسلام لقب "خليفة" لابى بكر رض، الا فى معنى خليفة النبى صلعم وكان النبى صلعم يفهم خليفة الله فى الارض مثل داؤد اخوانى! انتم تستعجبون من كل هذا البحث وتقولون "الاسم لاشئ فاياما ندعوا ميرنا لا باس" ولكن يا حضرات المؤتمرين الكرام! انى اصر على الاسم لاجل انه اذا سميتم خليفتكم "امير المؤمنين" لابد لكم من ان تتوجهوا الى ما قال الله عزوجل فى اطاعته فى قوله

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" فيجب على كل واحد من المسلمين اطاعة اميره فى كل حال وبكل نوع حتمًا وقاطية بعدها - والا يسقط ايمانه ابدًا لانه عزوجل اشترط طاعته على الايمان فى قوله "اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" فى هذه الاٰية - ولكن اذا

سميتم اميركم "خليفة" لا يوجد اى شئ نص القرآن يدلكم على اطاعة اميركم او يجبر المسلمين عليها - اخوانى! اقول هذا لان العامة من الناس لا يفهمون دقائق اى شئ ولا يتجسسون فى باطن اى شئ الا ما يظهر من ظاهره وسطحه - وان

يقنتوهم فى ظاهر الشئ فهم يتبعونه اشد تبعًا و بقلب سليم ابدًا - ولذلك انهم لم يتوجهوا حتى الان الى اطاعة خليفتهم وان توجهوا فنسوا كل ما ذكروا به تدريجيا - ولكن يا حضرات المؤتمرين ! انى اعتقد بكمال اعتقادى وتبادران اعلن هنا ان كل ايات القرآن التى وقعت فيها الفاظ " اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ " تنتقل من بعد وفات نبيّنا صلعم الى اميرجماعتنا لازمًا وطبعا وتلزم علينا طاعته بعد النبى العربى صلى الله عليه وسلم الى حد اللزاب واللزام - فلا بد للمسلم من ان لا ينحرف منها ابدًا نظرًا الى ما اعد الله لنا من العذاب لعصيان الرسول له - وانّى كشفت فى كتابى " تذكرة " الذى ذاع صيته فى كل البلاد اشد كشفًا ان الله عز وجل اراد بالفاظ " اطيعوا الرسول " اطاعة الاحكام التى كان ينفذها النبى صلعم فى حياته مشافهة ومواجهة لكونه اميرًا سياسيًا واجتماعيًا علينا فتجد الاطاعة هذه لمنصب اميرالمؤمنين بعد وفاته صلعم ايًا من كان - والاية " مَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ " تحكم علينا حكمًا قاصنيًا مقضيا فى ان اطاعة اميرالجماعة هى اطاعة الله فى الحقيقة فى زماننا هذا - والاية الشريفة " وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ " تستدل على انه لا يمكن لاميرجماعة ايضا ان يعصى بعد اذ مات رسولهم - فلذلك كتب التغالق على عقب فلوسهم وسككهم

فى الهند الفاظ" من اطاع السُلطان فقد اطاع الرحمٰن"
وعلماء الدين فى عصورهم كلهم كانو يتفقون على هٰذ التاويل
فى ما عنى الله باطاعة الرسل - وكل هذا البحث يدلّنا
على ان اطاعة السُلطان واطاعة الاميرواطاعة الرّسول
واطاعة الله كانت سيئا واحدا عند الاسلاف من المسلمين
اصالة وعملا حتى نسى الاخلاف هٰذ الدرس فصاروا من
الاخسرين -

يا اشراف المؤتمر! انّى اعتقد بكل اعتقادى واستطاعة
ذهنى انه مافى الخلافة من شئ او فى الامارة من معنى
ومن فائدة لنا حتّٰى نعتقد فى قلوبنا باطاعة اميرنا اعتقادًا
صميمًا ثم نعمل عليها اشد العمل وحتّٰى يسرى هٰذ الاعتقاد
فى دمائنا واعصابنا وشريا ننا سريانًا تامًا مستطيرا- اخوانى!
لا يمكن فى اى جماعة النظم والنسق بدون هٰذه الاطاعة
ولا يمكن لاى شعب ان يحفظوا انفسهم من الاجانب بغيرهذه-
ولا يمكن التغلب على الاعداء بما عداها وماسواها وما
خلاها قط- وان كان الاروبيون فى زماننا على اوج التشرف
والتقدم فوجهه هٰذه الاطاعة لاميرهم المطلقة المنظمة.
ولاجل ذلك استعندت فى كتابي " تذكره " بان اصلا مهما
من الاصول العشرة المبشرة العظمٰى لدين الفطرة الّذى
شرع الله لنا فى القرأن العظيم هو اطاعة اولى الامرمنكم-
واثبتُّ فيه بالاستنادالى القرأن وبنصّه انه لا يمكن لمؤمن .

ابداً ان یکون مؤمنا، ولمتقی ان یکون متقیا، ولعابد ان یکون عابدا، ولصالح ان یکون صالحا، ولسالك الصّراط المستقیم ان لیسلك صراطا مستقیما، ولمدعی المغفرة ان یُغفر ویرحم عند الله حتی یستمسك باطاعة امیره عملا وفعلا ابداً ا- فلا محیص لاحد منا منها ولا مفر- فیجب علینا ان نجهد الآن هٰذه الاطاعة جهدا کبیرا فی شعوب الاسلام لانها انفرصت منا کلا- ولا یمکن اخوانی! هٰذه الاطاعة فی ای شعب اوبلد حتی تطلع فی قلوبنا صلاحیة المسامحة بیننا والاطاعة لجیراننا واصحابنا الاقربین وحتی نفنی ما فی قلوبنا من الاغراض والشهوات واوثان الملاهی واصنام المشاغل والملاعب واهبال الاهواء- بل حتی نزکی انفسنا عملا ومعنی لعبادة الله مخلصین له الدین وسنترك کل ما نعبد الآن فی خلال قلوبنا من دون ما یظهر من السنتنا وحتی لا نتخذ الهنا من الکبراء والاولیاء والاصفیاء ونخلع شیاطین والانس وطواغیت التفرق والتشتت- اوبعبارة اُخرٰی حتی لا یتخذ بعضنا اربابا من دون الله ونتفق علی کلمة سواء بیننا فی القول الاّ نعبد الاّ الله عملا ومعنی- وذٰلك هو التوحید فی العمل من دون القول الذی شرعت به فی کتابی " تذکرة " فی توصیف ما اُسّس علیها الاسلام- وعبادة الاصنام هٰذه والشرك فی العمل هٰذا هو الذی یمنعنا من الاتحاد کما قال الله عزّوجل " وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ہ"

فیا اخوانی فی الاسلام! ادعوکم الی قراری الاول فی هٰذا المؤتمر وهوان یوضع ویؤسس هذا المؤتمر نظاما بالغا حاویا مؤثرا فی جمیع بلاد الاسلام تدریجا مشتملا علی ان یکون لکل حلة مدیرا دینیا ولکل قریة عاملا دینیا ولکل شعب امیرا دینیا علیهم یصدر نصبه وعزله من هٰذا المؤتمر انعام ویحاسب الناس علیٰ کل امور دینیة اوشرعیة اواجتماعیة ویجری مجرٰی اولی الامر منا کما قال الله عزوجل فی کل شؤننا وکلما یحدث امرًا جامعًا یستشر المؤتمر هٰذا۔ و کلما تنازع المسلمون بینهم فهو یحکم بینهم فیما یختلفون فیه۔ وکلما نازعوه فی شئ یُرَدّ امرهم الی المؤتمر هٰذا والمؤتمر یرده الی الله والرسول بعد ذٰلک کما قال الله عزّوجل۔ المختصر الامیر یفعل کل ما یجوز له لنظم المسلمین فی سلک واحد بزعامته۔ وتصدر وظیفته من هذا المؤتمر ویتخذ شعاره مصلحة المسلمین والمصالحة بینهم ویاخذ البیعة للمؤتمر منهم ویتعقب الاسباب التی تخرب المسلمین فی زماننا هٰذا فیعرضها علی ارکان هٰذه اللجنة الممثلة۔ فیا حضرات الکرام! ان لم یکن لکم نظامٌ مثل هٰذا ینتسع اثره فی کل البلاد تدریجا لا معنی فی خلافتکم ولا یمکن ان یکون نفوذ حقیقی لاحد امرائکم ابدًا۔ فهٰذا هو الحجر الاول الذی اضع بین ایدیکم لکی

تبنوا علی قواعدہ بنیان امارتکم الدینیۃ - فادعوکم للاتفاق علی ھذا القرار والاعتقاد الصمیم فیہ یوفوکم علی افئدا مکم مرۃ اخری لو شئتم تحت ھذا السقف - وادعوا رئیس ھذا البیت الکریم الفاضل لیاخذ فرعات کل ممثلی الاسلام الکرام علی ھذا القرار۔

یاسادات المؤتمر! اذا استقر عزمکم علی ھذا الامر المہم وجھد تم فیہ جھدا بلیغا لتکملوہ فلا ادری ای شئ فی الدنیا اھم من ذلک فوق ھذہ الارض او تحت ھذہ السماء۔ ولاجل ذلک قدمت بھذا القرار علی حضراتکم اولاً - وھو علاج کل امراضنا الان - ولکن انبھکم یا اخوانی الکرام! الی انہ لا یمکن ان نفوز فی ھذا الامر حتی یجھد کل واحد منا جھداً بلیغاً متوالیاً لیلا ونھاراً الی سنوات عدیدۃ مجتمعاً وحتی نستجلب کل قوائنا وھمتنا لاجل ان نتغلب علی مشقاتنا بوا سطۃ ھذا المؤتمر۔ نفعل ما نفعل بکل صدق وخلوص نیۃ۔ فلتکن لنا قلوب اوسع من البحور واعضاء اسرع من البرق واکباد اعظم من الجبال وارباب الھمم اکثر من النجوم - فنھدم کل ما ابتنی الشرک علی قلوبنا من مصانم الاھواء مصانع الاوثان فی قرن واحد او اقل منہ - اخوانی! لا یمکن مثل ھذہ القرارات ان تکمل الا من بعد جھد بلیغ وسنوات عدیدۃ - فلاجل ذلک اقدم لحضراتکم قرارا ثانیاً وھو ان یکون ھذا المؤتمر الاسلامی العام علی کونہ مستقلا فی الاعمال مستمرا فی الوجود من بعد

هذا اليوم - يعقد كل عام مرة - يكون له مركز رسمي في الجامع الازهر بزعامة حضرة الشيخ الفاضل اعنى شيخ الاسلام - ولكن يكون عقده فى البلد الاسلامى الذى انتخبه المؤتمر من قبل عاما بعد عام - يحضر الشيخ الفاضل هذا المؤتمر بنفسه ويرأسه بنفسه حل ستطاعته فى اى بلد كان - ويكون للمؤتمر اعضاء من كل ممثلى الشعوب الاسلامية ويجد وان يقرر مدة المنتخبين لكل ممثلى لكى ينتخبوهم بقدر كثرتهم - اخوانى ! ادعوكم الى الاتفاق على هذه القرار الثيا واسئلكم ان تعلنوه فى هذا البيت بكل خلوص قلب -

واما القرار الثالث فهو يتعلق بهذين القرارين طبعًا ولازما. ولا بد لنا ان قررناهما منه - وهو ان يؤسس هذا المؤتمر فى هذا البلد بيتا مركزيا للمال - الذى يمدنا فى نفوذ قراراتها وتكميل مهمات امورنا مثل دفع مصارف المسافة لاعضاء المؤتمر وغير ذلك - اخوانى ! لاحاجة لى ان اقول لكم شيئًا من هذا الخصوص لاننا كلنا نعلم ان المسلمين فى كل البلاد يبحثون عن اهمية بيت للمال فينا كل وقت ومن كل وجه على قدر عقولهم - وبعد البكاء على حالهم السئ يقولون انه لا يمكن الاصلاح والتقدم فينا الا من بعد تاسيس بيت المال هذا - فان لنا وحان - يا اخوانى ! بعد هذا الاحساس العام ان يعلن هذا المؤتمر فى كل البلاد وبكل شدة و غلظة ان الزكوة لم تكن لها ان تقبل عند الله والصدقات

لم تكن لها ان تسلم عند الله وما كان لا ينهما من اجر عند الله حتى يجمع الناس هذه الصدقات والزكوٰة فى بيوت الاموال الاسلامية - ولكن انبهكم يا اخوانى! بانه لا بد لنا من ان نقور العمال الصلحاء الامناء الاتقياء الاصدقاء منا لحصول هذا المقصود. لان الخيانة فى المال واكل اموال القوم بيننا بالباطل هما مرضان يسريان فينا الآن الى حد محزن على الخصوص من بعد ما وقع الحال فى بعض البلاد من هذا القبيل - وانا اعرض عليكم ان يكون لهذا البيت فرع فى كل الممالك لتحصيل الزكوٰة والصدقات من العوام - ويرسل كل فرع عدة من اموالهم الى بيت المال المركزى كل عام - ولكن يكون لهذا المركز نفوذٌ تامٌ على اموال كل فروعه فى كل وقت - لا يمكن تفصيل هذه المعاملة هنا ولكن أتجاسر ان اقول انه يجوز لكل ملك اسلامى حرا وغير حر ان يرسل حصة من امواله كل عام الى هذا البيت من جانب الحكومة لاظهار ميله إلى هذه الحركة وليصدق ما فى قلبه بها - لانه لا يمكن التعاون بين الممالك الاسلامية وبدون هذا ولا يمكن العمل على قراراتنا ايضًا بما سواه فيا اخوانى! ادعوكم الى هذا القرار الثالث فى تاسيس بيت المال فينا - وادعوكم لتتفقوا عليه اتفاقًا تامًا -

ولكن يا سادات المؤتمر! انى اعتقد بكل اعتقادى وبجد وسعى فى الاعتقاد انه لا يمكن لنا ان ننفذ كل ما قررناه تنفيذا

تاماً ونجعل انفسنا مثلاً للاتحاد ونعرض على مسامع العالم مظهراً عظيماً مؤثراً مبيناً على الوحدة والاتفاق حتى يعلن كل واحد منا خلال هذا البيت بصدق قلبه جهراً وعلانية وبلا خوف لومة لائم مستيقنا بكونه تعالى حاضراً وناظراً انه لا يتعلق باىّ حزب من الاحزاب او مذهب من المذاهب التى تفرعت فينا الآن بعلن انه مسلم فقط وما هو بحنبلى او شافعى او مالكى او حنفى او سُنّى او شيعى او من اهالى الحديث او من اهالى القرآن او من الرهبة او من الصوفية او من غير ذلك - بل نحن كلنا عباد الله وانما نحن مسلمون كما سمّانا عزوجل فى القرآن - نعلن اننا لا نفرق بين احد من الائمة كما لا نفرق بين احد من الرّسلْ ولا نتبع احداً دون احد بل نتبع ما هدانا النّبىّ العربى صلى الله عليه وسلم اليه كل من ربنا وكل من الاصفياء والابرار سويّا ونحن له مسلمون. اخوانى! لا تقابلكم اى صعوبة مدهشة او عقبة مهيبة فى هذا الاقرار لان حنفيا اذ لا يتبع الثلاثة من ائمة الفقه الكبار وينحرف عنهم لا صعوبة له فى ان ينحرف من كل الاربعة. ورجلاً حزبيا اذ ينكر سائر الاحزاب الاّ حزبه يتيسر له ان ينكرها كلا مع حزبه - فيا اخوانى! يجب علينا ان يكون مسلكنا فى الاعتقاد سويّا فى كل شئ قبل ان نفعل اى شئ وهو اننا نعظّم كل العلماء والاولياء والاصفياء والمشائخ والائمة فى الاسلام سوية ولكن لا نصنم احداً منهم ولا نرجّح احداً فى شئ. فيا

ایها الاخوان فی الاسلام! ان اجتمعهم کلکم علی هٰذا القرار کجسم واحد وصدقتموہ بتصدیق من قلوبکم وبرزتم للہ الواحد القهار فی اعمالکم واعتقاداتکم ایقن انکم ان شاءاللہ ستفلحون ۔ فادعوکم وادعوا من یرأسکم الی هذا القرار بکمال التضرع منی وادعوکم الی ان تعلنوا ما فی قلوبکم بلاخوف احد بلاحشیة فاللہ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ه

یا سادات المؤتمر! عرضت علیکم کل قراراتی الاربعة فاستقبلتموها بسمع وطاعة وبقبول تام فاشکرکم الشکر الجزیل ولکن اظن انکم تظنون ان مسئلة انتخاب الامیر هی الاٰن کما کانت قبل هٰذا فایقنکم یا اخوانی! ان هٰذا الوقت لا یناسب لحلّ هٰذہٖ المسئلة المهمة شخصًا قط من ای وجه ۔ اظن انه لمّا استقر هٰذا المؤتمر علی هٰذہٖ القرارات عملا ومعنا ونظّمنا المسلمین فی نظام واحد تتیسر لنا مسئلة انتخاب الامیر طبعًا ۔ اخوانی! یجب علی امیر المسلمین ان یکون حُرًّا تامًّا، یجب ان یکون ذی بأس شدید وعظمة، یجب ان یکون نفوذہ فی عالم الاسلام حقیقیا بل فی قلوب اکثر الاجانب حقیقة، ان یخاف منه الاعداء اشد خوفا، ان یؤید الاسلام بنصرته فی المصیبة، ان یقدر علی الجهاد بالسیف قدرة تامة، ان یکون مصداق ما قال عزوجل فیه اعنی" زَادَهُ اللّٰهُ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ " اخوانی! لا تجدون الاٰن شخصًا فینا یتّصف بهٰذہ الاوصاف کلها او اکثرها ولو شئتم. ولکن ان نفّذنا هٰذہٖ القرارات الاربعة فی الدنیا اشد تنفیذًا

اعتقد بقيام هٰذا المؤتمر مقام الامير فينا حقاً وعملاً الیٰ حين
بل اتبا در ان اقول انه يلزم لكم ان تحفظوا وتحافظوا علیٰ هٰذا
المؤتمر ابداً ولو وجد تم فيكم اميرا يتّصف بهٰذه الاوصاف
ليقوم هٰذا المؤتمر مقام المشير لاميركم - ستذكرون فی التاريخ
يا اخوانی ! ان الخلافة العباسية ظلت منقطعه مدلا ثلاث سنين
ونصف الی ان تجددت فی مصر ولم يكن لملوك مصر من الخلافة
الا الاسم والخطبة - فان انقطعت الخلافة الآن الیٰ حين ليس
هٰذا بشئ غريب عندنا - اخوانی ! اعتقد بان المسلمين لهم امير
واحد فی الحقيقة وهو الله الواحد القهار الحی الذی لا يموت
ابداً او اميرهم الرسول النّبی العربی بقی اثره علیٰ قلوبهم حتی
الآن - فيجب علينا ان لا بتعجّل الان فی امر الخلافة بل تمدها
الیٰ حين حتی نشد قواعد الامارة اشد تثبيتا والّا اخوانی! انتم
تهمّون بالسقف قبل القواعد فتخربون البيت الان فيا حضرات
المؤتمرين ! اعرض علیٰ حضراتكم قراری الخامس الاخر هذا
وادعوكم علی الاتفاق التام عليه وهو ان نترك انتخاب الخليفة
شخصا الآن لوقت أخر -

يا اشراف المؤتمر ! انّی اشكركم الشكر الجزيل انكم سمعتم
قراراتی فی هذا المؤتمر بكمال السكون والعناية وهيّاتم انفسكم
للعمل عليها بجد امكانكم - ولكن يجوز لی ان اشرح لكم مقامی
ومنصبی فی هٰذه الدعوة للاتحاد والعمل - وهو انه ما انا من
رجل كبير» وما انا من الزعماء فی ای شئ - او من العظماء

او من الحكماء فى شئ - لا ادعى للعلم ولا للفضل ولا للامارة،
لا اتعلق باى شخص من احزاب الهند بين الذين يتنازعون
ويتجادلون ويتخاذلون دينهم حتى الآن - ولاجل ذلك ما انا
بممثل من الهند فى هذا المعنى او ممثل اى شعب منهم.
ولكن اقول لكم ان كثيرا منهم من العاقلين المتنورين المصلحين
ينكرون كل هذا التشتت والتفرق فى الدين من اعماق قلوبهم
الآن ولاجل ذلك لا يبركنون الى اى فريق منهم فى شئ وانا من
الاولين منهم فى هذا - ولاجل ذلك ممثلهم ولو شئتم مندوب
منهم - و يظهر من الجد اول الرسمية الهندية فى تعداد النفوس
ان كثيرا منهم لا يحبون ان يسموا شيئا الا المسلمين ويظهر هذا
ايضا من خطابات زهاء عشرة الاف التى وصلت الى من كل
الاطراف بعد نشر كتابي " تذكرة " نحو عامين قبل هذا.
فتصدر من كل هذا يا اخوانى ! نتيجة واحدة وهى ان ارى
للمسلمين المعاصرين مستقبلا عظيما ولاجل ذلك ادعوكم الى
درك هذا المستقبل فى اقرب فرصة وبكل تعمد - وما كنت
احب ان اقول لكم شيئا فى هذا المؤتمر بل انظر كيف تعملون و
لكن كلفنى بعض الاخوان والاصدقاء على هذه خطبتكم
فى اصلاحكم الدينى والاجتماعى - واشكر هنا كل عظماء
مصر والوزراء ورجال الحكومة على الخصوص شيخ الجامع
الفاضل وعلماء الازهر الكرام الذين استقبلونى استقبالا
عظيما مخلصا بمجرد ورودى فى ارضهم واسئل من الله الشكران

لخلوصهم والآن اسئل منكم السكون والتفكر فی ما اقول لکم فی الختام وهو هذا -

یا اخوانی المکرمین! ما انا بغافل عن هذا الامران حکایة الرفع والخفض الذی یتبادل بین الامم الانسانیة منذ نشأة الخلق حکایة سلسلة مؤکدة مستمرة التقدمات التدریجیة الطبیعیة او التاخرات التدریجیة الطبیعیة التی لا یقدر علی تبدیلها وتسریعها او تقدیمها وتاخیرها شخص واحد - الامم الانسانیة ترتقی من مرحلة الی مرحلة ومن درجة بعد اذ جهد الناس حق امکانهم کجسم واحد الی امد ممدود لیلاً ونهاراً اهذه الغایة الشریفة - وبعد اذ طفقوا یبلغون اشد مبلغهم فی العلم والعمل سنوات مدیدة علی التواتر وبلا حرج - فلما استنفرت قدمهم علی الصعود واتسعت مساعیهم حق الاستطاعة واستفحل امرهم وتغلبوا علی موانع شتی یطلع علیهم البدر المطلوب ویبرزلهم اللؤلؤ المقصود لاجل ذلك وبناء علی هذا اعتقد بانه لایمکن لقوم ان یخضعوا او یتنزلوا فی آن واحد بذنوب فرد واحد ینبغی لسقوطهم ان یتعارض الناس علی دین الفطرة او یبعوا علی قانونه تعالی الی مدة طویلة مصرین علی ذنوبهم قبل ان یهلکوا عن بینة منه - الفرد الواحد لا یقدر علی ان یهلك امته بذنوبه فی آن واحد کما لا یقدر علی ان یحیهم بسعیه وعمله حالاً - مثلهما کمثل قطرة وبحرا وکندة وفقس - الامم الانسانیة تقتضی لصعودها آجال ممدودة کما تقتضی لهبوطها

اعمار مصولة يسمن الناس فيها اثما وظلما و يزيدون فسقا وكفرا عامًا بعد عام حتى اذا ادرك القوم اشد مبلغهم فيها نفذ الامر عليهم فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ه

اخوانى ! هٰذه هى سُنَّة الله فى الارض ـ ولكن مهما كان البحر واسعًا طولاً وعرضًا لا بد من ان يكون اصل خلقه من قطرة ومهما كان القفر متسعا شمالا وجنوبا و شرقا وغربا لا محيص له من ان يكون اساسه من ذرّه ـ فلذلك يا اخوانى ! ما كان لى ان احقّر قطرة او ذرّه ابدًا او اقول ان ليست لها شركة فى تعمير البحر او القفر او اقول انها ليست بشئ ـ اعتقد بان لكلتيهما وجود فريد مستقل مفرد الذى لا يفنى ابدًا ابعد التحليل فى البحر او القفر ـ هما جزان من مخلوقين عظيمين لا يتجزى بعدهما ـ بل سببان لا زمان من اسباب كون البحر والقفر ولو اتسعا البحر و القفر غير متناهيان ـ فلذلك اعتقد بان امة اذا استعدت نفسها للصعود فاول حركة التى تنشئ فى جسمها تشرع من الافراد ـ اول صوت او نعرة تستيقظهم من النوم هى عمل فرد واحد ـ يعمل انه عمل الصّور للايقاظ والاحياء من الموت و يفعل الافاعيل العجيبة فى دائرة الاخلاق والاعمال ـ اخوانى ! ان هى الا كانت دعوة من رجل امّى ضعيف الحيلة فقيد الاسباب من قريش (صلى الله عليه وسلم) التى نهضت فى اقطار العالم كالبرق فهزّته اهتزازًا شديدا ـ فلاجل ذلك يا اخوانى فى الدّين : اقول لكم ان تستعدّوا انفسكم فرادًا للسعى والعمل ولا تجمدوا من قولكم اننا لا نستطيع ان نغيّر ما بنا حتى يغيّره الله لنا ـ فالله لا

يغیرا بنّ اما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم ۔ وھو ولی المتقین ۔
وھذا ما قلت فی البا بورار نجا لا فی حال المسلمین المعاصرین
حین خُضت فی ماوقع بہم الاٰن متحسّرا ۔

طردالحکومۃَ مسلمون بعصرنا ۔۔۔ وتخیروا الذل الذی لا یرفعُ
استاثروا موتا بعدحیاتھم ۔۔۔ واستبدلوا الادنیٰ بما ھوارفعُ
النجم مال الی الھبوط فلا نری ۔۔۔ احدًا ابنورمنھم یستمتعُ
فتصیردُورھم بقبضۃ غاصب ۔۔۔ ملک مھیب مدھش لا یُدافعُ
وتری الملائک حول حبل وریدھم ۔۔۔ قبضت علیھم قبضۃ لا تُمنعُ
ظلموا الانفسھم فقضی بدابرالقوم ۔۔۔ الاثیم صیحۃ ان یُقطعُ
قبحًا لکم یا مسلمون فانکم ۔۔۔ انتم سلکم مسلکًا لا ینفعُ
ھزموکم الابطال ۔ افلم تعلموا ۔۔۔ ما الارض الا مزرع اومصرعُ
ایھا بنی الاسلام ان حدیثکم ۔۔۔ فی قتل انفسکم حدیث لجزعُ
ذھبت کریح ریحکم بنزاعکم ۔۔۔ وستذھب الباقی اذالم تمنعوا
مُزّقتم فی الدھر کل ممزّق ۔۔۔ جدًا فھل من حیلۃ ان تجمعوا
سلّبتم دنیاکم فتسلبت ۔۔۔ بکم الحیاۃ تسلبا لا یرجعُ
ولّیتُم عن امر ربی مدبرا ۔۔۔ فاتی بقوم لا تضروتخضعُ
واھًا لکم یا قوم دین محمدؐ ۔۔۔ صنعوا بدین کل ما لا یصنعُ
فعلوا بدین محمد ومحمدؐ ۔۔۔ فعلا یفیض بہ السحاب الارفعُ
فتربصوا یا قوم دین محمدؐ ۔۔۔ امرا والا فارجعوا ثم ارجعوا

کنٹنتال ھوتل مصر ۔۔۔ وانا المفتقر الی اللہ الرّحمٰن
۱۰ ۔ مایوسنۃ ۱۹۲۶ء ۔۔۔ محمد عنایۃ اللہ خان المشرقی

علامہ مشرقیؒ اور خاکسار تحریک کے متعلق دیگر مصنفین کی کتب

1	المشرقؒ (سوانح عمری)	300/=	ڈاکٹر عظمت اللہ بھٹی
2	شاہراہ عمل	200/=	خاکسار بشیر احمد قریشی
3	قول سدید	60/=	خاکسار بشیر احمد قریشی
4	الصلوٰۃ	30/=	خاکسار بشیر احمد قریشی
5	دین فطرت	30/=	خاکسار بشیر احمد قریشی
6	فہم دین	40/=	خاکسار بشیر احمد قریشی
7	خاکسار تحریک کی جدوجہد (3 جلدیں)	900/=	راجہ شیر زمان خان
8	سرسید جناح اور مشرقیؒ	200/=	راجہ شیر زمان خان
9	مودودی	30/=	راجہ شیر زمان خان
10	علامہ مشرقیؒ اور معاصر	200/=	رشید احمد ملک (ایڈووکیٹ)
11	کشمیر اور علامہ مشرقیؒ	150/=	سید شبیر حسین شاہ
12	Man's Destiny	130/=	سید شبیر حسین شاہ
13	Quran and Evolution	150/=	سید شبیر حسین شاہ
14	Disowned Genius	160/=	سید شبیر حسین شاہ
15	نگاہ بازگشت	225/=	سید شبیر حسین شاہ
16	صراط مستقیم	50/=	سید شبیر حسین شاہ
17	رسول صادقؐ	60/=	خواجہ غلام قدیر
18	انگریز سر سکندر اور خاکسار تحریک	150/=	محمد علی فارق
19	الاصلاح (خاکسار شہداء نمبر)	100/=	(ادارہ)
20	ایک مجاہد علامہ مشرقیؒ	50/=	ڈاکٹر رشید نثار
21	قائداعظم پر حملہ آور کون؟	30/=	(ادارہ)

اپنے مطلوبہ آرڈر سے جلد مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

----- ناظم ادارہ -----

التذکرہ پبلی کیشنز ⊙ المشرق ٹاؤن 34 - زیلدار روڈ اچھرہ لاہور - 54600
فون: 411228، 042-415116 ⊙ فیکس 7587394

چودھویں صدی ہجری کے قیامت خیز واقعات سے مسلمان کی بے خبری

- ○ ہندوستان سے مسلمان کا جاہ و جلال ختم ہوا۔
- ○ خلافت اسلامیہ تیرہ سو سال بعد پہلی دفعہ منقطع ہو گئی۔
- ○ مغرب کی بالا دستی اور معاشرت۔ معیشت اور نبوت میں نئے نظریات کی ترویج۔
- ○ مسلمان پورے ہندوستان کی حکومت کے حق سے دستبردار ہو گیا۔
- ○ حضرت علامہ المشرقیؒ کی جاری کردہ احیاء اسلام کی تحریک کو سبوتاژ کرنے کا گھناؤنا کردار مسلمان نے خود ادا کیا۔
- ○ اشتراکیت اس صدی میں رواجی مذہب اسلام کی کمزوری بن گئی۔
- ○ اقوام متحدہ پر غیر مسلموں کا غلبہ ہے جہاں مسلمان نے پناہ لی ہے۔

مقالہ نگار:

○ ابو العزیز فضل الٰہی

○ رشید احمد ملک ایڈووکیٹ

التذکرہ پبلی کیشنز
المشرقی ہاؤس
۳۴۔ ذیلدار روڈ، اچھرہ
لاہور
فون نمبرز: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ — ۰۴۲ ⊙ فیکس: ۰۴۲-۷۵۸۷۳۹۴

نظریات المشرقیؒ

○ انسان کی انسان کے ساتھ اس جنگ میں کئی وجوہات (مثلاً مذہب، نسل، رنگ، قومیت، جوع الارض، سرمایہ داری، نصب العینی، تجرد، جغرافیہ، تاریخ وغیرہ) کارفرما ہیں اگرچہ مذہب اب تک بھی بنیادی طور پر اس داخلی فساد کا شاید سب سے زیادہ طاقت ور محرک ہے انسان نے مجموعی طور پر اب تک اس سیدھی سادی سچائی کو بھی نہیں سمجھا کہ دنیا کے پیغمبر اگر وہ سب کے سب ایک خدا کی طرف سے ہی آئے تھے جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے تو ممکن نہ تھا وہ ایک خدا سے ایک ہی نوع انسانی کی طرف مختلف پیغام لاتے نہ ان کے آنے کا مقصد ہرگز یہ ہو سکتا تھا کہ وہ انسان کو انسان سے لڑائیں۔ انسان کی داخلی خانہ جنگی کی دوسری وجوہات علمی یا علم حیات کے نقطہ نظر سے اور بھی زیادہ لغو ہیں۔ نوع انسانی پر اندرونی تفرقہ اور انتشار کا یہ سانحہ عظیم اس لیے رونما ہوا ہے کہ انسان (ہوش و فہم کا مالک ہو کر بھی) بحیثیت مجموعی مضحکہ خیز طور پر فطرت کی منشاء اور لم سمجھنے سے قاصر رہا ہے اور بہت ہی کم افراد (شاید لاکھوں میں سے ایک بھی نہیں) ایسے ہیں جو کائناتی طور پر سوچ سکتے ہوں اس بناء پر نوع انسانی کی مجموعی حماقت اس کی موجودہ غیر فطری نشوونما اور زوال کا باعث ہے اور ممکن ہے کہ یہی ناسمجھی اس کے روئے زمین سے بالاخر نیست و نابود ہو جانے کا باعث بن جائے۔

(انسانی مسئلہ ☆ المشرقیؒ)

○ انسان ابھی تک یہ سوچنے سے انکاری ہے کہ کرہ زمین کے معاشی وسائل کسی بالاتر مقصد کی خاطر تمام انسانیت کے مساوی استعمال کے لیے ہیں نہ اس لوٹ کھسوٹ کے لیے جو یہ سمجھے بیٹھا ہے۔

(انسانی مسئلہ ☆ المشرقیؒ)

○ سرمایہ کے تمام شر انگیز اثرات قلم کی ایک ادنیٰ جنبش سے ختم کیے جا سکتے ہیں وہ یہ کہ مساوی تعداد کے قرعہ اندازوں کے امیروں اور غریبوں کے کامل طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ انتخابی حلقے ہر ملک میں قائم کر دیئے جائیں اور غریب اکثریت کو امیر اقلیت سے قطعی طور پر علیحدہ کر دیا جائے اس ترکیب سے مغربی طرز کی جمہوریت اپنی آج کل کی شیطانی سطح سے گر کر اصلی منطقی اور انسانی سطح پر آ جائے گی یعنی ان لوگوں کی فی الواقع حکومت قائم ہو گی جو تعداد میں سب سے زیادہ ہیں سرمایہ پھر دنیا میں اپنی مناسب جگہ پر آ جائے گا۔

(انسانی مسئلہ ☆ المشرقیؒ)

AL-TAZKIRAH PUBLICATIONS
AL-MASHRAQI HOUSE
34-ZAILDAR ROAD, ICHHRA LAHORE-54600
PHONE Nos: 042-415116 * 411228 FAX: 7587394

افکار المشرقیؒ اور تصریحات ادارہ

چودہویں صدی ہجری میں مسلمان پر قیامتیں ٹوٹیں مگر غافل مسلمان بے خبر رہا!

چودھویں صدی کے اختتام سے چند سال قبل مسلمانوں کو احساس ہوا کہ چودہویں صدی اختتام کو پہنچ رہی ہے اور پندرہویں صدی کا آغاز ہو رہا ہے۔ کئی ادیبوں اور دانشوروں نے اسی کو موضوع بنا کر فیصلہ کیا کہ چودہویں صدی ہجری کا اختتام تاریخ اسلام کا کوئی فیصلہ کن موڑ ہے اس لیے اسے یادگاری ہونا چاہیے پھر اس خطرناک مفروضہ کے بعد چودہویں صدی کے لیے الوداعی پروگرام وضع کئے گئے اور پندرہویں صدی کے افتتاحی تقریبات کے منصوبے بننے شروع ہوئے حالانکہ اصلاً ایسی کوئی اہم بات نہ تھی۔ ہجرت کے ۱۳۹۹ سال مکمل ہوں یا چودہ صدیاں پوری ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا نہ یہ کوئی تاریخی موڑ تھا۔

الغرض اسی مفروضہ پر کئی دانشوروں نے چودہویں صدی کی سو سال پر محیط مدت کے گوشوارے مرتب کئے باور کرایا گیا کہ مسلمان ہر جگہ اس صدی میں آزادی کی نعمت سے نوازے گئے اور اب ان کا اقوام عالم میں وہ مقام ہے جس کی بنا پر اسے صد سالہ ہمہ گیر بیداری کا جشن منانا چاہیے۔ جس طرح جشن منانا ضروری قرار دیا گیا تھا اسی طرح تعریف و توصیف اور واہ واہ کو بھی پروگرام میں شامل کر لیا گیا۔ اب ہر طرف سے بڑھ چڑھ کر مرچ مصالحہ لگا کر ثابت کیا جا رہا ہے کہ ہم نے واقعی بیداری۔ آزادی اور ترقی کے تمام متعینہ مراحل طے کر لیے ہیں اس سے ایک طرف تو مسلمان

کو مزید گمراہ کرنے کا سامان تیار کر لیا اور دوسری طرف اب بیداری۔ آزادی اور ترقی کے نام پر کام کرنے والوں کے لیے دروازے بند کر دیئے۔

حضرات! اس مختصر سے مضمون میں چودہویں صدی کے ان قیامت خیز لمحات کا ذکر کیا جائے گا اور مسلمانوں کے پیش آمدہ مسائل کا جائزہ لیا جائے گا اور پندرہویں صدی میں مسلمان کے لیے امکانی پروگرام کی وہ تفصیلات بتائی جائیں گی جو دور حاضر کے بے مثل دانشور اور نابغہ روزگار ہستی حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خاں المشرقیؒ نے وضاحت کے ساتھ مسلمانوں اور اقوام عالم کے سامنے پیش کیں۔

پہلی قیامت

چودہویں صدی کے آغاز سے بیس سال قبل ہی مسلمانوں کا عام انحطاط شروع ہو چکا تھا۔ تیرہویں صدی کے آخری ربع صدی میں مسلمان کی ایک ہزار سالہ سلطنت کا ہندوستان میں جاہ و جلال ختم ہو گیا۔ مغرب کا مشرق اور مشرق بعید پر قبضہ مکمل ہوا۔ چودہویں صدی کے آغاز تک متحدہ ہندوستان میں اینگلو محمڈن ٹیم کے سرکردہ ملت فروش راہنماؤں نے مسلمان کے نہ صرف جذبہ جہاد کو مکمل طور پر ٹھنڈا کر کے برطانوی سامراج کے ہاتھ مضبوط کر دیئے بلکہ عملاً" مسلمان کو یہ بھی باور کرا دیا گیا کہ انگریز پرست یہی راہنما ملت اسلامیہ کے بھی رہنما ہیں۔ انگریز نے مسلمان کا منہ کالا کرنے کے لیے شوشہ چھوڑ دیا کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ پھر کیا تھا مسلمانوں کے نامزد دانشور اس سیاہ داغ کو دھونے کے لیے میدان میں آکودے۔ ایک گروہ نے سیاسی محاذ سے جہاد کی منسوخی کے فتوے اس وقت

جاری کئے جب خود انگریز اسی جہاد اور قتال کی بدولت ہندوستان پر قابض ہو چکا تھا۔ دوسری طرف ایک گروہ نے مذہبی محاذ سے انگریز کے لیے راستہ ہموار کرنے کے لیے جہاد کی منسوخی کے فتوے جاری کر کے مکے مدینے بھجوائے اور اس انتہائی اقدام کے لیے نبوت کا دروازہ کھول لیا۔ اس دو طرفہ یلغار میں مسلمان بے بس ہو کر رہ گیا۔ ہندوستان جتنے بڑے ملک کی سلطنت کھو جانے کے بعد اور مسلمان راہنماؤں کا انگریز کا ہمنوا بن جانے کے بعد مسلمان پر جو قیامت ٹوٹی اور جس طرح ہندوستان پر قبضے کے بعد مسلمان حکومتوں کا مشرق وسطیٰ میں پے در پے سقوط ہوا وہ شاید مسلمان کو اب بھی بڑی دیر کے بعد محسوس ہو۔

دوسرا قیامت خیز واقعہ

ترکوں اور عربوں کے اندر برطانوی ہدایات پر دو قومی نظریئے کی تشہیر تھی جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں عربوں اور ترکوں کو ایک دوسرے کے لیے ناقابل متحمل اس طرح بنا دیا کہ ساٹھ ستر سال میں بھی وہ ایک دوسرے کے لیے اس انداز سے اجنبی ہیں کہ گویا ان کا ایک دوسرے سے کبھی تعلق ہی نہیں رہا اس حماقت کا مسلمان کو خمیازہ اس طرح بھگتنا پڑا کہ وہاں دو قومی نظریہ کی بنیاد پر درجن بھر چار چار کنال کی ذیلداریاں قائم ہو گئیں جس نے ایک طرف مسلمان کی اجتماعیت کی چولیں ہلا کر رکھ دیں تو دوسری طرف مغرب کے لیے ان پر غلبہ حاصل کرنے کا وافر موقع فراہم کر دیا۔ یہی دو قومی نظریہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک مسلمان ممالک کو کسی ایک بات پر متفق کر کے متحد کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ

بن گیا ان کا مشترکہ دفاع یا اجتماعی خلافت قائم کرنے کے پروگرام کو سخت دھچکا لگا۔ مسلمان ممالک کی بدنصیبی رہی کہ وہ آپس میں معاملات کرنے کے لیے غیر مسلم غلبہ کو ترجیح دینے لگے۔ وہ مسلمان ممالک جو دولت مشترکہ۔ غیر جانبدار تحریک اور اقوام متحدہ میں شمولیت کو تو ترجیح دیتے رہے مگر عملاً" بین الملی اشتراک کو مغرب کے اشاروں پر ٹالتے رہے عراق اور ایران کی جنگ کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس جنگ کے پس منظر میں جو مالی فائدہ دونوں ممالک کو تھا اس سے کہیں زیادہ مالی نقصان ہوا۔ وہ غیر ملکی طاقتوں کے سامنے سجدہ کر سکتے ہیں مگر مسلم اخوت کے نام پر اس بے وقوفی سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

تیسرا قیامت خیز واقعہ

انقطاع خلافت کا روح فرسا اعلان تھا جس نے تیرہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں پہلی دفعہ مسلمان کی اجتماعیت کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔ ترکوں نے خلافت کو اس لیے ترک کر دیا ان کے نزدیک خلافت اسی کو سجتی ہے جس کی حکومت اور غلبہ ہو۔ یہاں ہندوستان پر غلبہ کے بعد انگریز پرست راہنماؤں جنہیں تسلیم ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ انہوں نے فوجی بھرتی اور دیگر جنگی سہولتیں انگریز کو فراہم کی تھیں۔ نے ہندی مسلمان فوجیوں کو انگریز کی طرف سے مسلمان ممالک پر فوج کشی کی اجازت دی۔ جن کے " جوش ایمانی" کی بدولت ترکوں کے اقتدار سے مکہ۔ مدینہ۔ بیت المقدس۔ بغداد وغیرہ نکل گئے اور مسلمان دنیا بھر میں خلافت کے خاتمہ کے بعد ہمیشہ کے لیے اہمیت کھو بیٹھا ان کے اتحاد کی رسمی علامت بھی ختم ہو گئی اور

دیکھتے دیکھتے مسلمانوں کو کئی ذیلداریوں میں تقسیم کر کے ان کی اجتماعی حیثیت کو پارہ پارہ کر دیا اس کے بعد مسلمان نے خلافت کو بحال کرنے یا اجتماعی خلافت کے متعلق سوچنے سے زیادہ ترجیح اقوام متحدہ غیر جانبدار تحریک جیسے گمراہ کن اداروں میں داخلہ کو دی جہاں وہ شامل ہو کر اپنا تشخص بھی کھو بیٹھے۔

چوتھا قیامت خیز واقعہ

مسلمانوں کا دور حاضر کے عظیم راہنما اور معلم فطرت حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خاں المشرقیؒ کے اس شاندار اور قابل عمل منصوبے سے اغماض تھا جس میں انہوں نے عالم اسلام کے سامنے اجتماعی خلافت کا ایک قابل عمل منصوبہ پیش کیا ۱۹۲۶ء کی موتمر عالم اسلام منعقدہ مصر میں آپ نے خلافت کی کمزوری جس کی بنا پر ترکوں نے اسے ٹھکرا دیا کی نشاندہی کی اور اجتماعی خلافت قائم کرنے کے لیے پورے عالم اسلام میں محلہ کی سطح سے تنظیم کو اٹھا کر اجتماعی خلافت تک لانے کا منصوبہ پیش کیا تھا اس عظیم الشان منصوبے کو مکمل اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا اور بعد میں موتمر کی کئی ذیلی کمیٹیوں میں اس تجویز پر عمل کے لیے پروگرام وضع ہوئے مگر چونکہ مسلمان راہنماؤں کی اکثریت کے مفادات انگریزوں سے وابستہ ہو چکے تھے انہوں نے موتمر کے منصوبوں پر عمل کرنے سے پس و پیش کیا اور خلافت کے احیاء کا آخری منصوبہ بھی ناکام بنا دیا گیا۔ عملی اقدام سے گریز کے بعد انہی کٹھ پتلی راہنماؤں نے اپنا سر چھپانے کے لیے برطانوی ' امریکی اور روسی سامراج کے ہاں سجدے کیے۔ قدرت کے غیظ و غضب نے

انہیں سزا کے طور پر مغربی طاقتوں کا آلہ کار بنا دیا جو آج تک ان کے اندر کبھی صیہونیت کبھی کمیونزم اور کبھی بیت المقدس جیسے بے حقیقت اور غیر ضروری مسائل پیدا کر کے اصل اور بنیادی مسائل سے توجہ ہٹانے میں مصروف ہیں اور انہی مسائل کی وجہ سے وہ ایک پلیٹ فارم پر انہیں آنے ہی نہیں دیتے اس قیامت کی انتہا یہ ہے کہ مسلمان کی بے اندازہ دولت مغرب کے بنکوں میں جمع ہے جس سے مغرب خوب نفع کما رہا ہے۔ مگر مسلمان راہنماؤں کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ان کے جمع شدہ روپیہ سے منافع کما کر مغرب جو امداد اس کے برادر اسلامی ممالک کو بطور احسان دے رہا ہے۔ کم از کم وہ خود ہی براہ راست امداد دے کر اسے مغرب کا غلام بن جانے سے تو روک دے۔

پانچواں قیامت خیز واقعہ

وہ دردناک لمحہ تھا جب متحدہ ہندوستان کے مسلم سیاستدانوں نے پورے ہندوستان پر حکومت کرنے کے اپنے قدرتی اور موروثی حق سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۹۳۰ء میں دو قومی نظریے کا اعلان کر دینے سے ہندو کے لیے متحدہ ہندوستان کا بڑا ٹکڑا محفوظ کر دیا۔ اسی لمحے متحدہ ہندوستان میں مسلمان کو پھر سے حکمرانی کا اہل بنا کر ہندوستان پر اس کے اقتدار کو بحال کرنے کے لیے ۱۹۳۱ء میں خاکسار تحریک کے نام سے جاری ہونے والے عظیم الشان منصوبے کے خلاف مسلمان سیاستدانوں نے اینگلو امریکن منصوبے کی حمایت کی جو بالآخر ہندوستان کی تقسیم پر منتج ہوا۔ اس عہد آفرین حرکت نے چند ہی سالوں میں قرن اول کا سا سماں پیدا کر دیا۔

مسلمانوں کی اس عسکری نوعیت کی ابھرتی ہوئی حرکت اور نبوی ﷺ اسلام کے احیاء کی اس کامیاب تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لیے انگریز نے مسلمان کے سامنے قرارداد لاہور ۱۹۴۰ء کا پردہ کھینچ کر مسلمان کو اکثریت اور اقلیت کا درس دینا شروع کیا اور اس کو پروپیگنڈہ دے کر اتنا اچھالا گیا کہ مسلمان کو ہوش ہی نہ رہا کہ وہ ہندوستان جہاں اس نے ایک ہزار سال تک دھڑلے سے حکومت کی بلکہ ہندوستان کو تاریخ میں پہلی مرتبہ ہند کا تشخص دیا اسی کے اندر مسلمان جیسی مارشل قوم کے تین ٹکڑے ہو گئے اور اس سیاسی جادوگری سے ہندو کو جو دنیا میں عسکری لحاظ سے صفر اور جرات مندی میں دنیا کی بزدل ترین قوم مشہور تھی کو پہلی بار اتنے بڑے ملک کا حکمران بنا دیا بلکہ اسے موقع فراہم کیا کہ وہ مسلمان کی بیخ کنی کرتا رہے۔ یہ لمحہ گزر گیا مگر ایک کروڑ کی جبری خانہ بربادی اور بیس لاکھ کے قتل عام کی قیامت ابھی تک مسلمان نے محسوس نہیں کی نہ سبق حاصل کیا بلکہ اسے آزادی کے کھاتہ میں ڈال کر باور کرا دیا کہ یہ بربادی اور ہلاکت نہیں بلکہ الہی انعام ہے۔

چھٹا قیامت خیز واقعہ

مسلمان کے اندر نظریاتی تبدیلی تھی۔ معاشرت۔ معیشت اور سیاست کے اسلامی نظریات سے قطع تعلق کر کے وہ مغربی نظریات کا مبلغ بن گیا ایک گروہ سرمایہ داری کا حامی بن کر مغرب کی وکالت کر رہا ہے اور اس کا اسلام کے ساتھ رشتہ جوڑنے کا مضحکہ خیز اقدام کر کے شرمسار ہونے کی بجائے مغرب کی داد پر خوش ہے اور دوسرا گروہ کمیونزم کا رشتہ

اسلام سے جوڑ کر کمیونسٹوں سے دانشوری اور ترقی پسندی کی سند لے رہا ہے۔ اور وہ نظریات جو خود کمیونسٹ ممالک میں دم توڑ رہے ہیں اب ان کو مساوات محمدیؐ کا نام دے کر معاوضہ کی رقم ہضم کر رہا ہے تیرہ صد سالہ تاریخ میں پہلی بار اسلام کے بالمقابل کمیونزم کے نام پر ایک ایسا ازم وجود میں آیا جس نے بظاہر 'معیشت' معاشرت اور سماجی اقدار کے ان تمام مروجہ اسلامی نظریات کی نفی کر دی اور مسلمانوں کے دیکھتے دیکھتے ان نظریات نے دنیا پر غلبہ پا لیا اور نتائج کے لحاظ سے ثابت کیا کہ کم از کم مروجہ رواجی اسلام' معیشت' معاشرت اور سماجی نظاموں میں کمیونزم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ادھر مذہبی راہنماؤں نے اسلام کو نجی اور ذاتی مسئلہ قرار دے کر اس کی شاہی حیثیت کو ختم کر دیا۔ اسی نظریاتی تبدیلی کے ضمن میں متحدہ ہندوستان میں ایک گروہ نے مذہبی نقطہ نظر سے انگریز کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے اسلام میں جہاد کی منسوخی کا اعلان کیا۔ اور اپنے اس موقف کو زیادہ مذہبی رنگ دینے کے لئے الوحی کا سہارا لیا۔ یہ گروہ بعد میں قادیانی یا احمدی کے نام پر مسلمان مشہور ہوا جس نے خلافت کے علاوہ نبوت میں رخنہ ڈال کر مسلمانوں کے ایک موثر گروہ کو مستقل طور پر ان کی اپنی جڑیں کھوکھلی کرنے پر مامور کر دیا۔ اس وقت کے اینگلو محمڈن سیاست دان اس دردناک فتنہ کو محسوس نہ کر سکے کہ وہ دین اسلام جس کی بحالی کی خاطر وہ پورے ہندوستان کی وراثت سے دو قومی نظریہ کے اعلان کے بعد کنارہ کش ہو گئے۔ قادیان کی نئی نبوت اس میں بنیادی فتنہ ہے جو اس کے اندر تیرہ سو سال سے قائم دینی اور نظریاتی ڈھانچہ کی بنیادوں میں دراڑیں ڈال دے گا بلکہ قیامت پر قیامت یہ تھی کہ اس فتنہ کو باضابطہ طور

پر پاکستان میں ایک منصوبہ کے تحت لا کر فوجی نقطہ نظر سے ایک محفوظ مقام پر آباد کیا اور اس کو مرکزیت قائم کرنے کے لیے مراعات سے نوازا۔ حیرت در حیرت کہ مسلمان سیاست دان نے بالآخر اس ہولناک فتنے کو ایک حقیقت تسلیم کر لیا اور سب سے بڑی اسلامی مملکت اور اسلام کے نام پر حاصل ہونے والی حکومت میں اس کو تحفظ کی ضمانت بھی دے دی۔ یہ قیامت مسلمان کو بہت بعد میں محسوس ہوگی۔ معیشت' معاشرت اور نبوت میں نظریاتی تبدیلی کوتاہ نظر سیاستدانوں کا چودہویں صدی ہجری کے مسلمانان عالم کو وہ شر انگیز تحائف ہیں جو مسلمان اور دین اسلام کی سابقہ عہد آفرین حیثیت کو ختم کر دینے کے لیے کافی ہیں سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ مسلمان نے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور نظریاتی سطح پر مسلمان ان کی نفی کرنے کی بجائے انہیں عین اسلام ثابت کر رہا ہے۔

ساتواں قیامت خیز حادثہ

انقطاع خلافت کے ساتھ ساتھ لیگ آف نیشنز کا قیام اور بالآخر اقوام متحدہ کا قیام تھا جس نے ایک طرف تو نصرانیت کے مستقل غلبہ کی بنیاد ڈالی اور دوسری طرف یہی ادارہ سرد جنگ کا مرکز بن کر دنیا میں امن کی خاطر اسلحہ کی تجارت کا ایک نیا منصوبہ ثابت ہوا جس سے ان ممالک میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوئی جو صرف اسلحہ اور فوجی ساز و سامان کا کاروبار کرتے تھے۔ غضب پر غضب یہ ہوا کہ مسلمان بے بس ہو کر اس ادارہ سے منسلک ہونے کی آرزو کرنے لگا۔ اپنا تشخص ختم کر کے ایک ایسے ادارہ کا رکن جا بنا جہاں غیر مسلموں کا غلبہ تھا۔ عجیب ہے غیر مسلموں نے

کمال ہوشیاری سے مسلمان کو چند کاغذی میدان خود منتخب کر کے دیئے جو موتمر عالم اسلام۔ اسلامی کانفرنس اور عرب لیگ جیسے اخباری ناموں سے مشہور ہوئے۔ اقوام متحدہ کے اس ادارہ نے بظاہر امن' سلامتی اور نو آبادیاتی لعنت کے خلاف باضابطہ کارروائی کروا کر مسلمانوں کو بے خبری میں مغرب کا غلام بنا دیا۔ آج مسلم ممالک امن اور سلامتی کی خاطر یا تو مغرب کے زراعتی فارم اور خام تیل کی پیداواری منڈی بن کر عملاً" مغرب کی نو آبادی بن چکے ہیں یا تیل کی پیداوار کے تحفظ کے نام پر اپنے عسکری اہمیت کے مقامات پر مغربی فوجی چوکیدار مقرر کر کے مطمئن ہیں اور یہ سب کچھ اسلام کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں۔ یہ قیامت ابھی تک محسوس نہیں ہوئی کہ تیل جس کے متعلق وہ باور کراتے ہیں کہ وہ ایک ہتھیار ہے۔ درحقیقت ہتھیار کے طور پر تو اسے مغرب استعمال کر رہا ہے فرق صرف یہ ہے کہ بندوق ان کے کندھوں پر ہے۔ غضب ہے مسلمان اپنا فالتو سرمایہ ایسے ساہوکار کے پاس جمع کرا رہا ہے جو عسکری لحاظ سے کئی لاکھ گنا ان سے بڑا ہے یہ قیامت بھی بعد میں محسوس ہوگی۔ اپنے آپس کے مسائل فوجی قوت سے حاصل کرنے کی مسلمان خواہش رکھتا ہے مگر قیامت یہ ہے کہ ہتھیار اپنا نہیں مغرب کا استعمال کرتا ہے۔ جو فوجی ساز و سامان اس قدر نہیں دیتا کہ جنگ فیصلہ کن مرحلہ تک پہنچے۔ مسلمان کی حماقت قیامت سے کم نہیں کہ اس کے لیے اس کے اپنے جملہ راہنماؤں کی حیثیت بلبلے سے زیادہ نہیں اور مغرب اشتراکیت اور جارحیت کے افسانے چھیڑ کر ان ممالک کو اپنی فوجی چھاؤنیاں بنا چکا ہے۔

اس ہمہ گیری بربادی اور قیامت کی سی کیفیت کا جائزہ لینے کے بعد

دور حاضر کے مجدد اعظم حضرت علامہ المشرقیؒ نے ۱۹۲۴ء میں مسلمان ہی نہیں مذاہب عالم کے دانشوروں کے سامنے ''تذکرہ'' جیسی عظیم الشان کتاب رکھی جس میں ثابت کیا کہ حقیقت مذاہب کیا ہے۔ مغرب جس کے پاس الوحی موجود نہیں اور قرآن حکیم جن کے لیے بوجوہ ناقابل توجہ ہے اور قوموں سے معاملات کرنے اور غلبہ کے فطری تقاضوں سے ناآشنا ہے ان کے سامنے دین اسلام کا عقائد سے ہٹ کر وہ علمی فلسفہ پیش کیا جس میں تعمیر اقوام کے فطری منصوبے شامل تھے جس میں اقوام عالم کو ایک وسیع تر نصب العین دیا گیا تھا۔

اسی ضمن میں عالمی سطح پر اشتراکی جمہوریت اور سرمایہ داری جمہوریت کے فلسفوں کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ نسل انسانی کے کسی مسئلہ کا حل پیش نہیں کرتے نہ زندگی کے مقاصد کا تعین کرتے ہیں۔ ان نظریات کے مطابق کائنات۔ خدا۔ علم فطرت۔ الکتاب اور راہ حق وغیرہ عقیدے سے ہٹ کر اور کوئی حقیقت نہیں لیکن ان امور پر تذکرہ ان کے تمام مفروضوں کا حتمی جواب تھا۔

مغرب کے یہ نظریات کسی طور پر بھی نہ انسانوں کو متحد رکھ سکتے ہیں۔ نہ دنیا کے سب سے سنگین مسائل یعنی وحدت مذاہب' عالمی حکومت اور عالمی اخوت کے متعلق ان میں کوئی بات واضح موجود ہے صرف روپیہ پیسہ کو انسانی معاشرت کی بنیاد بنا دینا موجودہ عالمی مفکرین کی سب سے بڑی کوتاہ نظری ہے لیکن عالمی سطح پر المشرقیؒ پہلے مفکر اور دانشور ہیں جنہوں نے انسانی معاشرت میں بنیادی اہمیت کے مسائل کو مذہبی نقطہ نظر سے عقیدہ سے ہٹ کر علمی مقام سے پیش کیا ہے۔

(I) پندرہویں صدی کے لیے مسلمان اگر چاہیں تو المشرقیؒ کے پیغام اور ان کے متعینہ طریقہ کار کی بدولت صحیح معنوں میں ایک صد سالہ پروگرام وضع کر سکتے ہیں جو نہ صرف اپنے لیے بلکہ اقوام عالم کے لیے ایک مفید اور نتیجہ خیز عمل ہو گا۔ اس وقت مغرب جس کی تقلید عالمی سطح پر کی جا رہی ہے۔ الوحی سے قطع تعلق رکھنے کی وجہ سے وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ کائنات کے مسائل کیا ہیں؟ انبیاء کا مقام کیا ہے؟ اور زمین کے مقدمات کیا ہیں؟ اس پر المشرقیؒ نے واضح کیا۔

○ کائنات کا پہلا حیران کن مسئلہ مقام انسان ہے۔ آج مغرب کی لادینی تعلیم اور صنعتی انقلاب کی پیداوار اشتراکی لادینیت نے لوگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ انسان کا اس دنیا میں آنا اور چلے جانا کسی متعینہ مقصد کے بغیر ہے۔ اس طرف ہمارے مذہبی پیشواؤں نے بھی انسانی پیدائش کے اجتماعی مقاصد کا تعین نہیں کیا المشرقیؒ نے بڑی تفصیل سے قرآن حکیم میں سے علمی سطح پر انسان کا اجتماعی طور پر اس کائنات میں عمل دخل کا تعین کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ تسخیر کائنات دیگر امور کے علاوہ انسان کی پیدائش کا واحد مقصد ہے۔

○ دوسرا مسئلہ مقام فطرت کا تعین ہے مغرب نے اس پر غور نہیں کیا کہ خدا کی واحد تخلیق صحیفہ فطرت ہے اور یہی اس کائنات میں واحد حقیقت ہے اور اس کے مطالعہ اور مشاہدہ سے وہ ہدایات۔ اشارات اور علم حاصل ہوتے ہیں جن سے اخذ کیا جا

سکتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے اور انسان کو اپنی دنیاوی ترقی کے لیے کیا کیا سہولتیں اور انعامات حاصل ہیں۔

- تیسرا مسئلہ مقام خدا ہے جس کے متعلق مغرب کا عقیدے کی حد تک تصور ضرور ہے لیکن وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ خدا ہے اور خالق کائنات ہونے کی حیثیت میں ہر جگہ اسی کا قانون چل رہا ہے۔ خدا کا قانون اس کی فطرت سے اخذ شدہ قانون ہے خواہ وہ قانون انسان نے خود اخذ کیا ہو یا کسی باخبر انسان نے بنایا ہو۔ مغرب مادہ کے متعلق قانون فطرت کا کھوج لگانے کے متعلق ہمہ وقت مصروف ہے لیکن ڈیوائن سوشیالوجی (Divine Socialogy) کے متعلق وہ فطرت سے اخذ کرنے کی پوزیشن میں نہیں جس کا انسانی معاشرت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

- چوتھا اہم ترین مسئلہ مقام انبیاء کا ہے۔ مغربی مفکر اس کی لم سے آگاہ نہیں وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ سب انبیاء اپنے اپنے زمانہ کے معیار کے مطابق انتہائی طور پر باعلم اور باخبر انسان تھے جو انسان کی پیدائش کے ابتدائی مرحلوں میں جبکہ انسانی معاشرت کی ابتدائی باتوں سے بھی بے خبر تھا اپنے اس علم و خبر کے زور پر جو انہوں نے صحیفہ فطرت سے یا الوحی سے حاصل کیا تھا خدا کا پیغام لائے اور وہ پیغام وقتاً فوقتاً بھٹکے ہوئے انسانوں کو دیتے رہے تاکہ صاحب ارادہ انسانوں کی قومیں خدا کے قانون سے ہٹ کر کمزور اور بالآخر ہلاک نہ ہو جائیں۔

- پانچواں مسئلہ الکتاب کا ہے مغرب کے پاس الکتاب اپنی

اصلی حالت میں موجود نہیں بدیں صورت حال اس کے مفکرین نے اسے مابعد الطبیعی شے قرار دے دیا ہے اور خود مسلمان نے الکتاب کو علی الحساب رٹتے رہنے کی کتاب ہی سمجھا ہے مگر المشرقیؒ کے نزدیک اس آخری کتاب (قرآن حکیم) میں انسان کو یہ ہدایت بھیؒ ہے کہ وہ اپنی باقی تمام ہدایات یا احکام صحیفہ فطرت کے مطالعہ سے لیتا جائے۔ اور اپنی مادی ترقی کے منازل کو پورا کرے۔

چھٹا مسئلہ دین الحق کا ہے جسے مسلمان مذہبی پیشواؤں نے عقیدت تک محدود کر دیا ہے اور چند رسم و رواج کے مجموعہ کو ہی دین الحق قرار دیا ہے مگر المشرقیؒ نے کہا کہ غلبہ کا احساس دنیا کی ہر قوم میں کم و بیش موجود ہے جس قوم میں جس قدر یہ احساس عملاً" موجود ہے اسی قدر وہ قوم دین الحق پر ہے جس قوم میں غلبہ کا احساس اور عمل نہیں رہا وہ قوم مایوس ہے اور ازروئے قرآن کافر ہے۔

ان امور پر المشرقیؒ نے "حدیث القرآن" پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا کہ مذہب میں انتہائی بگاڑ پیدا ہو جانے کا ردعمل کئی قوموں میں اس طرح ہوا کہ وہ بالآخر لامذہب ہو جاتی ہیں اور مزا یہ ہے کہ انکار کی اس انتہائی حد پر آکر ان میں ایک نیا مذہب پیدا ہو جاتا ہے جو اس خراب شدہ مذہبیت سے بہت زیادہ ستھرا ہوتا ہے اسی لامذہبیت کے نئے مذہب میں صحیفہ فطرت کی کئی سچائیاں خودبخود ذہنوں میں آ جاتی ہیں اور اس قوم کو نہال کر دیتی

ہیں لوگ اس بات سے تنگ آ کر کہ خدا کے متعلق خراب شدہ عقیدوں سے کیا جمود۔ تفرقہ اور تعطل پیدا ہو گیا ہے اور دنیاوی حالت کس قدر خراب ہو چکی ہے خدا کے مخمصے سے ہی دستبردار ہو جاتے ہیں اور ان تمام چیزوں سے منکر ہو جاتے ہیں۔ جنہوں نے تعطل پیدا کیا۔ انسانی ذہنوں میں اس قطع کے تحول کی ایک تازہ ترین مثال روس کی ہے جس نے خدا کو چھوڑ کر خدا کے قانون کے ایک چھوٹے سے حصے کو پکڑ لیا ہے اور اتحاد عمل کے زور پر نہ صرف چند برسوں میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوا جاتا ہے بلکہ دنیا کے ایک بڑے حصے کو اس نئے مذہب سے متاثر کیا ہے۔ قوموں کی اس طرح کی وقتی زندگیاں بے شک قوموں کو وقتی طور پر ہمیشہ سے اس لیے ابھارتی چلی آ رہی ہیں کہ قانون فطرت ہر قسم کے انسانی اور جذباتی تعصبات سے ہمیشہ بے نیاز رہا جس وقت اور جس قوم نے قانون فطرت کی کسی شق کو کسی رنگ میں لیا۔ فطرت نے بے نیازانہ طور پر اس قوم کو اس عمل کا بدلہ ضرور دیا لیکن انسانی قوموں کی زندگی اور ان کا اس زمین پر خلود ہمہ تن اس پر منحصر نہیں کہ قانون فطرت کی کسی ایک یا زیادہ شقوں کو میکانکی طور پر لے کر ان پر چندے عمل قائم رکھا جائے انسانی قوموں میں انسانیت کا عنصر ہمیشہ قوموں کی ترقی کا ایک موثر عنصر رہا ہے اور جب تک قوم کے افراد کو کسی ایسی ڈگر پر نہ چلایا جائے جو افراد کے ذہن اور قلب کی دائمی تسکین کا باعث نہ ہو جائے محض قانون فطرت کے کسی حصے کو میکانکی طور پر چلا دینے

سے قوموں میں خلود پیدا نہیں ہوتا (حدیث القرآن ☆ ص ۲۰۰) اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان اس صدی میں مقام انسان۔ مقام خدا۔ مقام فطرت اور مقام انبیاءؑ سے آگاہی حاصل کر کے مغرب کے خود ساختہ نظریات سے نسل انسانی کو چھٹکارا دلائے جس نے روئے زمین کو جہنم بنا رکھا ہے ورنہ اگر روس میں مذہب سے مایوس ہو کر لوگوں نے اشتراکیت کو نجات دہندہ تصور کر لیا ہے تو پھر وہ کثیر آبادی کے علاقے جہاں مذہب زدہ لوگ اپنے مسائل رواجی مذہب کے ذریعے حل کرنے کی ناکام سعی کر رہے ہیں وہاں اس نئے مذہب کا درود ناگذیر ہو چکا ہے جو چاہے تو اشتراکیت کی شکل میں ایک نامکمل منصوبہ ہو یا پھر دین الحق کی صورت میں ایک مکمل اور ترقی پسند پروگرام ہو لوگوں کی اکثریت کا اس رواجی مذہب سے اعتقاد ختم ہو چکا ہے۔ مسلمان اگر آنکھیں رکھتا ہے تو پھر المشرقیؒ نے جو کچھ پیش کیا ہے اسے ایک مصلح اور مجدد کا لائحہ عمل سمجھ کر اپنا لے تو عملاً" پندرہویں صدی احیائے اسلام کی صدی ہو سکتی ہے۔

(11) آج مغرب نے ترقی اور غلبے کے بعد اپنے کام بہتر طور پر چلانے کے لیے جمہوری اخلاف کو رواج دیا ہے۔ جس سے ان کے کئی اہم کام مثلاً حکومت کی تبدیلی احسن طریقے سے انجام پا رہے ہیں مگر غیر ترقی یافتہ اقوام نے جہاں جہاں اسی جمہوریت کو اپنا رکھا ہے وہاں اس نے مکمل طور پر منفی اثرات ہی مرتب کئے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے جمہوریت کو آئین فطرت سمجھنا دنیا کی

سب سے بڑی حماقت ہے۔ ہمارے دانشور مغرب کی اس نئی دریافت کو غلط کہنے کی جرات نہیں کر سکتے بلکہ جمہوریت سے انحراف کو اقوام عالم کے سامنے اپنا منہ کالا کرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن اس کے بد انجام سے دو چار ہونے کے باوجود اسی مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ المشرقیؒ نے اس کی نفی اس نقطہ نظر سے کی ہے کہ قرآن حکیم نے ریاست کی بنیاد اطاعت امیر پر رکھی ہے اور امیر کو حکم دیا ہے کہ وہ جمہور کی خواہشات کا احترام کرے اور ان سے مشورہ کرے اور بنیادی حقوق کو خواہشات اور نیک تمناؤں کے ضمن میں ذکر نہیں کیا بلکہ ان کا تعین کر کے ریاست پر فرض کر دیا ہے کہ وہ انہے ہر حال میں پورا کرے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کو زیب داستان کے لیے وضع کر کے دنیا میں بہت بڑا مذاق کیا گیا ہے وہاں اس چارٹر کی موجودگی میں بڑی طاقتیں خود ہی اس کی دھجیاں اڑا رہی ہیں اس میں جمہوریت کا بہانہ رکھ کر بڑی طاقتوں کے لیے ویٹو اختیارات بھی رکھ لیے ہیں حالانکہ اصولی طور پر ویٹو کا حق کمزور کو ہونا چاہیے یہ یک طرفہ فیصلہ بڑی طاقتوں کی غیر جمہوری بالادستی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

اکثریت اور اقلیت کے پیمانوں پر قائم کردہ یہ جمہوری فلسفہ بے دین اقوام کے عوام کو ایک حد تک مطمئن تو ضرور کر سکتا ہے مگر یہ آئین فطرت نہیں۔ جمہوری فلسفے کے اس مضحکہ خیز اور شر انگیز اثرات کو عملی طور پر کم کرنے کے لیے المشرقیؒ نے

موجودہ صدی میں ایک بہترین پروگرام دیا ہے کہ اگر دنیا پر حکومت کا معیار اکثریت اور اقلیت کے پیمانے سے ہی مقرر کرنا ہے تو پھر امیر، متوسط اور غریب لوگوں کے لیے انتخابی حلقے ان کی آمدنی کے لحاظ سے الگ مقرر کیۓ جائیں اور ان کی نسبت ۵ فیصد سے ۱۵ فیصد اور اسی فیصد کی شرح سے مقرر کی جائے چونکہ دنیا بھر میں اکثریت غریب لوگوں کی ہے اس لیے زمین پر حکمرانی بھی غریب لوگوں کی ہونی چاہیے۔ المشرقیؒ کے نزدیک انسانوں کو ایک دوسرے سے لڑانے کا باعث سرمایہ اندوزی ہے اور پھر اسی وجہ سے سرمایہ دار کی سیاست کے میدان میں چڑھ ہے۔ یوزپ اور امریکہ کی خانہ ساز جمہوریت اور نیا اشتراکی فریب دونوں اس جرم کے مجرم ہیں۔ اشتراکیت تو جمہوریت سے بڑھ کر انتہائی قسم کی سرمایہ داری ہے جو تمام رعیت کی ملکیت کو ایک جگہ جمع کر دیتی ہے اور امریکہ کی سرمایہ داری سے بھی زیادہ عالمگیر جنگوں کی جارحانہ کارروائی میں مصروف ہے اشتراکیت کا جمہور کو نیا فریب کہ اس میں مزدور کی چڑھ ہے ایک حیرت انگیز فریب ہے کیونکہ یہ دراصل سرمایہ داری کی طرف مزدوروں کی چڑھ نہیں بلکہ مزدور کی انتہائی طور پر غلامانہ تنظیم اور بالآخر انسان کی انفرادیت کو کچل دینا ہے۔

الغرض انسان اس وقت جس ہولناک غلطی میں مبتلا ہے وہ سرمایہ داری کا غلبہ ہے اور یہ سرمایہ داری کا غلبہ انسانوں کو آئے دن کی عالمگیر جنگوں میں مبتلا کر کے بڑے پیمانے پر ہلاک کرنے کا

زبردست آلہ ہے (حدیث القرآن: اس ہولناک غلطی کو دور کرنے کے لیے پندرہویں صدی میں اگر انتخابی حلقہ بندی مذکورہ تجویز کے تحت کر دی جائے تو سرمایہ دار کی چڑھ کو ختم کیا جا سکتا ہے--

(lll) تیسرا عظیم الشان پروگرام جو اس صدی کی متوقع تین پشتوں کو دیا جا سکتا ہے وہ سائنسدان یعنی عالم فطرت کی حکومت ہے اب تک سائنسدان کو وہ مقام دیا ہی نہیں گیا جس کا وہ روز ازل سے مستحق ہے المشرقیؒ نے اس کے متعلق بتایا کہ " اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیا کی ترقی اور تمدن کا سب سے بڑا باعث بلکہ واحد باعث وہ عالم فطرت ہے جو فطرت کا مطالعہ کر کے روز آفرینش سے نئی ایجادیں کر رہا ہے اور جس کے دم سے دنیا کو مسلسل آرام پہنچ رہا ہے۔ جب تک اس کی وضع کی ہوئی کوئی شے منظر عام پر نہ آ جائے۔ زر اور مزدور قطعاً" بے کار ہیں۔ اسی کی پیدا کی ہوئی کسی شے کے فائدے زر کی حرکت کے باعث ہیں اور یہی فائدے مزدور کے بازوؤں کو حرکت میں لاتے ہیں اس نقطہ نظر سے روئے زمین پر عالم فطرت ہی سب سے اہم وجود ہے اور زر اور مزدور اس کے صرف دو کارندے جو ہر لحاظ سے اپنی حیثیت میں اس سے بدرجہا ادنٰی تر ہیں۔" (حدیث القرآن)

یہی وہ شرارت تھی جو مغرب کے دانشوروں نے آج تک روا رکھی ہوئی ہے۔ مغرب کے اقتصادی سائنس کے ماہرین کے نظریات کے مطابق سرمایہ اور مزدور انسانی معاشرت کی بنیاد ہیں۔

لیکن المشرقیؒ نے ان کے اس شرارت آمیز نظریئے کو دلائل سے رد کیا اور لوگوں کو اس کی شرارت سے آگاہ کیا جس کی بنیاد پر سائنسدان کے بالمقابل آج سرمایہ دار کی چڑھ ہر طرف ہے۔

قرآن حکیم نے سرمایہ اور دولت کو معیار حکومت قرار نہیں دیا بلکہ علم اور جسم کو حکومت کا اہل قرار دیا ہے۔ اس نقطہ نظر سے سائنسدان ہی وہ واحد ہستی ہے جو امارت کی اہل ہو سکتی ہے دولت کی وسعت پر امارت کا فیصلہ خلاف فطرت ہے لیکن آج کل مغرب کے نزدیک اغنیاء کو حق حاصل ہے کہ وہ روپیہ کے زور پر ووٹ حاصل کر کے اپنی اکثریت بنا لیں۔ قرآن نے اس فلسفہ کی نفی کی ہے کیونکہ حکومت پر دولتمند کی امارت نے اقوام عالم کو ہمیشہ تہہ و بالا کیا ہے۔ جس قوم کا بھی عالمگیر غلبہ ہوا اس نے کمزور اقوام کو کچل دیا اور ان کے وسائل کو اپنے مصرف میں لا کر غلبہ کو دوام بخشنے کی کوشش کی۔ مسلمان اگر چاہے تو اس صدی میں دنیا کے اندر یہ انقلابی تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔

(IV) مسئلہ وحدت مذاہب اس لیے بنیادی ہے کہ روئے زمین کی اکثر بڑی بڑی لڑائیاں۔ لڑی اور جیتی اور ہاری اس لیے گئیں کہ وہ مذہب اور صرف مذہب کی خاطر تھیں۔ دنیا کے اکثر مخلص ترین خون جو انسان نے آج تک بہائے ہیں۔ اکثر رسمی اور اعتقادی مذہب کی انفرادی سچائی کا بول بالا کرنے کے لیے بہائے ہیں جس کو ہر دوسرا شخص اسی ولولے اور سرگرمی سے دنیا کے تمام جھوٹوں میں بڑا جھوٹ شمار کرتا ہے اور یہ کہنا بھی مساوی طور پر

سچ ہے کہ بنی نوع انسان اس تمام مضحکہ خیز خودکشی استہلاک کے بعد بھی جو ہزارہا سال سے جاری ہے اب تک بھی ذرہ بھر عقل مند اور زیرک تر اس معاملہ میں نہیں ہوئی۔

(خطبہ اندور کانفرنس)

مذہب یا ایمان بالغیب کو انسانی ضمیر سے نکال دینا اور پھر دوسرے انسانوں کے ساتھ صلح و آتشی سے رہنے کی امید رکھنا بدرجہا مشکل اور پریشان تر خواب ہے۔ عقیدہ یا مذہب اس دنیا میں انسانی ضمیر پر کوتوال بن کر رہنے کا کام دنیا کی تمام ممکنہ پولیس سے بڑھ کر کر رہا ہے۔ اس لیے مذہب کو نیست و نابود کر دینے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

(المشرقیؒ۔ خطاب اندور کانفرنس)

مغرب کی بالا دستی نے آج مذہب کی بالادستی کو ختم کر دیا ہے۔ اتفاق کیجئے کہ مذہب کا اصل ڈھانچہ صرف مسلمان کے پاس ہے جس کو دنیا میں غلبہ حاصل نہیں بالخصوص مذہب کا وہ علمی حصہ جو المشرقیؒ کے پیروکاروں کے پاس ہے ان کا خود مسلمانوں پر غلبہ نہیں۔ اب ضرورت ہے کہ مذہب کی بالادستی قائم کر کے دنیا کے سامنے دین الحق کو اس کی صحیح اور اصلی حالت میں پیش کیا جائے۔

المشرقیؒ کے نزدیک صرف سائنسدان ہی وہ ہستی ہے جس کی بالادستی اور سیاسی راہنمائی میں وحدت مذاہب کا مسئلہ خوش اسلوبی سے حل ہو سکتا ہے کیونکہ مذہبی تعصب کا خصوصی اثر اب تک موجودہ سیاسی راہنماؤں پر بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ پچھلے زمانہ میں تھا۔ قومیں اب تک دوسری قوموں

سے اکثر سیاسی معاملات عیسائی اور مسلمان، بدھ اور ہندو ہونے کی حیثیت میں کرتی ہیں اور وہ وسعت نظر جو بنی نوع انسان کو کسی بلند نظر سے دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اکثر معاملات میں غائب ہے۔ دین فطرت کا تقاضا ہے کہ سطح زمین کے تمام موجودہ مذاہب کے تعصب کو بالائے طاقت رکھ کر ایسی فضا پیدا کی جائے جس میں روئے زمین کے انسانوں کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے۔ اسی تعصب کو نیست و نابود کرنے کے لیے دین فطرت کا اعلان ہے کہ تمام انبیاء کا پیغام ایک تھا۔ مگر قوموں کا تعصب علمی تنور کے باوجود نہیں مٹا اس تعصب کو مٹانے کے لیے بھی دنیا پر علم کی حکومت لازمی امر ہے۔ دنیا کے ہر ملک کے سائنسدان حکمران ہی آپس میں بیٹھ کر عام اعلان کر سکتے ہیں کہ دنیا کی تمام قوموں کے مذاہب ایک ہیں۔

(V) مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں ایک بات نمایاں رہی کہ ان کے دور حکومت میں فاتح اور مفتوح کا کوئی تصور نہیں تھا۔ چین اور مکہ کے مسلمانوں کے حقوق ہر لحاظ سے برابر تھے اور سب بھائی بھائی تھے۔ دین اسلام میں یہی سب سے بڑا نمایاں معجزہ تھا۔ خود متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک ہزار سالہ دور اس کی مثال تھی کہ انہوں نے جملہ اقوام ہند کا مکمل اعتماد حاصل کیا تھا۔ مگر مغرب اس عالمی اخوت سے کلیتاً محروم تھا اس نے مقبوضہ علاقوں کو نہ اپنا گھر سمجھا اور نہ عوام کو اپنا بھائی سمجھا بلکہ ارادةً ان کو غلام سمجھ کر اپنی تجارت کے فروغ کے لیے کارروائیاں کرتا رہا اور خون چوستا رہا۔ آج بھی مغرب کے پاس عالمی اخوت قائم کرنے کا کوئی پروگرام نہیں۔ المشرقیؒ کے نزدیک

عالمگیر غلبہ حاصل کرنے والی قوم میں سب سے پہلے یہ یقین لازم ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک نسل سے ہیں۔ وہ ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہوئے اور اگر سطح زمین جغرافیائی یا اجتماعی لحاظ سے گروہوں میں بٹی ہے تو صرف باہمی تعارف کے لیے۔ جس قوم مین گورے اور کالے' مشرق اور مغرب' جرمن اور انگریز ہونے کا تعصب باقی ہے اس کا کسی بڑی مدت تک عالمگیر غلبہ حاصل کر لینا محال ہے۔ روئے زمین پر غلبہ کے لیے لازم ہے کہ جو قوم اس کی مدعی ہے وہ روئے زمین کے تمام انسانوں کے ساتھ بلا لحاظ رنگ و نسل اخوت کے جذبات اپنے جذبات میں موجزن رکھے اور ان قوموں کو جو مغلوب ہو جائیں غلبہ تسلیم کر لینے کے بعد اپنی وسیع اخوت کے دائرے میں شامل کرے حتیٰ کہ ان کو اپنے اندر جذب کر لے (و ان تخالطوھم فاخوانکم ۲۷ر ۲) مخالف قوم اگر غالب قوم کے ظاہری شعائر اختیار کرے تو ان کو عملاً" اپنا بھائی بنا لینا غلبہ کے لیے لازمی ہے (فان تابوا و اقامو الصلواۃ و اتوالزکوۃ فاخوانکم فی الدین و نفصل الایت لقوم یعقلون ۲ر ۹) پس اگر وہ جنگ سے پھر جائیں اور تمہارے ساتھ تمہارے نظام (الصلواۃ) میں شامل ہوں اور تمکن کی ضروریات (زکواۃ) کو پورا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں ہم یہ آیات علم والی قوم سے کھول کر بیان کرتے ہیں۔

قرآن حکیم کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ نکتہ اس قدر عظیم الحکمت ہے کہ صاحب علم قوم اس کی تہہ تک پہنچ سکتی ہے۔ (حدیث القرآن ـ) اس

نقطہ نظر سے صرف عالم فطرت ہی اس عالمی اخوت کو صحیح معنوں میں قائم کر سکتا ہے۔

عالمی اخوت تو بڑی بعد کی بات ہے خود مسلمان اس پیغام کا علمبردار ہو کر اپنی نوے کروڑ کی جمعیت میں اخوت قائم کرنے سے قاصر رہا ہے۔ آج مسلمان ممالک کے درمیان اگرچہ عوامی سطح پر برادرانہ جذبات ضرور موجود ہیں مگر سیاستدانوں کی ستم ظریفی سے حکومتی سطح پر ایسی کوئی بات موجود نہیں۔ ہر مسلم ملک نے خارجہ پالیسی کی آڑ میں یہ فرض کر لیا ہے کہ ہمارا ایک دوسرے اسلامی ملک کے ساتھ تعلقات کا انحصار براہ راست بڑی طاقتوں کی خواہشات پر ہے۔ آج مغربی ممالک خصوصاً" برطانیہ اور امریکہ میں ان کے قوانین سے اور ان کے ملک سے وفاداری کا معیار برقرار رکھنے کی صورت میں کسی بھی غیر ملکی کو قومیت مل سکتی ہے۔ مگر مسلمان ممالک میں اکثر و بیشتر دوسرے برادر ممالک کے مسلمان کو قومیت دینا بڑا مشکل ہے عالمی اخوت مسلمان کا نعرہ ہو سکتا تھا مگر خود مسلمان ایسی نفسی نفسی میں مبتلا ہے اور اس کے اپنے اندر بڑا دردناک افتراق موجود ہے عالمی اخوت کے یہ علمبردار آج صوبائی سطح پر اپنے ملک کے ہی ہم وطنوں کو صحیح معنوں میں بھائی سمجھنے کے لیے ہی تیار نہیں تو نسل انسانی کے لیے ان کے پاس کیا پروگرام ہو سکتا ہے بلکہ اس سے عجیب تر یہ ہے کہ ان کا اپنا اپنا حکومت کرنے کا انداز یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے فریق کی حکمرانی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اس سے کہیں بڑھ کر فراخدلی غیر مسلم حکومتوں کے اندر موجود ہے۔

الغرض موجودہ دور میں معلم فطرت حضرت علامہ المشرقیؒ نے واضح

کیا کہ جب تک مغرب کا انداز فکر دنیا بھر کے دانشوروں پر حاوی ہے عالمی سطح پر انتشار و افتراق موجود رہے گا لہٰذا ضروری ہے کہ دنیا میں علم کی حکومت کے توسل سے سائنسدانوں کو دنیا کی راہنمائی سونپ دی جائے جن کی سوچ ٹھوس اور بامقصد ہے ان کی بالادستی سے دنیا بھر کے سیاسی فلسفہ میں بنیادی تبدیلیوں کی بھی اصولاً" توقع کی جا سکتی ہے اور کیا عجب یہ تبدیلی عام ہو کر نچلی سطح پر اخوت کا جذبہ پیدا کر دے۔

مغرب کے ان نام نہاد فلسفوں کو چیلنج کرنے کے لیے پندرھویں صدی ہجری یا اکیسویں صدی عیسوی کا آغاز موزوں وقت ہو سکتا ہے۔ اب مسلمان دانشوروں کو المشرقیؒ کے اس پیغام کو دنیا بھر میں عام کرنے کی ضرورت ہے جو اگلی صدی کے اکثر و بیشتر عالمی مسائل کا مناسب حل پیش کرتا ہے۔

پاکستان کے مسلمان کی یہ ذمہ داری اور بھی زیادہ ہے کیونکہ المشرقیؒ کے پیغام کا یہی وارث ہے اگر اب بھی اس نے المشرقیؒ کے پیغام اور لائحہ عمل کو تعصب کی بنا پر نظر انداز کر دیا تو پندرھویں صدی ہجری کہیں مسلمان کے مٹ جانے کی صدی نہ بن جائے۔ آج بھی پاکستان کے اندر خاکسار تحریک کا منصوبہ ہی وہ سب کچھ پیدا کر سکتا ہے جس کی ہم سب تہ دل سے تمنا رکھتے ہیں۔

دنیائے علم و خبر کے مفکر اعظم اور نقیب فطرت

حضرت علامہ مشرقیؒ کی تہلکہ مچا دینے والی تصانیف

خریطہ

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خانؒ المشرقیؒ (1888ء - 1963ء) نے 1902ء تا 1909ء کے درمیان 14 برس کی عمر میں 126 رباعیوں اور 170 شعروں پر مشتمل ایک فارسی تصنیف 7 فروری 1924ء کو شائع کی جو خریطہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس کا دیباچہ اردو میں تحریر کیا۔ خریطہ کے اس ولولہ انگیز اور روح پرور دیباچے کو پڑھ کر تقریباً" پانچ ہزار شاعروں نے اقرار کیا کہ انہوں نے شاعری ترک کر دی ہے اس کے بعد حضرت علامہؒ نے نصف صدی تک شاعری کو خیر آباد کہہ دیا۔

تذکرہ

اول - دوم - سوم

○ کتاب تذکرہ 3 ستمبر 1920ء میں حضرت علامہ محمدؐ عنایت اللہ خان المشرقیؒ نے پشاور میں لکھنا شروع کی اور 1922ء تک اسے ہزارہا صفحات پر لکھ ڈالا۔ دو برس بعد یعنی 1924ء میں اس کی پہلی جلد (جدید ترتیب کے مطابق جلد اول دوم) امرتسر کے مقام سے شائع کی گئی۔

○ مفکر اعظم اور نقیب فطرت کا قرآن حکیم کے حقائق عالیہ پر دس جلدوں میں ایک مبسوط علمی تبصرہ جس میں مسلمانان عالم کو انکی اجتماعی موت و حیات کی متعلق آخری پیغام دیا گیا۔

○ صدر اسلام سے لے کر آج تک قرآن حکیم کی حکمت بالغہ پر کوئی کتاب اس قدر مدلل، اس قدر یقین انگیز، اس قدر نتیجہ خیز حتا" نہیں لکھی گئی۔

○ اس کا ایک ایک ورق الٰہی حکمت کا حیرت انگیز مرقع اور اس کی ایک ایک دلیل قرنوں کی غفلت زدہ امت کے لئے چونکا دینے والا تازیانہ ہے۔

○ یہ تصنیف جلیل انبیائے کرام علیہ الصلواۃ والسلام کے پیغام اور بالخصوص قرآن حکیم کی ایک مکمل اور ناقابل بدل ایک اٹل اور علمی تشریح ہے۔ جس کو فرض اور ظن سے سروکار نہیں۔

○ قرون اولیٰ کے صحیح اسلام کے ماسوا تمام مذاہب وادیان کی ناسخ تمام اگلی بے نتیجہ تفاسیر اور تشاریح کی اغلاط کی قاطع اور انسان کے مابین سب اعتقادی فرقہ بندی کی صریح مخالف ہے۔

خطاب مصر

تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ جب 1926ء میں قاہرہ (مصر) میں موتمر خلافت کا انعقاد ہوا تو شیخ الاسلام نے حضرت علامہ مشرقیؒ کو دنیائے اسلام کے اہم ترین مسائل کے متعلق رائے دینے کے لئے دعوت دی"

13 مئی 1926ء کو قاہرہ (مصر) میں اس موقع پر جو باطل شکن اور معرکتہ آلاراء تقریر آپ نے کی وہ مصر اور برصغیر پاک و ہند میں "خطاب مصر" کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس میں مسلمانان عالم کو آنے والے خطرات سے بچانے، طاقتور بنانے کے لئے ایک عالمگیر پروگرام پیش کیا گیا۔

اشارات

خاکسار اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ نے یکم اگست 1931ء میں "اشارات" کے نام سے قوم کی اصلاح کے لئے عملی پروگرام پیش کر دیا۔

جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ۔

- قوم اور اس کے راہنماء ایک مشترکہ عمل سے جنم لیتے ہیں۔
- انہوں نے اسلام کی ماہیت اور اس کو غالب کرنے کا طریقہ کار بتلا دیا۔
- انہوں نے کہا کہ اگر مسلمان اس وقت سنبھل گئے اور میری کتاب "اشارات" کی تجویز کو محکم طور پر پکڑ لیا تو اب یہی زندگی کی قطعی امید ہو سکتی ہے۔

قول فیصل

15 نومبر 1935ء میں " قول فیصل" میں قوموں کا زوال اور اس کا علاج اور خاکسار تحریک کے پروگرام کی مکمل تشریح کر دی گئی۔

- وہ عظیم الشان تصنیف جس نے " خاکسار تحریک" کو چند برسوں کے اندر اندر نہ صرف ملک گیر بلکہ عالمگیر بنا دیا۔
- وہ انقلاب انگیز تصنیف جس نے مسلمانان ہند کو صدیوں بعد حجروں سے نکال کر بلا لحاظ مذہب و تفریق ایک ہی صف میں کھڑا کر کے عملاً" مساوات پیدا کر دی۔
- مسلمانوں کے اندر پھر سے بے مزد خدمت خلق کا عظیم الشان اور ناقابل یقین جذبہ پیدا کر دیا۔

مقالات (اول دوم)

○ بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے مقالات" کی پہلی جلد 27 جنوری 1937ء میں طبع ہوئی۔

○ ہفت روزہ الاصلاح کے مقالات افتتاحیہ" کا نقش ثانی ہے۔ جو 23 نومبر 1934ء سے 5 جون 1936ء تک شائع ہوئے۔

○ مقالات کی دوسری مجلد 2 ستمبر 1943ء کو شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس میں جریدہ الاصلاح کے 5 جون 1936ء سے 16 جولائی 1937ء تک کے مقالات افتتاحیہ شامل ہیں۔

ان مقالوں میں قوم کو اس کی قوتوں کے زوال سے متعلق باخبر کیا گیا ہے' ہوش بلکہ شعور پیدا کیا گیا ہے۔ کہ قوم کن مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہے' قوم میں کیا اخلاق اور اعمال موجود ہیں' کیا ہیں جن کا زوال ہو چکا ہے اور جن کو پھر حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہونی چاہیے۔

ان مقالات کو پڑھنے کے بعد چند دنوں میں بڑے مخلص آدمی گوشوں سے نکل پڑے' جان و مال کی عظیم الشان قربانیاں فوراً" ہونے لگیں۔ لکھو کھا مسلمان یکدل اور ہمخیال ہوگئے۔ محبت کی نہریں پھوٹ بہیں اور خدمت خلق کا حیران کن منظر پیدا ہو گیا۔

مولوی کا غلط مذہب

○ مولوی کا غلط مذہب میں 25 ستمبر 1936ء تا 28 اگست 1938ء تک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے علاوہ تحریک کے دیگر زعماء نے اپنے مقالوں کے ذریعہ سے علمائے سوء کی جاہلانہ تعلیمات کے بخیئے ادھیڑ کر مولوی کے تین سو سالہ مذہبی تخیل کو رد کر دیا ہے۔

ان بیانات کو شاید معاندانہ اور مخالفانہ سمجھا جائے یا مولوی سے کسی ذاتی مخالفت کی تمہید یقین کی جائے لیکن بقول مشرقیؒ

" میں مولویوں اور علمائے دین کا دشمن نہیں ہوں مجھے ان سے کوئی ذاتی کاوش نہیں میں صرف ان کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل اور کم نظری کا دشمن ہوں اور مسلمان کی ذہنیت کو جلد از جلد بدلنا چاہتا ہوں۔
"

خاکسار آئین (انگریزی)

برصغیر کی آزادی کے لئے خاکسار اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ نے انگریزی اقتدار کا چیلنج قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ اگر ہندوستانی ایک ایسا آئین پیش کر دیں جس پر ہندوستان کے تمام عناصر متفق ہوں تو ہم

ہندوستان کو آزاد کر دیں گے۔ آپ نے نہایت قلیل مدت میں ایک متفقہ آئین جون 1945ء میں مرتب کر کے اکتوبر 1945ء میں شائع کر دیا۔ دراصل یہ آئین حقیقی معنوں میں حقوق انسانی کا علمبردار ہے۔

حریم غیب

○ حضرت علامہ مشرقیؒ نے پچاس سال کے بعد قید کے دوران ایک حیرت انگیز واقع کی وجہ سے پھر شاعری کو تھوڑی مدت کے لئے اختیار کیا۔ حریم غیب 27 اکتوبر 1952ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آگئی۔
○ حریم غیب کے 18 سو اشعار 10 فروری 1951ء سے 20 مئی 1951ء تک دوران کے صرف دو ماہ آٹھ دن میں چار گھنٹے روزانہ مصروفیت کی اوسط سے کہے گئے ○حریم غیب میں دین اسلام کی ماہیت کو علمی نقطہ نظر سے واضح کر کے مسلمان کو اس کے فرائض سے آگاہ کیا گیا اور ظن کے بالمقابل علم کے مقام کی قطعی تشریح کی گئی۔ الغرض شعر زدہ امت کے لئے راہ پر آنے کی ایک گنجائش حضرت علامہ مشرقیؒ نے پھر پیدا کی ہے۔ کیا عجب کہ اسے پڑھنے کے بعد امت مسلمہ سرخرو ہو سکے۔

دہ الباب

○ حضرت علامہ مشرقیؒ نے دوران قید " دہ الباب" کے تقریباً" تیرہ سو اشعار یعنی (24 دسمبر 1951ء تک کے) دو ماہ گیارہ دن میں مکمل کئے۔ دہ الباب 10 نومبر 1952ء میں شائع ہوئی۔ 64 مختلف عنوانات کے تحت یہ نظمیں ہیں اہم اہم واقعات اور آیات کی تشریح کتاب کے آخر میں " فرہنگ دہ الباب" میں کر دی گئی تاکہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔
○ دہ الباب میں بڑا مسئلہ علم کا دنیا پر حکم اور اس کا نبوة کی طرف ارتقاء ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ لگانے کو ابھی بڑا وقت چاہیے۔ زمین کے کسی بڑے سے بڑے حقدم اور متنور حصے نے بھی تاحال علم کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کو ابھی تک زیادہ سے زیادہ موجودہ سیاسی حاکموں کی دست پخت لونڈی قرار دیا ہے۔ لیکن اسلام کو چونکہ پچھلے چودہ سو برس سے دنیا کی سیاست کی تشکیل میں بڑا دخل رہا ہے اور بہت کچھ جو اس وقت تک انسان کی معاشرت میں انقلاب برپا ہوا دین انبیاء کے بے پناہ زور سے ہوا ہے اس لئے یہ امر اٹل ہے کہ انسان کی آئندہ زندگی کی تشکیل بھی اسلام پر ہو کر رہے گی

ارمغان حکیم

○ حضرت علامہ مشرقیؒ نے اپنی قید کے دوران ہی شاعری پر تیسری تصنیف مکمل کی جو 23 نومبر 1952ء کو شائع ہوئی۔ جس میں تقریباً" چودہ سو اشعار یعنی (9 جولائی 1952ء تک کے) صرف تین ماہ چار دن

پونے چار گھنٹے کی روزانہ کی اوسط کے حساب سے کیے گئے۔

○ انہوں نے ارمغان حکیم میں غزل کے رنگ میں بلندی فکر کو جلا دی۔ جس نے شعر فہم طبقے میں ایک نئی ہلچل پیدا کر کے اس وقت کی شاعری کو بے قیمت کر دیا۔ ارمغان حکیم میں حضرت علامہ" کا ایک اہم مقالہ بعنوان " شاعری پر نقد و نظر اور خریطہ کا دیباچہ" جو قرآن کی تعلیمات کا ماخذ ہے شامل ہے۔

حدیث القرآن

○ حدیث القران سائنسی و مذہبی مفکر و فلاسفر اور عالم باعمل انسان حضرت علامہ مشرقیؒ کی وہ معرکۃ الآراء تصنیف جس میں مصنف نے قرآن کی تعلیمات کو انتہائی سادہ اور آسان لفظوں میں واضح کر کے قرآن کی علمی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔

○ حدیث القران کی تصنیف اول تا آخر قید خانہ میں ہوئی۔

○ 30 مئی 1951ء کو اسے شروع کیا گیا اور دوران رمضان میں ہی 19 جون 1951ء تک یعنی (کل 20 دنوں میں) مکمل ہوئی اور 25 نومبر 1952ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

○ مصنف نے " وہ الباب" کی تمہید میں " حدیث القرآن کے متعلق وضاحت کی ہے کہ " حدیث القرآن" میں میں نے قرآن حکیم کے اختصار کو چند لفظوں میں دے دیا ہے جو صاحب نظر کو یک لخت چونکا دے تاکہ قرآن حکیم کی علمی تصویر اس میں نیا ولولہ پیدا کر دے۔ کسی امت کی نجات اس میں ہے کہ اس کے پاس حقیقت ہو اور اگر مسلمان کے پاس دنیا کی تمام موجودہ حقیقتوں میں بڑی حقیقت موجود ہے۔ تو وقت ہے کہ وہ اس کو لے کر نکلے اور دنیا کو نئی راہ پر لگا دے۔ چودہ سو برس کے "طول آمد" کے بعد یہی نسخہ ہے جو کسی قوم کو نئی زندگی دے سکتا ہے۔

○ مصنف کی یادگار عالم نوبل انعام یافتہ تصنیف تذکرہ کی دس جلدوں کا اختصار

○ قرآنی نقطہ نظر سے مقام خدا' مقام انبیاء' مقام الکتاب' مقام انسان' مقام فطرت' تمکن فی الارض کی علمی تشریح۔ ○ قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو؟ صلائے عام بہ ساکنان زمین' اور ہوشمندانان زمین کو ایک پر مغز خطاب۔

○ قرآن حکیم کے عظیم ترین نصب العین اور پروگرام کی تشریح پر جامع مستند کتاب حدیث القرآن کا مطالعہ ضروری ہے۔

○ حال ہی میں آسٹریلوی سائنس دانوں نے کلوننگ کا نظریہ پیش کر کے دنیا میں تہلکہ برپا کر دیا ہے حضرت علامہ مشرقیؒ نے اس نظریہ کی نشاندھی اپنی کتاب. حدیث القرآن میں 46 برس قبل کر دی تھی۔

تکملہ (اول دوم)

(سیرت رسول ﷺ -------- اول دوم)

قرآن حکیم کی تعلیمات پر حرف آخر

○ دنیائے علم و خبر کے مفکر اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ کی ترتیب نزول قرآن کے عین مطابق سیرت النبیؐ کے موضوع پر یہ حیرت انگیز تصنیف 1960ء میں دو حصوں میں شائع ہو کر جب لوگوں تک پہنچی تو اس نے تہلکہ مچا دیا۔

○ چودہ سو برس میں پہلی قرآن حکیم کی دل کو تسلی دینے والی تشریح۔

○ رسالت مآب کی تیئس برس کی مکی و مدنی زندگی کے جلال و جمال کی داستان۔

○ قرآن حکیم کی تعلیمات کا ایک مکمل، مفصل اور حیران کر دینے والا، دیانت دارانہ جائزہ۔

○ سیرت رسول اللہ ﷺ کی انتہائی علمی و تحقیقی تاریخ، قرآن کے نزول کی صحیح اور جامع ترتیب و تشریح۔

جسے مصنف نے دسمبر 1957ء کی یخ بستہ سردیوں میں (میانوالی جیل میں ایک تنگ نظر امریکی مصنف کی تصنیف پڑھ کر) لکھنا شروع کیا۔ اور تیس دن کی قلیل مدت میں اسے ایک ہزار صفحات پر لکھ کر رسول ﷺ خدا کے متعلق مغرب کے تنگ نظر مصنفین اور مستشرقین کے انتہائی غلط، مضحکہ خیز، بے سروپا اور بے ہودہ اعتراضوں کا مثبت دلائل کے ساتھ دندان شکن جواب دیا۔

"تکملہ" کے مطالعہ کے بعد انسان محو حیرت ہو جاتا ہے کہ

قرآن کا بنی نوع انسان کے نام کیا زندہ رہنے والا پیغام تھا جو صدیوں تک اوجھل رہا! جس کو صرف مدینہ کے مٹھی بھر رسول ﷺ خدا کے ساتھی تھوڑا بہت سمجھ کر اٹھے اور صرف دس برس میں تمام عرب پر ایسے چھا گئے کہ اس چھا جانے کا بے پناہ زور تین سو برس تک قائم رہا۔

انسانی مسئلہ

○ حضرت علامہ مشرقیؒ کا دنیا کے تقریباً" بیس ہزار مشہور سائنس دانوں کے نام قرآن حکیم کی تعلیم سے اخذ کیا ہوا مراسلہ جو جولائی 1951ء سے بھیجنا شروع کیا گیا اور نومبر 1955ء تک امریکہ، یورپ اور روس کے مقتدر سائنس دانوں کو بھیجا گیا جس میں ان کی توجہ اس طرف منعطف کی گئی کہ مقصد پیدائش کائنات صرف انسان کا صحیفہ فطرت کو مکمل طور پر مسخر کرنا ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں چنانچہ اس وقت

عالمان فطرت کا تسخیر کائنات کی طرف متوجہ ہونا اسی مراسلے کی وجہ سے ہے۔

○ انسانی مسئلہ کی اشاعت کے فوراً" بعد پورے یورپ' امریکہ اور روس مقصد پیدائش کائنات اور تسخیر کائنات کی طرف رجوع ہوئے۔ اسی خط کی بدولت آج یورپ' روس اور امریکہ کے سائنس دان چاند اور دوسرے خطوں پر پہنچے۔

انسانی مسئلہ کے ٹائٹل پر درج ذیل شائع شدہ قرآنی آیات میں ہی اس مراسلے کا مکمل مقصد واضح ہے۔

○ اے لوگو! خدائے لایزال نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہارے لئے مسخر کیا ہے۔ بیشک اس پیغام میں سوچنے والی قوم کے لئے ضروری ہدایات موجود ہیں۔○ اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اور جو کچھ زمین میں ہے خدا ہی کا ہے تاکہ برے عمل کرنے والوں کو برائی کی سزا دے اور عمدہ عمل کرنے والوں کو ان کے عمدہ عمل کی جزا (انہی چیزوں میں سے) دے۔ (القرآن)

میری تصانیف کا مقصد اس قدر ہے کہ

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مسلمان میں پیدا ہو جائے اور وہ آگے بڑھنے کے قابل ہو۔ یہی امید ہے جو مجھے کھینچے لئے جا رہی ہے اور کیا عجب کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی ملک میں پیدا ہو جائے تو مسلمان کی بگڑی بن سکتی ہے۔ (حضرت علامہ مشرقیؒ)

بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	ہدیہ	مصنف
1	تذکرہ (اول دوم)	600/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
2	حدیث القرآن	150/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
3	تکملہ (سیرت النبی) اول	150/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
4	مولوی کا غلط مذہب	160/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
5	مقالات	400/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
6	حریم غیب	100/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
7	وہ الباب	100/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
8	ارمغان حکیم	100/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
9	قول فیصل	(زیر طبع)	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
10	اشارات	(زیر طبع)	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
11	الاصلاح (المشرقی رحمۃ اللہ علیہ نمبر)	60/=	(ادارہ)

التذکرہ پبلی کیشنز ● المشرقی ہاؤس

34 - ذیلدار روڈ' اچھرہ لاہور - 54600

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (القرآن الحکیم)

خدائے عزوجل نے درحقیقت کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلا جب تک کہ
قوم کے لوگ اپنی حالت کو آپ نہ بدلیں؛

خطابِ مصر

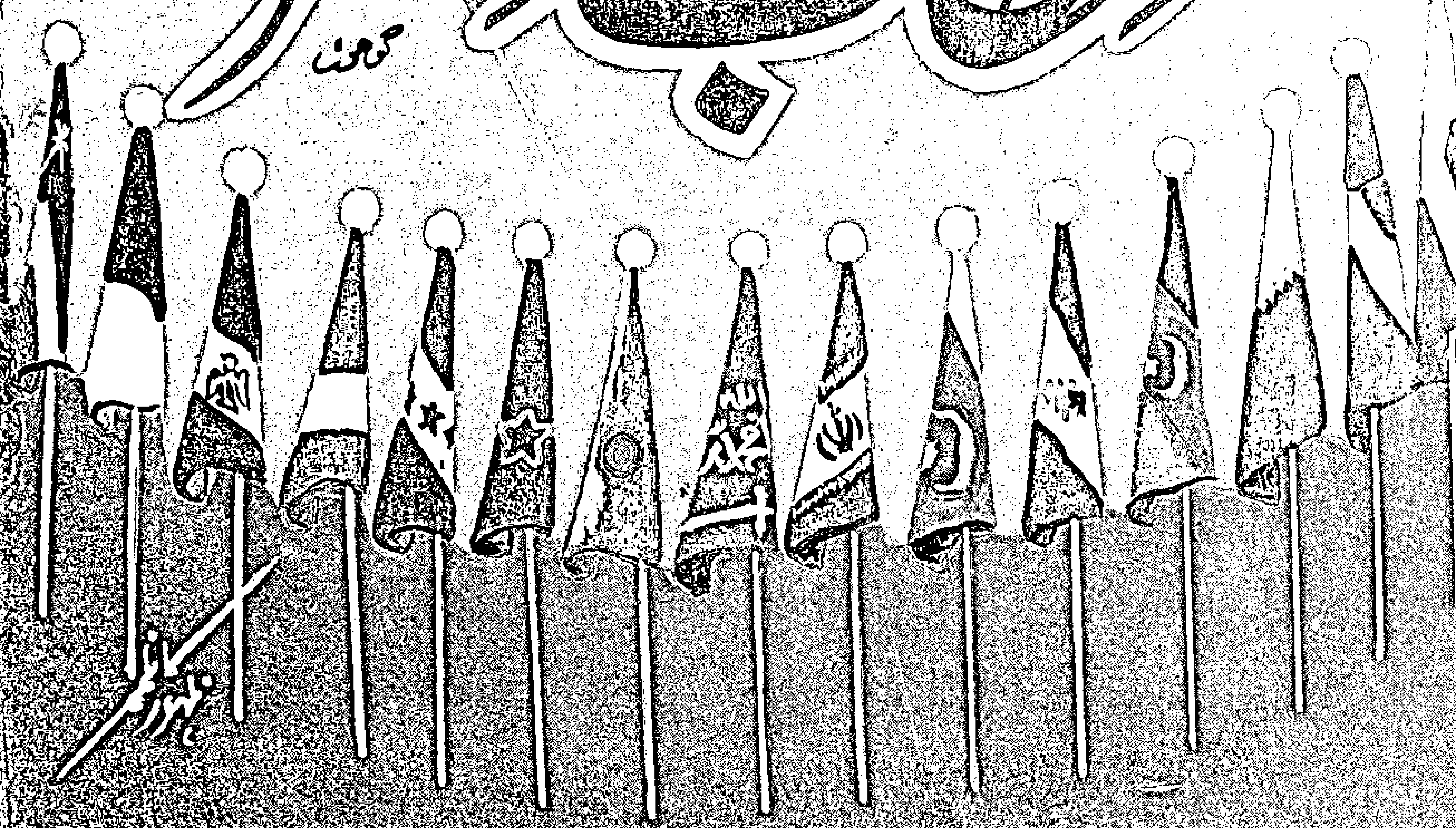

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
التذکرہ پبلی کیشنز
المشرقی ہاؤس، ۲۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور — ۵۴۶۰۰